دولتِ دُرّانیہ

جس میں احمد شاہ درانی والی افغانستان کے مفصل حالات زندگی آغاز سلطنت ہندوستان پر متواتر حملے سکھوں اور مرہٹوں کی مشہور معرکہ آرائیاں ہندوستان کی فتوحات وغیرہ وغیرہ کا بڑے بسط و توضیح کے ساتھ ذکر کر کے اُنکے نامور فرزند تیمور شاہ اور بیدار بخت پوتے زمان شاہ کی عہد سلطنت کے تمام واقعات نہایت دلچسپی اور عمدگی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی اُن خونریز بغاوتوں اور باہمی خانہ جنگیوں کا بھی ذکر ہے جو ان تینوں نامور حکمرانوں کے عہد حکومت میں پیش آ کر فرو ہوئیں غرضکہ سنہ ۱۱۶۰ ہجری سے لیکر سنہ ۱۲۱۳ ہجری تک کے تمام واقعات درج ہیں

جسے

جناب مولوی محمد عبد الرحیم صاحب نے ایک نہایت معتبر و مستند فارسی تاریخ سے سلیس اردو میں ترجمہ کیا

بخواہش

سید محمود الحسن مالک اخبار قومی و پریس ... حسن التجارت دہلی کٹرہ نظام الملک

قومی پریس دہلی میں چھپا ۱۳۲۱

رجسٹری شدہ — قیمت فی جلد — عہ

دولت دُرّانیہ

Checked 1969.

جس میں احمد شاہ دُرّانی والیِ افغانستان کے مفصل حالاتِ زندگی آغازِ سلطنت ہندوستان پر متواتر حملے سکھوں اور دکھنیوں کی مشہور معرکہ آرائیاں ہندوستان کے فتوحات وغیرہ وغیرہ کا بڑے بسط و توضیح کے ساتھ ذکر کرکے اُسکے نامور فرزند تیمور شاہ اور بیدار بخت پوتے زمان شاہ کی عہد سلطنت کے تمام واقعات نہایت دلچسپی اور عمدگی کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی اُن پُرزور بغاوتوں اور باہمی خانہ جنگیوں کا بھی مذکور ہے جو ان تینوں نامور حکمرانوں کے عہد حکومت میں پھیلیں اور فرو ہوئیں غرضکہ سنہ ۱۱۶۰ ہجری سے لیکر سنہ ۱۲۱۳ ہجری تک کے تمام واقعات درج ہیں

جسے

جناب مولوی محمد رحیم بخش صاحب نے ایک نہایت معتبر اور مستند فارسی تاریخ سے سلیس اُردو میں ترجمہ کیا

حسب فرمایش

سید ظہور الحسن مالکِ اخبار قومی رفیق و کارخانہ احسن التجارت دہلی کٹرہ نظام الملک

قومی پریس دہلی میں چھاپا ۱۳۲۱

جسٹری شدہ　　قیمت فی جلد　　۱ر

مختصر فہرست کتب کارخانہ احسن التجارت دہلی زیر جامع مسجد

حمائل شریف مترجم - یہ حمائل شریف بہت خوشخط اور نہایت جانفشانی سے اور محنت سے تیار ہوئی ہے اور نیز اسکی صحت میں بہت ہی جانکاہی کیگئی ہے۔ امید ہے کہ مسلمان اسے دیکھکر خوش ہونگے۔ اس سے بہتر اور سستی حمائل دوسری جگہ نہیں ملیگی قیمت مع جلد نقرئی اعلیٰ درجہ کی فیجلد ۱۲؎ مع محصول ڈاک فی جلد عہ

سفرنامہ روم و مصر و شام شمس العلما مولانا شبلی کا سفرنامہ جسمیں قسطنطنیہ بیت المقدس قاہرہ وغیرہ کے چشم دید حالات و واقعات ترکوں کے اور عربوں کے اخلاق و عادات درج ہیں یہ کتاب قابل دید ہے۔ عمدہ چکنے ولایتی کاغذ پر چھپائی گئی ہے قیمت فیجلد ۱۲؎

خیر الکلام فی احوال العرب الاسلام اس کتاب میں جغرافیہ ملک عرب رسوم حالات کیفیت اقوام وغیرہ قبل اسلام و حالات مذاہب و بدھ و جین و تاو و کنفیوشش و یہود و نصاریٰ و زردشت وغیرہ درج ہیں۔ یہ تاریخ دیکھنے کے لایق ہے مصنفہ جناب مولوی محمد عبدالحی صاحب وکیل قیمت عام فائدہ کی غرض سے صرف فیجلد عہ

تاریخ بابل و نینوا - شہر بابل و نینوا کے حیرتناک واقعات انکی تباہی و بربادی کے عبرتناک حالات درج ہیں یہ قدیم تاریخ آجتک نہیں چھپی تھی۔ مترجمہ مولوی محمد علیخاں صاحب عرشی۔ قیمت فیجلد ۱۲؎

المامون مصنفہ مولانا مولوی شبلی صاحب اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے میں نسب و ترتیب خلافت مامون الرشید کی ولادت تعلیم و تربیت۔ ولیعہدی تخت نشینی خانہ جنگیاں فتوحات ملکی وفات کے حالات۔ دوسرے حصے میں ان امر کے تفصیل ہے جنسے اس عہد کے ملکی حالات اور مامون الرشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے نیز اُن کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون الرشید کا عہد عموماً شاہان اسلام کے عہد سے علمی حیثیت سے ممتاز تسلیم کیا گیا ہے مع رسالہ جزیہ قیمت فی جلد ...... ۱۲؎

سیرۃ النعمان یعنی امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحعمری حصہ اول و دوم۔ اس کتاب کے پہلے حصہ میں امام صاحب کا نام و نسب و ولادت۔ وسن رشد و تعلیم و ترتیب شیوخ حدیث درس و افتا بقیہ زندگی اور دربار کے تعلقات عام اخلاق و عادات مناظرہ و فتاویٰ ذہانت و طباعی اس قسم کے حالات تفصیل سے مذکور ہیں دوسرے حصہ میں امام صاحب کے اصول اور مسایل سے جو فن حدیث سے متعلق ہیں تفصیلی بحث اور واقعات اسانید کے ساتھ ثابت ہے کہ فن حدیث میں آپکا کیا پایہ تھا تفصیلی ریویو ہے جسمیں دین فقہ کے حالات کے ساتھ وہ تمام خصوصیتیں تفصیل سے بیان کیگئی ہیں جنکی وجہ سے حنفی کو فقہوں پر ترجیح حاصل ہے خاتمہ میں امام صاحب کے نامور اور ممتاز شاگردوں کے مختصر حالات ہیں مصنفہ مولوی شبلی قیمت فی جلد ....

سلاطین درانیہ کا نسب

روز ازل سے جس کی قسمت میں سلاطین درانیہ کا سرتاج بننا لکھا تھا وہ بنی اسرائیل میں ایک شخص **قیس عبدالرشید** نامی تھا جس کے آبا و اجداد کا سلسلۂ نسب حضرت یعقوب کے فرزند اور جناب ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے **بنیامین** علیہم الصلاۃ تک پہنچتا ہے قیس پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود تھا اور جس وقت اسلام کے اقبال کا ستارہ **فاران** کی چوٹیوں پر چمک رہا تھا تو یہ مشرف باسلام ہو چکا تھا قیس کے تین نامدار اور بلند اقبال فرزند پیدا ہوئے سربن۔ بیٹن۔ غرغشت۔ سربن جو قیس کا سب سے بڑا اور سب سے افضل فرزند تھا اس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ شرف الدین جو شرخبون کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اور خیر الدین جو خرشبون کے لقب سے مشہور تھا۔ شرف الدین کے پانچ فرزند اسکی یادگار باقی رہے شیرانی۔ ترین۔ بریچ۔ میانہ۔ اور ترڈ۔ ترین کے صلب سے ایک نامور اور دنیا کا مشہور اقبالمند لڑکا پیدا ہوا جو تمام افغانستان میں **ابدال** کے نام سے پکارا گیا۔ مورخوں کا بیان ہے کہ ابتدائی زمانہ میں ابدال کا کوئی اور نام تھا لیکن جب وہ خواجہ ابو احمد ابدال چشتی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں پہنچا جن کے نام کا اتیازی پھریرا تمام ممالک افغانستان میں بڑے زور شور سے اڑ رہا تھا اور ان کی خدمتگذاری میں مصروف ہوا تھا۔ تو آپ نے ایک دن از روئے مہربانی اسے ابدال کے معزز و محترم خطاب سے مخاطب فرمایا اور اس کے حق میں دعائے خیر کی چنانچہ اس زمانہ سے ابدال کے لقب سے مشہور ہو گیا بلکہ اسکی تمام اولاد **ابدالی** کے نام سے پکاری جانے لگی چنانچہ اسوقت تک افغانستان کے باشندے اس خاندان کو **رودل**۔ کہتے ہیں کیونکہ ان کے محاورہ میں ابدال کو رودل بولا جاتا ہے۔

الغرض ابدال سے دو ہونہار فرزند باقی رہے زیرک اور پنج پا۔ زیرک سے تین لڑکے پیدا ہوئے پوپل والکو دبارک۔ پوپل جو زیرک کی سب اولاد سے بڑا تھا چھ فرزند وجود میں آئے اسمٰعیل حسن بامی۔ بادو۔ عبغب فلند۔ بامی سے پانچ فرزند پیدا ہوئے اصدو صالح علیخان ریتک ادرک۔ صدو سے جو اپنے تمام بھائیوں میں بڑا اور سب سے افضل تھا دو لڑکے پیدا ہوئے ایک خواجہ خضر جو مرد خدا اندیش اور ریاضت کیش تھا۔ اور جس کے حکم کے آگے تمام افاغنہ کی گردنیں جھکتی تھیں افغانستان کے باشندے نذر و نیاز پیشکش کرتے اور اسکی بڑی عزت کرتے تھے احمد شاہ بادشاہ درانی جسپر سلاطین درانیہ کے اوج حشم کا خاتمہ ہوگیا اور جسکی لائف کا پورا فوٹو اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ اسی خضر بن صدو کی اولاد میں ہے خضر کو بزرگی و فضیلت کی وجہ سے اس ملک کے لوگ **خواجہ** کہتے تھے جو تمام شیان مذکور **صدوزئی**۔ اور چونکہ افغانستان کے قدیم باشندے احمد شاہ درانی کے جدامجد خواجہ خضر سے عقیدت و ارادت کا واسطہ رکھتے تھے لہٰذا انہوں نے نادر شاہ کے بعد خاقان ممدوح یعنی احمد شاہ درانی کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور اس خدمت کو وسیلہ سعادت قرار دیا۔

صدو کا دوسرا لڑکا جسکا نام کامران تھا۔ اور اسی لحاظ سے اسکی اولاد کامران خیل کے نام سے پکاری جاتی ہے) معتمد الدولہ **وفادار خان** کا جدامجد تھا۔ جو زمان شاہ بادشاہ کے عہد سلطنت میں مدار المہامی کا ممتاز عہدہ رکھتا تھا۔ الحاصل افاغنہ کی تمام قوم احمد شاہ کو نہایت سعادتمند اور صاحب اقبال بادشاہ جانتی تھی اور حد سے زیادہ اسکی تعظیم و توقیر کرتی تھی کبھی اس کے حکم و فرمان سے سرپیچی نہیں کی بلکہ ہمیشہ جان نثاری کیلئے مستعد و سرگرم رہی اور اسیکا یہ اثر ہے کہ آجتک امرائے افاغنہ اس خاندان پر شمشیر کشی کرنے یا کسی قسم کی بے ادبی و بے ادبی کرنے کو اپنے حق میں بہت برا سمجھتے ہیں اور احمد شاہ درانی کی اولاد میں سے جو لوگ تخت سلطنت پر جلوس فرما ہوتے ہیں ان کے احکام کو عزت کے کانوں سے سنتے اور قبول کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

نادر شاہ کا خراسان کی تسخیر کا عزم اور احمد شاہ درانی کی سلطنت کا آغاز

جب نادر شاہ ایران کے نظم و نسق سے فارغ ہوگیا تو غلجہ کی مقناطیسی ہوائیں فطرتی طور پر بادشاہ کا دل اپنی طرف کھینچنے لگیں اور اس نے سلطان **غلجہ** کے زیر و زبر کرنے کا عزم بالجزم کیا **قندہار** کو جو ان دنوں سلطان غلجہ کا پایہ تخت تھا اور غلجیوں کا وطن قدیم شمار کیا جاتا تھا تصرف میں لانا چاہا کیونکہ اس زمانہ میں سلاطین غلجہ نہایت عیش پسند اور آرام طلب ہوگئے تھے اور باہمی نااتفاقیوں اور خانہ جنگیوں نے انہیں بالکل ضعیف اور

نے شکست کردیا۔ تھا ابدالی قوم جن کا اصلی وطن ہرات تھا۔ اسوقت ہرات اور اُسکی اطراف ونواح میں سکونت پذیر تھی۔ اتفاق سے ۱۰۹۹ھ ہجری میں حیات سلطان کا بلند اقبال فرزند اور احمد شاہ درانی کا جد امجد عبداللہ خاں صدوزئی اپنے فرزند محمد زماں خاں اور دیگر خویش واقارب کو ہمراہ لیکر ملتان سے ہرات واپس پہنچا۔ اور تمام ابدالی قوم کا مالک ومختار بنگیا جو تقریباً ساٹھ ہزار گھروں کی جمعیت رکھتے تھے جب ابدالیوں نے عبداللہ خاں کو اپنا حاکم تسلیم کرلیا تو ہرات کی حکومت کا لالچ اس کے دامنگیر ہوا اور یہاں کی دولت وثروت دیکھکر اُس کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔

عباس قلیخاں سنہ ۱۱۰۹ھ جو شاہ حسین صفوی ایران کے وارث تخت وتاج کیطرف سے ہرات کا حاکم تھا جب اُس نے عبداللہ خاں کے ناصیۂ حال میں فتنہ وفساد کے آثار محسوس کئے تو دوراندیشی اور حزم واحتیاط کیوجہ سے عبداللہ خاں کو اُسکے فرزند سمیت گرفتار کردیا لیکن جس زمانہ میں ہرات کے شوریدہ قزلباشوں نے عباس قلیخاں حاکم ہرات کو بیدخل کیا تو عبداللہ خاں نے فرصت پاکر جیل سے فرار ہوگیا اور کوہ دوشاخ کی سمت روانہ ہوکر وہاں کی وحشی اور جنگجو قوم کو فراہم کیا اور بڑی شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ متوجہ ہرات ہوا جعفر خاں جو ان دنوں ہرات کا حاکم تھا۔ ایک عظیم الشان خونریز لشکر کے ساتھ ہرات سے باہر نکلا اور شہر سے ایک فرسخ آگے بڑھکر عبداللہ خاں سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوا۔ دونوں لشکروں میں بہت بڑی خونریزی ہوئی اور ایک عظیم الشان جنگ نے سارا میدان سرخ ہوگیا انجام کار جعفر خاں عین معرکۂ جنگ میں گرفتار ہوگیا۔ اور عبداللہ خاں شہر ہرات پر آدھمکا اور فوراً اُسکا محاصرہ کرلیا۔ چند روز تک محاصرہ کئے رہا۔ لیکن آخرکار عبداللہ خاں کے ہواخواہوں نے اُس کے لشکر کو ایک برج کی راہ سے جو ملجانہ کے برج کے ساتھ شہرت رکھتا تھا شہر کے اندر داخل کردیا۔ خاص شہر ہرات میں ایک بڑی خونریز جنگ ہوئی اور جانبین کے بیشمار آدمی قتل ہوئے تمام شہر تاراج کردیا گیا۔ اور اہل شہر کے صدہا گھروں کو جلا کر خاکسیاہ کر پھینک دیا گیا۔ شہر ہرات اور قلعۂ فراہ جو محمود غلجئی قندھاری کے تعلق میں تھا سب پر عبداللہ خاں کا قبضہ ہوگیا۔ محمود غلجئی ولد میرویس بادشاہ قندھار نے قلعۂ فراہ پر فوجکشی کی اور ایک بڑا خونخوار جرار لشکر لیکر قلعہ کیطرف بڑھا۔ اسد اللہ خاں نامی بہادر جو احمد شاہ درانی کے والد کے عزیزوں میں سے تھا قلعہ سے باہر نکلا اور بڑی بیجگری سے محمود غلجئی کا مقابلہ کیا مگر ایک عظیم کشت وخون کے بعد مارا گیا اسوقت اگرچہ عبداللہ خاں کا ایک زبردست بازو ٹوٹ گیا تھا لیکن پھر بھی اُس نے اپنی ذاتی قابلیت اور بمشکل لیاقت سے دشمن کو قلعہ کے قریب نہیں آنے دیا اور محمود کی تمام کوششیں رائگاں گئیں چند مہینے تک

یہی کیفیت رہی مخالف حکام و امرا کی متواتر فوجیں ہرات میں آتیں اور ابدالیوں سے جنگ کرنے کے بعد شکست
فاش کھا کر واپس جاتیں یہاں تک کہ نادر شاہ نے خراسان کی تسخیر کا قصد کیا اور آناً فاناً میں اس کے ٹیّے فواج
ہرات میں آپڑے اسی اثنا میں ہرات کے ایک سردار **زماں خاں** نامی ابدالی نے احمد شاہ درانی کے جد امجد
عبداللہ خاں صدوزئی کو قید کر لیا اور نہایت بیرحمی سے قتل کر ڈالا۔

عبداللہ خاں کے قتل ہونے کے بعد ابدالیوں نے محمد خاں کے بھائی **الہ یار خاں** ابدالی کو ملتان سے طلب کیا
جب وہ ہرات میں آپہنچا تو سب نے متفق ہو کر اسے ہرات کا حاکم مقرر کیا اور اس کے ساتھ ہی زماں خاں عبداللہ
کے قاتل کو ہرات سے بڑی ذلت کے ساتھ نکال باہر کیا جب نادری جھنڈے ہرات پر پہنچے اور حملہ آور فوج کی
تلواروں سے میدان ہرات چمک اٹھا تو ابدالی نہایت مستعدی و سرگرمی کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لیے
نکلے اور چند روز تک نہایت خونخوار لڑائیاں ہوتی رہیں ایک دن کا ذکر ہے کہ عین معرکہ جنگ میں **حاجی مشکین خاں**
ابدالی نے ایک جاسوس سے کہا کہ جہاں تک بن پڑے اس خبر کی تحقیق کر کے لا کہ نادر شاہ کس بات پر آمادہ ہے اور
کس قسم کے لباس سے آراستہ ہے کیونکہ میرا مصمم ارادہ ہے کہ تابہ امکان آج اس میں کوشش کروں کہ اپنے
تئیں نادر شاہ کے پاس پہنچا دوں اور اسکی قسمت کا فیصلہ کر دوں میری اس کارروائی کا نتیجہ دو حال سے خالی
نہیں ہو سکتا تھا یا تو خود اس خونخوار اور مہلک بھنور سے نجات پاؤنگا یا اپنے تئیں قوم پر سے قربان کر دونگا
جاسوس نے نادر شاہ کا تمام حال تحقیق کر کے مشکین خاں کو اطلاع دی اور اس نے شجاعت و بہادری کے
گھوڑے کو میدان ہمت میں جولان دیکر نہایت کوشش کشش کے بعد اپنے تئیں نادر شاہ تک پہنچا دیا اور بڑی تیزی
و پھرتی کے ساتھ کوہ شگاف نیزہ کا زخم نادر شاہ کو پہنچایا خوبی قسمت سے نیزہ کا زخم بادشاہ کے پاؤں میں لگا اور
وہ بھی کچھ ایسا کاری نہ تھا جس سے نادر شاہ کو زیادہ صدمہ پہنچتا +

الغرض معرکہ جنگ نے یہانتک طول کھینچا کہ قوم ابدالی غلہ کی نایابی سے تنگ آگئی اور آخر کار آعماق اور جمشیدی
تیمنی تورانی وغیرہ قوموں نے مجبور ہو کر نادر شاہ کی طرف رجوع کی اور اسکی ملازمت میں باریاب ہو گئے۔

جب الہ یار خاں ابدالی قوم کا سردار تنہا رہ گیا تو اسے بجز اس کے اور کچھ کرتے دھرتے بن ہی نہ آیا کہ امن و
امان کا خواستگار ہو کر ملازمت نادری سے مستفیض ہو۔ نادر شاہ نے اپنی فیاضی اور دریادلی سے ہرات کی
حکومت پھر الہ یار خاں ابدال کے سپرد کر دی اور ابدالی فوج کو اپنے ہمراہ لیکر قندھار کی تسخیر اور حسین غلجہ
کی تنبیہ کی طرف متوجہ ہوا +

حسین غلجہ کو نادری فوج سے ذرا بھی ہراس نہیں ہوا اور مستعد جنگ ہوکر قندھار کے قلعہ میں محصور ہوگیا۔ لیکن جب اِس محاصرہ نے زیادہ طول کھینچا اور حسین غلجہ کی زندگی اجیرن ہوگئی تو اُس نے اپنی بڑی بہن **زینت** نام کو جو عقل و دانائی میں ضرب المثل اور فہم و فراست میں یگانۂ روزگار تھی چند جان نثار سواروں کی ہمراہی میں نادرشاہ کے حضور میں بھیجکر طالب امان ہوا اور جب نادری دربار سے امن و امان کا حکم جاری ہوگیا تو حسین غلجہ اپنے تمام سرداروں اور فوجی افسروں کو ساتھ لیکر بادشاہ کی آستان معدلت پناہ پر پہنچکر معذرت خواہ ہوا۔ نادرشاہ نے خود حسین اور اُس کے متعلقین کو اپنے عنایت و الطاف کا مرہون کرکے اُسے مع اولاد و اقربا کے مازندران کی طرف روانہ کیا تاکہ اس ملک میں جاکر سکونت پذیر ہو۔

ازاں بعد نادرشاہ نے قندھار کے شہر قدیم اور قلعہ کہنہ کو جو قدامت کی مجسم یادگار تھے اور پہلے وقتوں کی نامور معماروں کی یادگار مشہور تھے بالکل ویران و برباد کردیا۔ اور یہاں تک خراب کیا کہ اینٹ سے اینٹ بجادی اور پھر اُسی زمانہ میں ایک جدید شہر اور ساتھ ہی نیا قلعہ طیار کرکے **نادرآباد** نام رکھا اور اسی کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔

ابدالی قیدیوں کو اللہ یار خاں کی سفارش سے جو نادرشاہ کا قدیمی بہی خواہ تھا اور جو اکثر خطرناک اور نازک مقامات پر اسکے کام آیا تھا رہا کردیا۔ اور قندھار کے قیدیوں کو اپنی خواہش و مرضی سے چھوڑ دیا اور نہ صرف قید سے رہائی دینے پر بس کی بلکہ اپنی دریادلی سے علیٰ قدر حیثیت ہر ایک شخص کو مال و اسباب دیکر اُن کے وارثوں کے سپرد کردیا۔ قندھار کی حکومت عبدالغنی خاں الکوزی کی تفویض میں کرکے حکم فرمایا کہ نواح خراساں و نیشاپور کے ابدالی حکام و سردار اپنی ولایتیں اور جاگیریں چھوڑ چھوڑ کر قندھار چلے آئیں اور یہاں کے محلات و قلعجات میں سکونت پذیر ہوں۔ قوم غلجہ اور خاندان ہوتکی اُن کے جگہ نیشاپور و خراسان میں جاآباد ہوں۔

اِس زمانہ سے شہر قندھار میں قوم ابدالی کی ریاست و بباست کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے یعنی اِس سے پیشتر ابدالی قوم نے قندھار کی صورت تک نہ دیکھی تھی بلکہ ہرات و خراسان میں بباست رکھتی تھی اور وہیں انکی بود و باش تھی قندھار کے نظم و نسق کا مسئلہ جب طے ہوگیا اور سب طرف امن و امان اور انتظام پھیل گیا تو اب نادری خونخوار جھنڈے ہندوستان کی طرف اُٹھ کھڑے ہوئے اور نادرشاہ کی افواج کا عظیم الشان سیلاب ہند کی جانب بڑھا چونکہ رستہ میں کابل پڑتا تھا اس لیئے نادرشاہ کو پہلے اسکا فتح کرلینا ضرور تھا چنانچہ وہ یلغار کرتا ہوا فوراً کابل پر آدھمکا یہاں کے باشندے جنگ کے لیئے طیار ہوگئے اور سب طرف سے سمٹ سمٹا کر ایک طرف زور باندھ دیا

نادرشاہ کے حکم سے قنبارہ توپ ایک پہاڑ کی اونچی چوٹی پر لگادی گئی اور نہایت عجلت کے ساتھ فیر ہونے شروع ہو گئے کابلی لشکر جب نادرشاہ کی تاب مقابلہ نہ لاسکا اور گولہ باری سے نہایت عاجز و تنگ ہوا تو وہاں کا سردار شاہی درگاہ نام ملازمت نادری میں حاضر ہو کر طالب امن ہوا بادشاہ نے اُسے اپنی پناہ میں لے لیا۔ اور اسکی خطا معاف کردی ۔

اب لشکر نادری کابل کو عبور کرکے پشاور کی طرف متوجہ ہوا ناصرخاں جو شاہ ہندوستان کی طرف سے پشاور کا صوبہ تھا جب اُسے یہ خبر پہنچی تو اُسنے بڑی تیزی اور شتابی کے ساتھ یوسف زئی افغانوں اور وہ ان کے علاوہ اور بہت سے شجاع و بہادر پٹھانوں کو اکٹھا کرکے اپنے ساتھ متفق کرلیا اور درۂ خیبر بند کرنے جنگ کے لیے تیار ہو گیا نادرشاہ خیبر کے دروازہ کے بند ہوجانے اور اس کے علاوہ اور کوئی رستہ نہ پانے کی وجہ سے ایک مہینے اور چند روز تک درۂ خیبر کے اس طرف پڑا رہا اور اس مخالف طبع توقف نے اُسے سخت پریشانی میں ڈال دیا آخرکار ایک اورک زئی افغان جو سرور کے نام سے شہرت رکھتا تھا نادرشاہ کو بارہ ہزار جنگجو اور خونخوار سواروں کے ساتھ اُس مخفی اور چور رستے سے نکال لے گیا جس سے امیر تیمور کو ہندوستان میں لیگیا تھا۔ اب نادرشاہ غافل مقابل کی عین پشت پر جا کھڑا ہوا اور اپنے بہادر اور جان نثار سواروں کو یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ ناصرخان جو ابھی تک غفلت کی شراب میں سرشار تھا جب اُس نے دیکھا کہ نادری فوج پس پشت سے حملہ آور ہے تو اُس کے آنسے ہوش حواس جاتے رہے لیکن پھر بھی اُس نے نہایت جوانمردی اور استقلال سے خوب جمکر مقابلہ کیا اور پہلی ہی دفعہ کے مقابلہ میں نادری فوج کے قدم اکھیڑ دیے نادرشاہ نے جب اپنے لشکر میں تزلزل کے آثار محسوس کیے تو فوراً حریف کی فوج میں گھس پڑا اور خود بہت سے افغانوں کو اپنی خون آشام تلوار کے جوہر دکھائے اب جو شخص نادرشاہ کے قریب آیا موت کے گڑھے میں جا پڑا دشمن کا غول پھٹ گیا اور ایک بڑی گھمسان کی لڑائی ہونے لگی قریب دو گھنٹہ کے برابر جنگ ہوتی رہی اور ناصرخان زخموں سے چور چور ہو کر قید میں کرلیا گیا افغان شکست کھا کر بھاگے اور جنگ کا یہ پالا بھی نادرشاہ کے ہاتھ رہا۔

اسوقت نادرشاہ نے اپنی فوج کو للکار کر کہا کہ حریف کی فوج کا جو شخص سامنے پڑے اُسے فوراً قتل کردیا جائے اور بقیۃ السیف کا نہایت جاجلانہ حرکت کے ساتھ تعاقب کیا جائے چنانچہ ایسا کیا گیا اور یوسف زئی خاندان کے بارہ ہزار آدمیوں کے قریب تہ تیغ کرڈالے گئے۔ بدقسمت ناصرخاں ایک مدت تک نظربند رہا لیکن انجام کار نادر کے خسروانہ الطاف سے اُسکی جان بخشی ہوئی اور اُسکی بہادرانہ کوششوں نے نادرشاہ سے

سفارش کرکے نواح لاہور اور پشاور کابل کی حکومت اپنے نامور کرانی نادرشاہ پشاور کابل اور نواح لاہور کی حکومت ناصرخاں کے سپرد کرکے آگے بڑھا اور برابر کشت وخون کرتا ہوا ہندوستان کے دارالخلافہ شاہجہاں آباد میں آدھمکا +

نادرشاہ کے ہندوستان میں جنگ کرنے اور شاہجہاں آباد میں داخل ہونے کے واقعات چونکہ مشہور ومعروف ہیں اور سب نہیں تو اکثر باشندہ ہندوستان کم وبیش واقف ہیں اس لئے اُن کے لکھنے کی ضرورت نہیں یہی وجہ ہے کہ ہم اِن واقعات کو ناتمام چھوڑکر احمدشاہ درّانی کے کچھ حالات قلمبند کرتے ہیں۔

ابتداء میں احمدشاہ درّانی کے آباؤاجداد اپنے قدیم اور مالوف وطن شہر ملتان سے نکلکر ہرات میں پہنچے اور اپنی عظمت وبہادری کے وسیلہ سے رئیس قوم قرار دئیے گئے۔ احمدشاہ ملتان ہی میں پیدا ہوا تھا اور ابھی نہایت کم سن تہا کہ اُسکا باپ محمد زماں اپنے ساتھ ہرات وقندھار میں لیگیا اور جب ابتدائی عمر کے مرحلے طے کرکے سن بلوغ کو پہنچا تو نادرشاہ کے سلسلۂ ملازمت میں داخل ہوا چونکہ ابتدا سے ذہن سلیم اور طبع رسا رکھتا تھا لہذا بہت تہوڑے عرصہ میں وہ ترقی حاصل کی کہ نادرشاہ جیسے نخوت شعار وضدی بادشاہ کو اپنا گرویدہ کرلیا اور نادرشاہ کے حضور میں اس سے وہ وہ خدمات بلند اور تردوات ارجمند ظہور میں آئیں کہ جو بارہ ہزاری کے تقرب کا معزز عہدہ حاصل کرلیا۔ نادرشاہ اِس کے کارنمایاں سے نہایت خوش تہا اور اکثر دربار عام میں اپنے امرا اور ندما کے روبرو فرمایا کرتا تہا کہ احمدشاہ ایک ایسا ستودہ خصال اور ہونہار جوان ہے جسکی نظیر میں ایران وتوران اور ہندوستان کے کسی طبقہ میں نہیں پاتا اگر میرا خیال غلطی پر محمول نہ کیا جائے تو میں صاف طور پر کہتا ہوں کہ جو پولٹیکل قابلیتیں احمدشاہ میں مضمر ہیں اُس کی نظیر سے دنیا خالی نظرآتی ہے۔

الغرض نادرشاہ کو احمدشاہ سے وہ اتحاد وارتباط پیدا ہوگیا جو ایک عظیم الشان بادشاہ کو اپنے قابل اور اہل دربار السلطنت سے ہوتا یا مہربان باپ کو لائق ومعزز اولاد سے ہوا کرتا ہے چنانچہ اب سے یہ قاعدہ ہوگیا تھا کہ جب نادرشاہ اپنے خیمہ گاہ اور سراپردہ سے احمدشاہ کو رخصت کرتا تو اُسکی حفاظت ونگرانی کیلئے چار پانچ ابدالی سوار جو نہایت تجربہ کار اور بہادر وشجاع ہوتے اسلئے مقرر فرماتا کہ احمدشاہ کو نہایت احتیاط سے اُسکے گہر پہنچادیں۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ نادرشاہ زرنگار جڑاؤ کرسی پر بیٹھا ہوا تفریح لے رہا تھا کہ دفعۃً احمدشاہ چلا آیا اور اُسکے سامنے مودب کہڑا ہوگیا نادرشاہ کی جونہی نظر پڑی ایک نہایت بشاشت انگیز لہجہ

میں بولا کہ احمد شاہ آگے آؤ احمد شاہ نے قوانین آداب ظاہر کرکے آگے قدم رکھا اور بہ دست بستہ کھڑا ہوگیا نادر شاہ نے دوبارہ فرمایا کہ ذرا اور قریب آؤ مجھے اسوقت تم پر ایک خاص رمز کا انکشاف کرنا منظور ہے جب احمد شاہ نہایت عجز و ادب کے ساتھ بادشاہ کے بالکل قریب ہوگیا۔ تو نادر شاہ نے متانت کی آواز میں کہا کہ اے احمد یاد رکھنا چاہیئے کہ میرے دنیا سے منہ موڑنے کے بعد سلطنت کی باگ تیرے ہاتھوں میں آئے گی اور تو ایک نہایت ہی باعظمت بادشاہ کہلایا جائے گا لیکن تجھے اسوقت میری یہ محبت و احسانات نسیاً منسیاً نکرنے چاہییں۔ بلکہ جہاں تک بن پڑے میری اولاد کے ساتھ نیکی سے پیش آنا اور حسن سلوک کی رعایت رکھنا چاہیئے۔

نادر شاہ کی یہ قبل از وقت پیشین گوئی سنکر احمد شاہ بالکل سن پڑ گیا اور تھرتھرانی ہوئی زبان سے یوں گویا ہوا کہ قربانت شوم اگر جناب اقدس کو فدوی کا قتل کرنا منظور ہے تو (قدموں میں سر ڈالکر) یہ سر حاضر ہے اور اس قسم کی باتیں فرمانے کی کوئی ضرورت نہیں نادر شاہ بولا کہ نہیں نہیں میں سچ کہتا ہوں کہ تو میرے بعد بادشاہ ہوگا اور ایران و توران ہی کا نہیں بلکہ ہندوستان وغیرہ کے تخت و تاج کا بھی وارث قرار دیا جائے گا میں تجھسے منت کہتا ہوں کہ میری اولاد کے ساتھ نیکی کیجو اور میرے حقوق کی نگاہداشت انکی نسبت مرعی رکھیو چنانچہ انجام کار ایسا ہی ہوا۔ نادر شاہ کی اس پیشینگوئی کو اگر اسکی کرامت پر محمول کیا جائے تو بیجا نہوگا کیونکہ اسکے انتقال کے بعد ہی احمد شاہ تخت سلطنت پر جلوہ آرا ہوا جیسا کہ آپ کو عنقریب نہایت وضاحت سے معلوم ہوگا بہرحال احمد شاہ نے نادر شاہ کے اس معجز نظام کلام کے نقوش دل پر کندہ کر لیئے اور نادر کے انتقال کے اسکی اولاد کی تواضع و تکریم میں انتہا سے زیادہ کوشش کی اور تسلی و دلجوئی میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی یہانتک کہ مشہد مقدس رضا قلی میرزا کے بیٹے نادر شاہ کے پوتے شاہرخ میرزا کی تفویض میں کردیا اور اوسکے تمام اختیارات وسیع کر دیئے اور خود اسکی معاونت و مددگاری میں مصروف رہا۔ شاہرخ میرزا سلطان حسین صفوی کی چہیلی اور پیاری لڑکی فاطمہ سلطان بیگم کے بطن سے پیدا ہوا تھا جو نہایت ہی بیدار مغز اور ہوشیار لڑکا تھا۔

احمد شاہ کے انتقال کے بعد جب اسکا فرزند تیمور شاہ تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا تو اس نے بھی عہود و مواثیق نادری کے مطابق شاہرخ میرزا کی اولاد سے اچھا برتاؤ کیا اور شاہرخ مرزا کے مرنے کے بعد جو اسکی اولاد قوم کی قید میں گرفتار ہو چکی تھی تیمور شاہ نے نہایت مستعدی سے اس جھگڑے کو پاک کیا اور ان جفا کشوں مظلوموں کو قید سے رہائی دی اور بدستور سابق مشہد مقدس میں پہنچا کر وہی اختیارات مفوض کیے یہانتک

تیمور شاہ نے شاہرخ میرزا کی ایک پری جمال لڑکی کو اُسکے بھائیون کی درخواست پر اپنے نکاح مین لیلیا اور محل کی تمام بیگمات کا اُسے سرتاج بنایا الغرض احمد شاہ ابدالی کی خاندان سے نادرشاہ کی اولاد کے ساتھ کبھی کسی قسم کی کوئی بیجا بات نہین کی بلکہ اُنکی عزت و توقیر مین کوئی دقیقہ اُٹھا نرکھا حتے کہ سنہ ۱۲۱۲ ہجری تک خاندان احمد شاہی کی طرف سے دودمان نادری کی نسبت یہی سلوک و رعایت دائم و قائم رہی۔

احمد شاہ ابدالی کا خراسان سے سریر جہانبانی پر جلوہ آرا ہونا

جب نادر شاہ مذاہب کی خوب تحقیق و چھان مین کرچکا اور اپنے فرزند رضا قلی میرزا کو نابینا کرکے ایک گوشہ مین بٹھا دیا تو اب اُسکے مزاج پر انتہا درجہ کی وحشت و قہاری غالب ہوئی قوم قزلباش اور افشار کا جانی دشمن ہوگیا اور اُنہین دنیا سے مٹا دینے کا حیلہ ڈہونڈہنے لگا قوم قزلباش اور افشار کی گستاخیان اُنکے استیصال و قتل کیلئے اور بھی محرک ہوئین چنانچہ اب اُسکا یہ روزانہ مشغلہ ہوگیا کہ ہر روز دس پانچ قزلباشون کو گرفتار کرلیتا اور بے وجہ و بے جرم قتل کرڈالتا۔ قوم قزلباش جب اس ظلم کی برداشت نہ کرسکی تو علی قلی خان حاکم ہرات سے سازش کرکے نادر شاہ کے قتل کردینے پر مستعد و آمادہ ہوگئی سنہ ۱۱۶۰ ہجری مین جب نادری جھنڈے فتح آباد کی طرف اُٹھے تو بادشاہ نے بڑے اہتمام کے ساتھ اپنی فوج کو مسلح کیا اور بڑی جاہ و جلال کے ساتھ اُس طرف چڑھائی کی راستہ مین جو قافلے ملتے تھے متفق اللفظ بیان کرتے تھے کہ قوم قزلباش آپ کی سخت مخالف ہے اور نہ صرف مخالف بلکہ خون کی پیاسی ہے مگر نادر شاہ فوج کی کثرت پر اس قدر مغرور تھا کہ اُسے مطلقاً پروا نہ تھی وہ برابر بڑھتا ہوا فتح آباد کی حد تک پہنچ گیا گیارھوین جمادی الاخری سنہ ۱۱۶۰ شب یکشنبہ کو محمد خان قاجار ایروانی اور موسی بیگ ایرادی افشار طلحانی اور کوچہ بیگ افشار رومی۔ محمد صالح خان قرقلوئی اور محمد قلیخان افشار رومی کشکچی باشی وغیرہ کی صلاح سے ٹھیک آدھی رات کے وقت نہایت جرأت و دلیری کے ساتھ نادر شاہ کی خوابگاہ مین گھس گئے اور جس سر کو دنیا کے باغی و سرکش اور بڑے بڑے متکبر لوگ سجدہ کرتے تھے بے دھڑک کاٹ ڈالا اور عام بددلی پھیلانے کی غرض سے نادری لشکر مین پھینک دیا۔

نادر شاہ کے یون غفلت و بیخبری کی حالت مین قتل ہوتے ہی خدام حرم سرائے نادری نے احمد شاہ کو خبر دی اور وہ فوراً تین ہزار ابدالی سوارون کا دستہ جو بالکل مسلح و مکمل تھا تیار کرکے تمام رات گھوڑے کی پیٹھ پر منتظر صبح کھڑا رہا صبح ہوتے ہی اوباش افشاریہ اور فتنہ انگیزان قزلباشیہ سے عام لڑائی شروع کردی احمد شاہ کی

فوج نے قزلباشون کے میمنہ اور میسرہ پر اس زور سے حملہ کیا کہ پہلے ہی حملے مین اُن کے قدم اُکھڑ گئے تاہم اُنکا افسر بذات خود ثابت قدم رہا اور دوبارہ فوج کو ترتیب دیکر مستعد جنگ ہوا - احمد شاہ نے اپنی فوج کے دستہ کی معیت مین اہل علم پر ایک اور پرزور حملہ کیا اور اس کے متواتر اور پے در پے حملون نے علم بردارون کی صفین اولٹ دین پھر تو قزلباشون مین ایسی ہلچل پڑی کہ ساری فوج ابتر ہو گئی اسی ہنگامہ مین باغیون کے افسر احمد شاہ کے جگر خراش تیرون سے قتل ہوئے اور احمد شاہ نے قطعی فتح حاصل کی مخالف کا لشکر بھاگتے وقت جو مال واسباب معرکۂ جنگ مین چھوڑ گیا تھا احمد شاہ کے حکم سے سب لشکر نادری کو دیدیا گیا اور اب احمد شاہ قندھار کی طرف روانہ ہوا

بیان کیا جاتا ہی کہ اِس سے تین سال پیشتر صابر شاہ نام درویش باشندۂ لاہور نادر شاہ کے لشکر مین وارد ہوا اُسکا قاعدہ تہا کہ اکثر اوقات ٹاٹ کے چھوٹے چھوٹے خیمے تانتا اور بہت سے گھوڑے اُنکے آگے باندھکر بچون کی طرح کھیل مین مشغول رہتا احمد شاہ جب نادر شاہ کو سلام کرنے اُس طرف سے گذر کر جاتا تو آمد و رفت مین اِس درویش کو بھی سلام کرتا جسکے جواب مین درویش کہا کرتا کہ احمد خان یہ سب سامان تیری سلطنت کے لئے تیار ہو رہے ہین اور اب کوئی دن جاتا ہے کہ مین تجھے بادشاہ بناتا ہون اِن باتون سے احمد شاہ کو درویش کی خدمت مین بہت کچھ عقیدت ہو گئی اور وہ اکثر اُسکے پاس نشست و برخاست کرنے لگا چنانچہ جس روز نادر شاہ قزلباشون کے ہاتہ سے قتل ہوا احمد شاہ درویش کو اپنے ہمراہ لیکر روانہ قندھار ہوا اور نہایت جلادت و تہوری کے ساتہ اُس پرشور اور خطرناک موضع سے اپنے تئین بچالایا - جب نادری لشکر سے ایک دو منزل کا فاصلہ رہگیا تو درویش نے ایک نہایت ہی پرجوش مسرت کے لہجہ مین کہا کہ احمد شاہ اب تو بادشاہ ہوا خسروی تاج خوشی سے اپنے سر پر رکھ احمد شاہ نے عاجزی کے آواز مین عرض کیا کہ حضرت امین لیاقت سلطنت اور اسباب حشمت نہین رکھتا درویش نے فوراً مٹی کا ایک چبوترہ بناکر کہا احمد شاہ یہان بیٹھ یہ تیرا تخت سلطنت ہی یہ کہکر جھٹ احمد شاہ کا ہاتہ پکڑ چبوترہ پر بٹھا دیا اور ساتہ ہی ہری گھاس کا ایک مٹھہ سر پر رکھکر کہا یہ تیرا جیغہ خلافت ہے اور آج سے تیرا لقب شاہ درانی ہے چنانچہ احمد شاہ نے اُسی روز سے اپنی قوم کو درانی کے لقب سے پکارنا شروع کیا حالانکہ اِس سے پیشتر ابدالی خطاب کے ساتہ مشہور تھی اور اُسکے ساتہ ہی اپنے تئین احمد شاہ دُرّانی کے ساتہ شہرت دی اسوقت احمد شاہ کے ساتہ چار ہزار آدمی تھے جو اُسپر اپنی جان و مال فدا کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ

رہتے تھے۔ درویش مذکور کی تقریر یا سبق کا احمد شاہ پر یہ اثر پڑا کہ اُسکے دل مین ملکداری کا خیال گدگدایا اور اُسنے اپنے ہمراہیون کو مناصب اور خطاب دینے شروع کئے شاہ ولیخان کو جو ایک نہایت مدبر اور منتظم شخص تھا اور احمد شاہ کی پسینہ کی جگہ اپنا عزیز خون پانی کی طرح بہا دینا بالکل آسان سمجھتا تھا اشرف الوزرا کا خطاب اور وزارت کا معزز منصب عنایت فرمایا اور سردار جہان خان کو جو شجاعت و بہادری مین اپنا نظیر نہ رکھتا تھا خانخانان کا خطاب اور افواج کی گورنری کا عہدہ مرحمت کیا شاہ پسند خان کو امیر لشکر مقرر کیا اور اسی طرح ہر شخص کو اُسکے حوصلہ کے بموافق مختلف خدمات و مراتب سے سرفراز فرمایا۔ جب احمد شاہ ان تمام باتون سے فارغ ہو چکا تو ہرات کی طرف بڑھا اور کوچ بکوچ نواح ہرات پر بے دھڑک آ دھمکا مگر کسی مصلحت خاص کی وجہ سے یہان کے شہر و قلعہ کو تسخیر کئے بغیر راہ ہرات سے مُنہ موڑکر نادر آباد قندہار کی طرف رخ کیا جو نادر شاہ کا دار الخلافہ تھا ہرات سے تعرض نہ کرنے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ احمد شاہ کو اپنے ہمراہیون پر پورا بھروسہ نہ تھا اور اُسے ابھی تک اس بات کے اندازہ کرنیکا کافی موقع نہ ملا تھا کہ اُسکا دلی خیر خواہ و دردمند کون ہی اور منافق کون اتفاق سے اُسی زمانہ مین نقی خان آختہ بیگی جو سرداران نادری مین ایک بڑا نامور شخص تھا اور نواب ناصرخان حاکم کابل و پشاور اپنے ملک کا مداخل و خراج فراہم کر کے نادر شاہ کے پیش کرنے کے لئے لائے تھے یہ لوگ جب قندہار کے قریب پہنچے تو راہ کی رفع ماندگی کی وجہ سے ایک مقام پر چند روز تک قیام کیا ادہر احمد شاہ نے قندہار مین نزول اجلال فرمایا ڈھنڈورچیون نے بموجب حکم سلطانی نادر شاہ کے مقتول ہونے اور احمد شاہ کے تخت سلطنت پر جلوہ آرا ہونے کی خبر ہر چھوٹے بڑے جوان بوڑھے کے کان مین پہونچائی چنانچہ ناصرخان کی ہمراہی مین جسقدر اموال و خزائن تھے سب احمد شاہ کی سرکار مین ضبط ہوئے اور خود ناصرخان نظربند ہوگیا لیکن اسکے چند روز بعد ہی باریاب مجرا ہوا اور کچھ عرصہ گذرنے پر بقول بعض مورخین فرار ہوگیا اور بقول بعض بموجب حکم احمد شاہ رہائی پاکر پشاور مین پہنچا اور اپنی افواج کو فراہم کر کے شورش و بغاوت کی آگ ہر چہار طرف بھڑکائی۔ احمد شاہ نہایت اطمینان کے ساتھ مراسم جلوس مین مشغول ہوا اور اپنے امرا و رفقا کو مراتب بلند اور مناصب ارجمند اور خلعت فاخرہ اور جیغہ مرصع سے سرفراز فرمایا اور دراہم و دینار پر باین مضمون سکہ ضرب کیا **شعر سکہ**

حکم شد از قادر بیچون باحمد بادشاہ * سکہ زن بر سیم و زر از موج ماہی تا بماہ

اور مہر خاص مین یہ عبارت کندہ تھی "الحکم للہ یا فتاح احمد شاہ دُرِ درانی" ناصرخان کے رفقا مین سے

ایک شخص ناقل ہے کہ ایک دن مین اپنے آقا کے ساتھ قندھار مین احمد شاہ درانی کے دربار مین گیا دیکھا کہ احمد شاہ تخت پر بیٹھا ہے اور عجب شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ بیٹھا ہے اُسکی گود مین ایک سروپا برہنہ اور تن عریان درویش لیٹا ہوا ہے جسکا سارا جسم خاک آلود ہے درویش لحظہ بلحظہ احمد شاہ کی کان اور ناک مین اونگلی دیکر اپنی طرف کھینچتا اور بار بار کہتا ہے کہ اے افغان تو نے دیکھا مین نے تجھے کس طرح بادشاہ بنا دیا احمد شاہ ہے کہ نہایت عجز و نیاز کیساتھ اُس سے باتین کرتا اور اُسکے خلق انداز ہونے سے ذرا چین بجبین نہین ہوتا ہے مین نے وہان کے لوگون سے اُس درویش کا نام و پتا پوچھا تو کہا اُسکا نام صابر شاہ ہے یہی وہ درویش ہے جو پندرہ روز کے بعد لاہور مین اپنے خویش واقربا سے ملنے آیا اور مجذوبون کی طرح کوچہ و بازار مین ٹہرلگاتا پھرتا تھا کہ مین احمد شاہ درانی کا عالیشان جھنڈا یہان گاڑون گا اور اُسکے مہیب و خطرناک پھریرے بڑی زور شور سے اس زمین پر اڑین گے۔

کچھ مدت کے بعد لاہور کے صوبدار شہنواز خان ابن بہادر زکریا خان نے صرف نفسانی تعصب اور جہل و نادانی کی وجہ سے مظلوم درویش کو قتل کروا ڈالا لیکن اس واقعہ کے بعد اُسے بہت تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ سرگردان و پریشان ہو کر گھر سے نکل گیا اور نہایت ہی ذلت و بُری حالت مین جان دی احمد شاہ درانی درویش کے شہید ہونے کے بعد اُسکے بھائیون اور عزیزون کی انتہا درجہ کی توقیر و عزت کرتا تھا اور سر دربار اُنہین تعظیم دیتا تھا۔

الغرض جب احمد شاہ درانی قندہار کے انتظام سے فارغ ہوا اور تمام قبائل درانیہ سے اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر عہد و پیمان لے چکا تو ناصر خان کی تنبیہ و تادیب اور کابل و پشاور کی تسخیر کے ارادہ سے اُس طرف روانہ ہوا۔ جب احمد شاہی جھنڈے وارد غزنی ہوئے تو وہان کا حاکم جو نادر شاہ کی طرف سے متعین تھا آمادہ جنگ ہوا مگر احمد شاہ کے اول ہی حملہ مین شکست فاش کھا کر بھاگا احمد شاہ نے غزنی کی حکومت اپنے ایک معتمد کے تفویض کی اور خود کابل کی طرف بڑہا کابل کا حاکم جو ناصر خان کا متعین کیا ہوا تھا افواج احمد شاہی کی تاب مقابلہ نہ پاکر پشاور کی طرف فرار ہو گیا۔ اسے احمد شاہ کی خوش قسمتی کہنا چاہئے کہ بغیر کسی مزاحمت کے کابل فتح ہو گیا چنانچہ وہ نہایت شان وشوکت اور فر دولت کے ساتھ داخل کابل ہوا اور وہان کے تمام باشندون نے خلوص دلی کے ساتھ اُسکے آگے گردن تسلیم خم کر دین۔ کابل کے نظم و نسق کے بعد احمد شاہ درانی نے اپنی عنان توجہ پشاور کی طرف موڑی ہنوز احمد شاہی لشکر راستہ ہی مین تھا کہ ناصر خان مستعد

جنگ ہوگیا اور پشاور سے نکلکر کسی کھلے میدان مین مقابلہ کرنا چاہا چنانچہ بڑی عجلت اور تیزی کے ساتھ
فوج کو طیاری کا حکم دیا اور نہایت جاہ و حشم کے ساتھ پشاور سے نکلکر آگے قدم بڑھایا کوچ کے دن فوج
اس سر و سامان اور شان و شوکت سے نکلی کہ پشاور کے بڑے بڑے معمر اور سن رسیدہ جو فوجی جاہ و حشم کے
ہزارون تماشے دیکھ چکے تھے حیرت زدہ ہوگئے۔

ناصر خان اس کرّ و فر اور جاہ و جلال کے ساتھ ملک دوآبہ عشق نگر جو پشاور سے شمالی جانب مین سولہ میل کے
فاصلہ پر واقع ہے پہنچا اور اول عبد الصمد خان محمد زئی پر جو اس ملک کا رئیس تھا اور پشاور کے عمدہ زمیندارون
مین شمار کیا جاتا تھا حملہ آور ہوا مگر خفیف سی جنگ کے بعد عبد الصمد خان یہ خبر پاکر کہ احمد شاہ درانی پشاور کیطرف
قدم بڑھائے چلا آرہا ہے دوآبہ سے فرار ہوکر شاہی لشکر کی طرف روانہ ہوا ناصر خان نے نہایت بیباکی اور
سفاکی کے ساتھ اسکے پس ماندگون کو قتل کر ڈالا اور پھر پشاور کی طرف اُلٹے قدمون لوٹ گیا۔ عبد الصمد خان جلال آباد
کے قریب پہنچکر سردار جہانخان خانخانان سے ملا جو احمد شاہ کا مقدمۃ الجیش تھا اور دونون ملکر پشاور کیطرف
بڑھے اب پشاور اور اُسکے تمام اطراف مین افواج قاہرہ شاہی کی خبر بڑی دہشتناکی سے عام طور پر پھیل
گئی اور ناصر خان پر کچھ ایسا رعب پڑا کہ وہ پشاور سے بھاگ کر اور اٹک سے دریا رسندہ کو عبور کرکے ملک چھچھ
ہزارہ مین پناہ گزین ہوا اور احمد شاہ فتح و فیروزی کے ساتھ داخل پشاور ہوا۔

سرداران ملک اور نواح پشاور کی قوم افاغنہ ملازمت شاہی مین حاضر ہوئی اور بڑے بڑے ذی اقتدار
حاکم و فرمانروا آستانہ شاہی کو چومنے لگے سرکش اور متکبر افاغنہ نے احمد شاہ کی اطاعت پر سر تسلیم خم کردیے
اور تمام ملکی سردارون کی گردنین اُسکے حکم پر جھک گئین۔ احمد شاہ نے ناصر خان کی تنبیہ کے لیے سردار
جہانخان کو ایک بڑی خونخوار اور جرار فوج دیکر ملک چھچھ ہزارہ کی طرف روانہ کیا لیکن جب جہانخان دریائے
سندہ کو عبور کرکے ملک چھچھ ہزارہ پہونچا تو نامرد ناصر خان اُس کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور فوراً لاہور کی
طرف بھاگ کھڑا ہوا اُسکے فرار ہونے کے بعد جسقدر مال و اسباب باقی رہگیا تھا سب افواج شاہی کے
ہاتھ مین بطور غنیمت آیا اور سردار جہانخان مظفر و منصور پشاور کی طرف واپس آیا۔ سردار جہانخان کے
آنے کے بعد احمد شاہ بعض ضروری امور کی وجہ سے پشاور کو چھوڑکر قندہار مین آیا اور بعض ممالک خراسان کی
تسخیر کی جانب مشغول ہوا۔

احمد شاہ دُرانی کا ہندوستان کیطرف متوجہ ہونا

جب احمد شاہ دُرّانی ملک قندہار اور کابل و پشاور اور بعض ملک خراسان کے انتظام سے فراغت حاصل کر چکا تو ہندوستان کا خوشنما منظر نہایت دلفریبی کے ساتھ اُسکی نظرون مین سمایا اور ۱۱۶۱ھ ہجری مین ایک جرار و خونخوار فوج اور بہت سے نامور و مشہور افسرون کو ساتھ لیکر ہندوستان کی طرف بڑہا کشتیون کے پلون کے ذریعہ سے دریائے سندہ دریائے جہلم و چناب جو پنجاب مین بڑے دریا کہلائے جاتے ہین عبور کرتا ہوا نہایت تیزی کے ساتھ لاہور مین آداخل ہوا اس سفر مین احمد شاہ کی جلو مین علاوہ پیادون کی خونریز افواج کے بارہ ہزار سفاک سوار تھے جنہون نے بڑے بڑے معرکون مین بہادری و شجاعت کے نمایان جوہر دکھائے تھے ان دنون لاہور کی حکومت شہنواز خان ولد خان بہادر زکریا خان کے نامزد تھی جو نواب قمرالدین خان وزیر کا ہمشیرزادہ تھا اسنے اپنے بڑے بھائی یحییٰ خان کو شکست دیکر اُسکے تمام ملکی و مالی حقوق اپنے قبضہ مین کر لیے تھے اور بجائے اُس کے خود مختار و متصرف بنگیا تھا جب احمد شاہ کی آمد آمد کی خبر اُس کے گوش گذار ہوئی تو اُسنے پادشاہ ہندوستان محمد شاہ کے حضور مین ایک عرضی باین مضمون لکھی کہ احمد شاہ درانی ایک نہایت خونخوار فوج کے ساتھ بڑی غضبناکی سے ادہر بڑہا چلا آرہا ہے اگر حضور اُسکے مقابلہ کے لیے تھوڑی فوج روانہ کرین تو کمترین نہایت مستعدی اور ثابت قدمی کے ساتھ مخالف کی قوت و شوکت کو توڑ دے شہنواز خان کی یہ عرضداشت پہونچتے ہی محمد شاہ نے فوج کی طیاری کا حکم دیا لیکن ابھی شاہجہان آباد سے فوج روانہ نہین ہوئی تھی کہ شاہ درانی نواح لاہور مین آموجود ہوا۔

احمد شاہ درانی کی فتوحات کی شہرت عام ہوتی جاتی تھی اور ملک مین اُسکا اقتدار روز بروز بڑہتا جاتا تھا شہنواز خان پر دُرّانی افواج کا رعب داب پہلے ہی پڑ چکا تھا اور شاہ ہندوستان سے جس کمک اور امداد کی اُسے امید تھی اُسکا ہنوز ظہور نہ ہوا تھا اسلیے شہنواز خان درانی فوج کی ہیبت سے بغیر جنگ کیے روانہ شاہجہان آباد ہوگیا اور اِس پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت مین روانہ ہوا کہ تمام مال و اسباب اور آلات جنگ یعنی توپ زنبورک بان وغیرہ ساتھ لینے کی فرصت تک نہین ملی احمد شاہ درانی بے کھٹکے لاہور مین گھس آیا اور جس قدر مال و اسباب اور آلات حرب شہنواز خان چھوڑ گیا تھا سب سرکار شاہ درانی کے قبضہ مین آئے جینو اور رامو وغیرہ نے اپنے سر شاہ درانی کی اطاعت پر جھکا دیے

اور کوہستانی راجاؤں نے حضور شاہی میں وکلا روانہ کرکے گردن تسلیم خم کردیں تمام پنجاب کی نہ صرف رعایا اور زمینداروں نے بلکہ بڑے بڑے رئیسوں اور حکام نے بادشاہی اطاعت کا حلقہ کان میں ڈالا اور دل سے مطیع و منقاد ہو گئے۔

محمد شاہ بادشاہ کو جب یہ خبر پہونچی کہ احمد شاہ دُرانی لاہور میں آگیا ہے اور اُس طرف کے تمام رؤسا اور زمینداروں نے اُس سے سازش کر لی ہے تو اپنے فرزند رشید شہزادہ عالیجاہ احمد شاہ کو نواب قمر الدینخان وزیر الممالک اور نواب ابو المنصور خان مظفر جنگ اور عظام دولت کے بڑے بڑے امرا اور امیروں کی معیت میں روانہ لاہور کیا یہ لڑھائی سو امرا تھے جن میں اکثر کمانیر اور جنرل نہایت ہی بہادر اور شجاعت میں بینظیر تھے جو جنگ سے پیشتر نتیجۂ جنگ نکال لینے میں مہارت تامہ رکھتے تھے الغرض محمد شاہ بادشاہ نے اپنے فرزند رشید کی ہمراہی میں بے شمار افواج اور آتشبار توپخانے اور تجربہ کار افسر روانہ کئے جب یہ لشکر اس جاہ و حشم کے ساتھ ہندوستان کے دارالخلافہ شاہجہان آباد سے روانہ ہوا تو جے پور کا راجہ کیسری سنگھ جو ہندوستان کے تمام راجاؤں میں نامور اور مشہور بہادر تھا فوج کثیر کے ساتھ لشکر شہزادہ میں آشریک ہوا ادہر اطراف سندہ کے زمیندار جیسے جمال خان تالپری اور راے کلہ زمیندار چکراوان اور آلہ سنگھ جاٹ زمیندار پٹیالہ وغیرہ راستہ میں آملے اور فوج شاہی میں بھرتی ہو گئے علاوہ ازیں علی محمد خان روہیلہ کے فرزند عبداللہ خان اور فیض اللہ خان جو تیر اندازی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے نواب وزیر الممالک کے ہمرکاب تھے۔

جب افواج ہندوستان نواح سرہند میں پہونچی تو نواب قمر الدین خان وزیر نے اپنی اہل و عیال اور حاجت سے زائد سامان کو قلعہ سرہند میں چھوڑا اور اُنکی حفاظت و نگرانی کیلئے فوج کا ایک مختصر سا دستہ متعین کیا علی محمد خان روہیلہ جو بادشاہ ہندوستان کی طرف سے سرہند کا حاکم تھا شاہ درانی کے ادہر متوجہ ہونے کی خبر سنکر پہلے ہی سے سرہند چھوڑ چکا تھا اور دریاے جون کو عبور کرکے سہارنپور کے راستہ سے روانہ آنولہ ہوکر اپنے وطن مالوف بسولی میں پہونچ چکا تھا۔ نواب قمر الدین خان جب اہل و عیال اور احمال و اثقال کیطرف سے مطمئن ہوگیا تو افواج بحر امواج کو کوچ کا حکم دیا اور متوجہ ماچھی واڑہ ہوا۔ شاہ درانی نے یہ خبر پاکر فوج کو طیاری کا حکم دیا اور لاہور سے نکلکر لشکر ہندوستان کی راہ سے کترا کر برق و آندہی کی طرح سرہند کی طرف چپٹا اور نہایت جلادت و بہادری سے قلعہ پر قبضہ کرکے اُس اسباب و مال پر متصرف ہوگیا جسے قمر الدین خان نہایت حفاظت سے یہاں چھوڑ گیا تھا۔

شاہ درانی جب قلعۂ سرہند کے انتظام سے فارغ ہوا تو اپنا لشکر سرہند مین چھوڑا اور عبد اللہ خان ارد و باشی کو یہان کا حاکم مقرر کرکے علی محمد خان کے لڑکون اور تھوڑی سی فوج کو ہمراہ لیکر لشکر ہندوستان کے مقابلہ کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا نواب قمرالدین خان یہ خبر پاکر سخت پریشان ہوا اور سراسیمانہ روانۂ سرہند ہوگیا قصبہ مانوپور مین جو سرہند سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے دونون لشکرون کی مٹھ بھیڑ ہوئی تھوڑی دیر تک خفیف سی جنگ رہی آخر کار کیسری سنگہ ستر ہزار زرہ پوشون کو ہمراہ لیکر فوج درانی کے مقابل ہوا اس مین فوج ابدالی کی شمشیر کی تاب کہان تھی پہلے ہی حملہ مین قدم اُکھڑ گئے اور نہایت نامردانہ طریق سے معرکہ جنگ کو خدا حافظ کہکر بھاگا کیسری سنگہ کے لشکر کی اس بزدلی اور نامردی سے افواج ہندوستان مین عام بددلی پیدا کردی اور انہین نتیجہ جنگ سے ثابت ہوگیا کہ بس اب خیر نہین ہے پور کا لشکر معرکہ جنگ سے ایسا بیحواس اور پریشان ہوکر بھاگا کہ اپنے وطن اصلی جے پور کے علاوہ راستہ مین کہین دم نہین لیا اور دارین کی زرد روئی کا داغ ہمیشہ کے لئے پسند کیا حالانکہ قوم راجپوت کا عام قاعدہ تھا کہ زرہ پہلنے کے بعد میدان جنگ سے منہ پھیرنا نہایت شرمناک بات سمجھتے تھے - الغرض پورے سولہ دن تک میدان کارزار گرم رہا اور سارا جنگل بہادرون کی خونون سے سرخ ہوگیا سترہوین دن بڑے معرکہ کی جنگ ہوئی اور صبح سے شام تک طرفین کے جانبازون نے میدان جنگ سے منہ نہین موڑا اس لڑائی مین ہزارون آدمی مقتول ہوئے اور ہزارون زخم کاری کھاکر قریب المرگ دوسرے دن صبح کے وقت ایک جانستان گولہ درانی توپخانہ سے نکلکر نواب قمرالدین خان وزیر السلطنت کے خیمہ پر پڑا جس سے وزیر السلطنت کا خاتمہ ہوگیا - اس روئداد کو عجائبات مقدرات الٰہی سے شمار کرنا چاہیے کہ گولہ ہزار ہا خیمون کو چھوڑکر اجل ناگہانی کی طرح خیمہ وزیر پر ٹپکا اور فوراً اُسکا کام تمام کردیا - وزیر السلطنت کے فرزند میر منو کو جب اس جانگزا واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ اپنے باپ کی لاش پر آیا اور گریہ وزاری شروع کی لیکن احمد خان پنجہزاری منصبدار شاہی نے اسکی بہت کچھ تسلی کی اور ڈھارس بندہانے والے الفاظ مین کہا کہ یہ وقت گریہ وزاری کا نہین ہے اُٹھو اور کمر ہمت مردانہ باندہکر غنیم سے جنگ کرو اور اُسے شکست دیکر آبائی شجاعت وبہادری کا تازہ ثبوت دو - الغرض معین الملک یعنے وزیر السلطنت کے فرزند میر منو نے وزیر کی خبر فوت کو مخفی رکھا اور تمام سردارون اور فوجون کے ساتھ سوار ہوکر درانی لشکر کا بڑے زور سے مقابلہ کیا لڑائی کا یہی حصہ سب سے زیادہ خطرناک تھا اور دونون طرف کے لشکرون کی آنکھین قطعی فتح پر لگی ہوئی تھین درانیون نے

عین حملہ کے وقت اُن تمام ارابہ بانوں کو باروت سے پر کیا جو شہنواز خان صوبدار لاہور کے ضبطی
اموال مین انکے ہاتھ لگی تہین لیکن چونکہ اُن کے سر کرنے کا طریقہ نجانتے تھے اسلئے اُن کے رخ پہیر کر
فوج مخالف کی طرف دفعۃً سب مین آگ دیدی بانوں نے لشکر درانی مین گردش کرنی شروع کی اور بجلی کیطرح
آن کی آن مین بہت سے آدمیون کو جلاکر خاک کردیا۔ اس حادثہ نامصیبت کے وقوع سے درانی
غایت ہراس سے بہاگ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ ایک بلائے بیدرمان ہے جو ہندوستان آئی
اور شاہ کو شاہ کو کہتی پھرتی ہے یعنے ہمارے بادشاہ کو ڈہونڈتی ہے غرضکہ درانی فوج کا سارا انتظام درہم
برہم ہوگیا اور اکثر فوجی افسر معرکہ جنگ کو چھوڑ کر بہاگ کھڑے ہوئے تاہم احمد شاہ نہایت استقلال کے
ساتھ ثابت قدم رہا لیکن جب اُسنے دیکھا کہ اس وحشتناک موقع پر کوئی بھی ساتھ نہین دیتا تو صف شکن
غلاموں سے عہد و پیمان لیکر علی محمد خان کے فرزندون سمیت روانہ ولایت ہوا اور یلغار کرتا ہوا اپنے دارالخلافہ
مین آپہونچا۔ عقب سے عبداللہ خان اردو باشی سرہند سے اردوی شاہی کو ساتھ لیکر روانہ قندہار ہوا اور
اس طرح صاف بچکر نکل گیا کہ لشکر ہندوستانی سے کوئی تدبیر بھی ایسی بن نہ پڑی کہ شاہ درانی کے لشکر پر
دست اندازی کر سکتے میر منو لشکر درانی کا تعاقب کرتا ہوا دلاوری تمام کے ساتھ لاہور پہونچا اور باقی فوج
نے شہزادہ احمد شاہ کی ہمراہی مین دارالخلافہ شاہجہان کی طرف مراجعت کی۔

شہزادہ احمد شاہ ابھی تک حدود لاہور ہی میں تہا کہ یہاں فرمان روائے ہندوستان محمد شاہ بادشاہ
کا انتقال ہوگیا۔ یہ وحشت اثر خبر سب سے پہلے صفدر جنگ کو پہونچی اور وہ نہایت بیتابی کیحالت میں
شہزادے کے حضور میں پہونچا اور لوازم تعزیت اور شرائط ماتم ادا کرنے کے بعد عرض کیا کہ اب خلافت
کا جگمگاتا تاج حضور کو مبارک ہو۔ اور جب تک آسمان و زمین دائم و قایم ہیں سورج و چاند گردش میں
ہیں تاروں میں نور اور آسمان کو قیام ہے آپکی ذات بابرکات خدام حضور پر سایہ گستر رہے شہزادے نے نہایت
افسوس کے بعد تاج سر پر رکہا اور تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہو کر نواب صفدر جنگ کو وزارت کا معزز عہدہ
عنایت کیا۔ اور باقی صوبوں اور افسروں کو علی حسب المراتبہ عہدے دیے نواب قمرالدین خاں وزیر سابق
کے فرزند رشید معین الملک یعنی میر منو کی لاہور اور ملتان کی صوبہ داری نامزد کی معین الملک نہین چاہتا تہا
کہ اپنی اعزہ و اقارب سے جدا ہو کر لاہور میں قیام کرنے لیکن شہزادے کے حکم سے مجبوراً قیام کرنا پڑا
اسنے تہوڑے ہی عرصے میں ایسا اہتمام و انتظام کیا کہ سارے ملک پنجاب کا اسکے آگے سر جھک گیا

اور سب نے اسکے حکم پر گردن تسلیم خم کردی۔
ادہر احمد شاہ درانی نہایت جرأت و دلاوری کے ساتھہ اپنا سارا ساز و سامان ساتھہ لیکر قندہار میں داخل ہوا اور جو فوج اور اسباب سرہند میں چہوڑ گیا تہا وہ بہی صحیح سالم عقب سے قندہار پہنچ گئی۔

احمد شاہ درانی کا تسخیر ہندوستان کی غرض سے دوبارہ عزم کرنا اور پنجاب سے مراجعت کرنی

قندہار میں پہنچکر احمد شاہ درانی نے جب یہ خبر سنی کہ نواب قمرالدین خاں وزیر توپ کے گولے کے صدمے سے مرگیا اور فرمانروائے ہندوستان محمد شاہ بادشاہ نے طبعی عمر کو پہنچکر جان بحق تسلیم کی تو سخت افسوس کیا اور نہایت حسرتناک لہجہ میں ارکان دولت سے متوجہ ہوکر بولا کہ اگر مجھے یہ خبر ہندوستان ہی میں ملجاتی تو اُس ملک کو فتح کیے بغیر ہرگز قندہار کی طرف مراجعت نہ کرتا اور جسطرح بن پڑتا ہندوستان کے پایہ تخت تک پہنچکر رہتا اب میرا ارادہ ہے کہ دوبارہ ہندوستان پر حملہ آور ہوں تم لوگوں کی کیا رائے ہے ارکین دولت نے دست بستہ عرض کیا کہ ہم ہر طرح آپ کی رائے سے متفق ہیں اور آپ کے قدموں پر اپنی عزیز جانیں اور دوزنی خون پانی کی طرح بہادینے کے لیے طیار ہیں چنانچہ احمد شاہ درانی بہت سی فوج و حشم کے ساتھہ دوسری دفعہ روانہ ہندوستان ہوا اور نہایت تیزی اور عجلت کے ساتھہ لاہور میں آدہمکا اطراف لاہور میں ایک عجیب طرح کی وحشتناک کہلبلی مچگئی اور درانی افواج کے عالیشان خیمے فضائے لاہور میں اس کونے سے لیکر اُس کونے تک تن گئے۔ لاہور کے صوبے معین الملک یعنے میر منو نے فوراً سامان جنگ طیار کیا اور نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتھہ آمادہ جنگ ہوا اول کوڑہ مل کہتری کو جو اُسکا دیوان خاص تہا ایک بہت سی خونخوار فوج کے ساتھہ شاہدرہ کی سمت روانہ کیا جو لاہور سے تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے کوڑہ مل نے اگرچہ نہایت جرأت و شجاعت سے درانی لشکر کا مقابلہ کیا مگر انجام کار عین معرکے میں قتل کردیا گیا اور معین الملک کی باقیماندہ فوج شکست کہا کر داخل لاہور ہوئی معین الملک کے پہلے ہی جنگ میں پاؤں اکھڑ گئے اور اُسے دوبارہ افواج درانی کے مقابلہ کا قصد نہ کیا اور شاہ ولیخاں وزیر کے ذریعہ سے اپنے تین معتمدوں کو ہمراہ لیکر شاہ درانی کی ملازمت میں جا حاضر ہوا۔ احمد شاہ نے معین الملک کا خون معاف کیا اور بطریق خوش طبعی کہا معین الملک اگر میں تیرے ہاتھہ میں گرفتار ہوتا تو میرے ساتھہ کیا سلوک کرتا معین الملک

نے بڑی بیباکی سے جواب دیا کہ تیرا سر کاٹ کر اپنے بادشاہ کے حضور میں روانہ کرتا یہ سنکر شاہ درانی نے
ایک خوش آیندہ تبسم کیا اور ساتھہ ہی غصہ کے لہجہ میں بولا کہ اب تو میرے اختیار میں ہے بتا تیرے ساتھہ
کیا سلوک کروں معین الملک نے لجاجت کی ادائیں ظاہر کرکے کہا اگر بادشاہ رحیم و کریم ہے اور مجرموں
کے قصوروں کو معاف کیا کرتا ہے تو میرے جرائم معاف کر اور بخشش کا تاج میرے سر پر رکھکر لوگوں میں
عزت افزائی کر اور اگر ظالم اور بے رحم ہے تو سر حاضر ہے تلوار سے جدا کر ڈال بادشاہ اسکی ان راست آمیز باتوں
سے بہت مسرور ہوا اور اسکے حال پر بے انتہا عنایت و توجہ مبذول فرماکر فرزند خان بہادر رستم ہند کے
خطاب سے معزز کیا اور فاخرہ خلعت اسپ خاص اور شمشیر سے سرفراز فرماکر رخصت کیا۔

معین الملک کے رخصت ہونے کے بعد بادشاہ نے اپنے سارے لشکر میں منادی کردی کہ کوئی شخص
لاہور میں قدم نہ رکھے اور وہاں کے باشندوں پر ذرہ بھر ظلم و ستم نکرے معین الملک لاہور میں داخل ہوا تو احمد شاہ
درانی کا ایک فرمان باین مضمون پہنچا کہ لاہور اور اطراف لاہور کی حکومت بدستور تمہارے تفویض میں کی گئی
اور تم بالکل مطمئن رہو کہ احمد شاہ تمہارے ساتھ کبھی دغا نہ کرے گا۔ اور جب تک تم درانی سلطنت کے مطیع
اور فرمانبردار رہوگے عنایات شاہی سے ممتاز رہوگے معین الملک نے بادشاہ کے حضور میں وہ نذرانہ ادا
کیا جو اسکے لایق تھا اور نذرانہ خاک کے علاوہ بہت سا نقد و جنس شاہی خزانہ میں داخل کرکے شاہ درانی کیطرف
سے تمام صوبہ لاہور کا بدستور مختار رہا اسی سفر میں احمد شاہ درانی نے صوبہ ملتان کا بھی خاص انتظام کیا اور ملک
پنجاب سے مراجعت کرکے داخل قندہار ہوا اب سے لاہور اور ملتان کے دونو صوبے ممالک محروسۂ درانیہ
میں داخل ہوئے اور احمد شاہ کے عالی شان جھنڈے ملک پنجاب تک گڑ گئے۔

اسکے بعد احمد شاہ نے قندہار میں شہر نادر آباد کو ویران و مسمار کرکے ایک اور شہر آباد کیا اور اسکا نام اشرف البلاد
رکھا چنانچہ اسوقت تک یہ شہر قندہار میں آباد ہے۔ علاوہ ازیں شہر ہرات جو بلاد خراسان کا ایک نہایت مشہور
اور عمدہ شہر ہے وہ بھی دولت درانیہ کے تصرف میں آیا اور شہر مقدس معہ اسکے اطراف و جوانب کے نادر شاہ
کے پوتے میرزا شاہرخ کے نامزد ہوا۔ احمد شاہ درانی کی قندہار میں مراجعت کرنے کے چند سال بعد معین الملک
میر منو نے لاہور میں مرض ہیضہ میں انتقال کیا اور اسکی بی بی مغلانی بیگم اسکی جگہ حکمران قرار دیگئی ملک و فوج
نے اپنے فرمانروا کی بیگم کے آگے سر جھکا دیا اور اب سے مغلانی بیگم کی حکومت کا اشتہار جاری ہوا۔ بیگم نے
روشن الدولہ طرہ باز خاں مرحوم کے فرزند بھکاری خاں کو جو معین الملک کی سرکار کا مختار اور مدار المہام تھا

قتل کرڈالا کیونکہ اسکی نسبت یہ الزام لگایا گیا تھا کہ معین الملک کو اُسنے زہر دیکر مارڈالا ہے۔ مغلانی بیگم چونکہ ایک نہایت ہوشیار اور تجربہ کار عورت تھی۔ اسلیے وہ تمام مالی اور ملکی انتظامات پر بہت جلد حادی ہوگئی۔ اور اپنی بیدار مغزی سے لاہور اور ملتان کے دو نو صوبوں میں کسی طرح کا خلل نہ پڑنے دیا لیکن جب آدینہ بیگ خاں ملک دوآبہ سے چلکر وارد لاہور ہوا تو مغلانی بیگم اسکی طرف سے متوہم ہوکر آمادہ جنگ ہوگئی فوج شاہی کے دو خونخوار اور جرّار دستے سردار جہاں خاں خان خانہ بہادر کے وسیلے سے قندہار سے طلب کیے اور بڑے معرکہ کی لڑائی ہوئی اِسوجہ سے لاہور کی ریاست اور صوبہ داری میں تیسرے درجہ کا خلل و فتور واقع ہوگیا

احمد شاہ درّانی کا تیسری دفعہ ہندوستان کیطرف متوجہ ہونا اور شاہجہان آباد تک پہنچنا

جب احمد شاہ درّانی کو معین الملک کے انتقال کی خبر پہونچی اور ساتھہ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ لاہور اور تمام ملک پنجاب کا انتظام بالکل درہم و برہم ہوگیا ہے تو وہ بڑی خونخوار اور جرّار فوج کو ساتھہ لیکر قندہار سے روانہ ہوا اور نہایت تیز رفتاری کے ساتھہ بہت جلد لاہور میں آپہونچا۔ مغلانی بیگم سردار جہاں خان کی وساطت سے بادشاہ کے حضور میں پہونچی اور اپنے تئیں اپنے شوہر کیطرح دولت درّانیہ کا وفادار اور خیرخواہ ثابت کیا بادشاہ نے بھی بیگم کی دلجوئی اور اعزاز و توقیر میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور نہایت بزرگی و احترام کے ساتھہ رخصت کرکے لاہور کا کماحقہ انتظام کیا اور چندروز یہاں قیام کرکے آگے بڑھا۔

جب احمد شاہ درّانی یلغار کرتا ہوا کوچ بکوچ سرہند کے رستہ سے دارالخلافہ شاہجہاں آباد کے اطراف میں وارد ہوا تو نواب نجیب الدولہ بہادر کرنال کے قریب ملازمت شاہی سے مستفیض ہوا اور عماد الملک غازی الدینخاں وزیر مع عالمگیر ثانی بادشاہ ہندوستان کے شاہ والا کے استقبال کیلئے دارالخلافہ سے روانہ ہوا اور قصبہ نریلا میں جو شاہجہاں آباد سے سرہند کی سمت میں دس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے احمد شاہ درّانی کا بڑے جوش کے ساتھہ خیر مقدم ادا کیا۔ احمد شاہ ہندوستان کے بادشاہ عالمگیر ثانی سے ملکر بہت خوش ہوا اور نہایت ہی دلجوئی اور مہربانی سے پیش آیا چنانچہ دونو بادشاہ متفق ہوکر دارالخلافہ میں داخل ہوئے اور چندروز تک شاہ درّانی عالمگیر ثانی کا مہمان رہا ازاں بعد شاہ درانی نے سردار جہاں خاں کی وساطت سے نواب قمرالدین خاں وزیر سابق کے فرزند انتظام الدولہ کو پیام دیا کہ اگر تم پچاس لاکھہ روپیہ خزانہ شاہی میں داخل کردو تو اُسکے صلہ میں بادشاہ تمکو ہندوستان کی وزارت اور مدارالمہامی کا معزز منصب عنایت فرمائے انتظام الدولہ نے باوجود طلب ملکرکے

غضت وبخل کو دوست رکہا اور احمد شاہ کے پیام کی ذرا وقعت نہ کی۔ سردار جہاں خاں نے جو حقیقت میں
انتظام الدولہ کا مزنی اور قدیم ہی خواہ تہا سخت ناخوش اور ناراض ہوکر محرم خاں خواجہ سرائے کو بلا کر
حکم دیا کہ انتظام الدولہ کے اموال کی تجسس کرکے اور اُسکے مکانات کو کندہ کرکے جس قدر زر و نقد دستیاب
ہو فوراً خزانہ شاہی میں داخل کیا جائے چنانچہ تفحص و تجسس اور مکان کے کندہ کرنیکے بعد ایک حوض کے
نیچے سے دو کرور روپیوں کی اشرفیاں برآمد ہوئیں اور اسکے علاوہ جواہر اور سونے روپے کے مرصع و
منقش ظروف اسقدر نکلے جنکی تعداد شمار سے خارج تہی چنانچہ یہ سارا نقد و جنس اور جملہ ساز و سامان
خزانۂ عامرۂ شاہی میں داخل کیا گیا۔ اُسکے بعد عالمگیر ثانی کے مشورے اور صوابدید سے ہر امیر و رئیس
اور تاجر اور تمام اہل دہلی کے دروازوں پر تحصیل زر کیلئے شاہی افسر تعینات کردے گئے اور جس سی جسقدر
روپیہ وصول ہوسکا جمع کرکے شاہ درانی کے خزانے میں جمع کیا گیا۔ مغلانی بیگم جو دارالخلافہ کے تمام
امرا کے ذرا ذرا حال سے واقف تہی ہر ایک شخص کی کیفیت سردار جہاں خاں سے ظاہر کرکے آدمیوں کے
گہروں کو تاراج کرواتی تہی۔ قمرالدین خاں وزیر سابق جو اسکا خسر ہوتا تہا اُسکے خانماں کو خصوصیت کے
ساتہہ غارت کرادیا۔ اور جسقدر نقود و جواہر وغیرہ اُسکے خزانہ میں موجود تہے سرتاسر سرکار شاہی میں
ضبط کرادیئے قمرالدین خاں مرحوم کی زوجہ شولہ پوری بیگم کو جو اسکی خوشدامن ہوتی تہی گرفتار کرایا اور تکلیف
وجبر کے ساتہہ زر و جواہر لیکر شاہی خزانہ میں پہونچائے غرض کہ سرکار درانیہ کے ضبط میں دارالخلافہ
شاہ جہاں آباد سے بے شمار مال آیا اور لشکر درانیہ دولت سے مالامال ہوگیا۔ تقریباً چالیس روز احمد شاہ
درانی نے دہلی میں قیام کیا اور محمد شاہ بادشاہ کی عصمت مآب دختر سے جسکا نام بیگم صاحبہ تہا اور
محمد شاہ کے محل خاص کے بطن سے پیدا ہوئی تہی عالمگیر ثانی کے صلاح اور مشورے سے نکاح میں
اپنی تمام خواتین حرم کا اُسے سرتاج بنایا اور عالمگیر ثانی کی لڑکی کو اپنے فرزند تیمور شاہ کے عقد مناکحت
میں دیدیا اسوجہ سے شاہ درانی کا خاندان تیموریہ کے ساتہہ یگانگت اور قرابت کا رابطہ مستحکم ہوگیا۔
جب شاہ درانی ان تمام باتوں سے فارغ ہوگیا تو سردار جہاں خاں کے نام حکم صادر ہوا کہ فوج کا
ایک جرار اور خونخوار دستہ ہمراہ لیکر شہر متہرا پر حملہ آور ہو اور وہاں کے تمام لوگوں کو عام طور پر قتل
کرڈالے سردار جہاں خان شاہ درانی کا یہ اشارہ پاتے ہی دہلی سے روانہ ہوا اور آندہی مینہ کی طرح
متہرا میں جا دہمکا بت پرستوں کے تمام معابد اور شوالے مسمار کرنے اور بتوں کے توڑ ڈالنے کے بعد شہر

متھرا پر حملہ آور ہوا اور وہاں کے تمام لوگوں کو عام طور پر قتل کر ڈالے سردار جہاں خاں شاہ درانی کا یہ اشارہ پاتے ہی دہلی سے روانہ ہوا اور آندہی مینہہ کیطرح متھرا میں جا دہمکا بت پرستوں کے تمام معابد اور شوالے مسمار کرنے اور بتوں کے توڑ ڈالنے کے بعد شہر میں قتل عام کا حکم دیا اور اسقدر بت پرستوں کو واصل جہنم کیا کہ آجتک وہ ہولناک واقعہ تاریخی صفحات پر نہایت جلی حرفوں میں لکھا نظر آتا ہے۔

عالمگیر ثانی کا وزیر السلطنت عماد الملک غازی الدین خاں شاہ درانی سے باغی ہوکر ہندوستان کے دار الخلافہ سے باہر نکل گیا تہا۔ اور بادشاہ کے خوف سے ایک شہر سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے شہر میں پہرتا پہرا سردار جہاں خاں ابہی تک متھرا کے ضبطی اموال سے فارغ نہوا تہا کہ بادشاہ کی طلبی کا فرمان اسکے پاس پہونچا اور وہ شاہ ولیخاں وزیر کو متھرا کے ضبطی اموال کا حکم دیکر تن تنہا درانی کیخدمت میں آحاضر ہوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عماد الملک دار الخلافہ سے نکل کر چند روز تک بھرت پور میں مخفی رہا لیکن جبکہ ملنے میں متھرا کے غارت کرنے کے لیے افواج قاہرہ اکبر آباد تک پہونچی اور بھرت پور کے قریب ہوکر گذرے تو یہ وہاں سے بہاگ کر فرخ آباد گیا شاہ ولیخاں نے متھرا کی مہم سے فراغت پاکر دار الخلافہ کی طرف مراجعت کی اور بہت سامال و دولت ساتہ لایا یہاں احمد شاہ نے تمام امرا و رؤسا کے گھر دولت سے خالی کر کے اپنے خزانے کو لبریز کرلیا اور محمد عالمگیر ثانی کو دہلی کا بادشاہ مقرر کر کے قمر الدین خاں وزیر سابق کے فرزند انتظام الدولہ کو وزارت کا معزز منصب عطا فرمایا اور نواب نجیب الدولہ کو امیر الامرائی کے مرتبے سے سرفراز فرماکر بادشاہ کی خدمت میں معین کیا اور خود مع دونوں عفت مآب بیگموں کے فتح وفیروزی اور بیشمار مال و دولت اور جاہ و حشم کے ساتہ روانۂ ولایت ہوا۔

اثناء راہ میں احمد شاہ درانی نے عبد الصمد خاں محمدزئی کو سرہند کی حکومت اور سرفراز خاں افغاں کو دوآبہ کی صوبداری سے سرفرازی بخشی اور خود دار السلطنت لاہور میں داخل ہوا یہاں پہونچکر اپنے فرزند تیمور شاہ کو اپنا ولیعہد اور سردار جہاں خان سپہ سالار کو شہزادے کا نائب مقرر کر کے تہوڑی سی فوج کے ساتہہ لاہور میں چہوڑا اور حکم نافذ کیا کہ ملک پنجاب وغیرہ کے جسقدر شرفا اور نجبا دستیاب ہوسکیں ملازمان شاہی کے دائرے میں داخل کیے جائیں ازاں بعد احمد شاہ درانی نے بلند خاں صدوزئی ملتانی کو کشمیر کی صوبہ داری سے ممتاز فرمایا اور شہر امرتسر کی تاخت وتاراج اور انہدام عمارات اور سکھوں کے قتل کرنے کے بعد روانہ قندہار ہوا۔

ملک پنجاب اور تمام ہندوستان میں خلل و فتور کا پڑنا اور احمد شاہ درانی کا تیسری مرتبہ اسطرف مراجعت کرنا

جب پنجاب کے باشندوں اور اُس ملک کے سرداروں نے دیکھا کہ شاہ درانی قندہار پہونچگیا تو آدینہ بیگ خاں جو ایک نہایت مدبر اور جری سردار تہا اور افواج درانی کے خوف سے چند روز تک شمالی کوہستان میں مخفی رہکر موقع و محل کا منتظر تہا فرصت کا موقع پاکر ایک جرار فوج اور بہت سے توپخانوں کو فراہم کیا اور تیمور شاہ اور سردار جہان خان کے سر پر آفت ناگہانی کیطرح آپڑا باہم چند متواتر لڑائیاں واقع ہوئیں سردار جہاں خاں قلت فوج اور پنجاب کے آدمیوں کی بے اعتمادی کی وجہ سے حریف کی فوج پر غالب نہ آسکا اور ہرچند کہ نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتہ کوشش کی لیکن بے سروسامانی کے سبب سے اُسکی ساری کوششیں رائگاں گئیں انجام کار شہزادے تیمور شاہ کو ہمراہ لیکر لاہور سے نکلا اور ایمن آباد میں پہونچکر شاہ درانی کے امداد کا منتظر رہا یہاں آدینہ بیگ خاں نے جب میدان صاف پایا توبے روک داخل لاہور ہوا خواجہ میرزا جان کو اپنی طرف سے یہاں کا صوبہ دار مقرر کرکے سرافراز خاں افغان کے سر پر پہونچا جو شاہ درانی کی طرف سے ملک دوآبہ کا حاکم تہا اثنا میں سکہوں کی بہت سی فوج اسکے ساتہہ ہولی اور سب نے اتفاق کرکے سرافراز خاں پر حملہ کیا اور جالندہر کے قریب ایک وسیع میدان میں سخت لڑائی ہوئی مگر آخر کار سرافراز خاں شکست کہاکر بہاگا اور اُسکی تمام فوج اور ساز و ساماں آدینہ بیگ خاں کے ہاتہہ لگے۔

آدینہ بیگ خاں ملک دوآبہ کا بندوبست اور انتظام کرکے روانہ سرہند ہوا اور وہاں سے دارالخلافہ دہلی میں پہنچا یہ ایک اتفاقی بات ہے کہ عمادالملک جو احمد شاہ درانی کے خوف سے مدتوں تک جنگلوں اور کوہستانوں میں مارامارا پہرتا تہا احمد شاہ درانی کی مراجعت کو غنیمت جان کر جنوب کے بہت سے جانباز سرداروں اور مرہٹے قوم کے چند افسروں جیسے کہتوا اور ملہار کا صوبہ دار اور جہنکو راؤ وغیرہ وغیرہ کو اپنے ساتہہ ملالیا اور سورج مل جاٹ جو سلاطین ہند کی ضعف سلطنت کیوجہ سے بہت سا ملک دبا بیٹہا اور فرعون بے سامان بن رہا تہا اسنے بہی عمادالملک کی رفاقت اختیار کی غرض کہ بڑے بڑے سرداران مرہٹہ نواب عمادالملک کے ساتہہ فراہم ہوئے اور عمادالملک بڑے جاہ و جلال اور

اور تزک و احتشام کے ساتھہ دہلی میں پہونچا نجیب الدولہ جو دہلی کا امیر الامرا اور بڑا بہادر سپہ سالار
تہا مستعد جنگ ہوا لیکن آخرکار حریف کی کثرت فوج کیوجہ سے قلعہ میں بند ہوکر ایک عرصہ تک مصروف
جنگ رہا عماد الملک نے اور اُسکے ساتھہ تمام سرداران مرہٹہ نے شہر کا محاصرہ کرلیا اور رات دن
توپ و تفنگ کے ساتھہ لڑنا شروع کیا اور مرہٹوں نے رسد کی آمد و رفت کا رستہ بالکل بند کردیا
با این ہمہ نجیب الدولہ نہایت استقلال کے ساتھہ حریف کے جواب دینے سے عاجز نہین ہوا انجام کار
عماد الملک نے نجیب الدولہ کو پیام دیا کہ ہمکو تم سے کچھہ کام نہیں ہے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ دار الخلافہ
کو خالی کرکے اپنے ملک کیطرف چلے جاؤ کوئی تمہارا مانع و مزاحم نہوگا چونکہ نجیب الدولہ کو بظاہر کسی
طرف سے مدد پہونچنے کی اُمید نہ تہی اور ساتھہ ہی اُسکے ہمراہی بہی قلعہ میں بند رہکر لڑائی سے اُکتا گئے
تھے اسلیے اُسنے مجبوراً قلعہ کو چھوڑا اور سہارنپور کیطرف روانہ ہوا عماد الملک مع سرداران مرہٹہ داخل
شہر ہوا اور تمام ساز و سامان کو قبضہ میں لایا اسی اثنا مین آدینہ بیگ خان بھی سرہند مین پہنچگیا اور
روپیہ کا لالچ دیکر فوج مرہٹہ کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا مرہٹے ابتدا ہی سے بندہ زر اور حریص دوست
تھے فوراً آدینہ بیگ خان سرداران دکن اور افواج کثیرہ کے ساتہ داخل سرہند ہوا۔ عبد الصمد خان محمدزئی
جو شاہ درانی کی طرف سے قلعہ سرہند کا فرمانروا تہا اور شجاعت و جرأت مین اپنا نظیر نرکھتا تہا غنیم کی
فوج کی کثرت اور اپنے لشکر کی قلت پر ذرا خیال نہ کرکے آمادہ جنگ ہوگیا اور افواج مرہٹہ کے مقابلہ
مین نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتہ شجاعت و جوانمردی کے جوہر دکہائے جانبین کے جان نثار
بہادر اپنی اپنی شجاعت کے نمونے دکھا رہے تھے آدینہ بیگ خان ایک بڑے خونخوار لشکر کے ساتھ
آندہی مینہ کی طرح جہپٹتا ہوا آیا اور آتے ہی یکبارگی حملہ کردیا عبد الصمد خان کی فوج کے قدم اُکھڑ گئے
اور وہ نہایت اضطراب اور بے سروسامانی کی حالت مین شکست کھاکر بھاگی مگر تاہم عبد الصمد خان
میدان سے نہ ٹلا اور انجام کار گرفتار ہوگیا مرہٹوں نے نہ صرف سرہند کو بلکہ اُس کے تمام اطراف و
جوانب کو تاخت و تاراج کرڈالا اور جب یہاں کی لوٹ کھسوٹ سے فراغت ہوئی تو ساری فوج لاہور
کی طرف متوجہ ہوئی آدینہ بیگ خان لاہور کا کماحقہ انتظام کرکے مقام **چار محال** کی طرف بڑہا
اور آفت ناگہانی کی طرح شہزادہ تیمور اور سردار جہان خان کے سر پر ٹوٹ پڑا۔ سردار جہان خان ایک
بڑا ہی مدبر اور تجربہ کار شخص تہا اگرچہ اسکے ماتحت اس قدر فوج نہ تہی کہ مرہٹوں کے مقابلہ مین تہوڑی

تھوڑی دیر بھی معرکۂ جنگ قائم رکھ سکے لیکن تاہم اُسنے اپنی بے مثل تدبیر اور لاثانی شجاعت سے حملہ آور فوج کا مقابلہ کیا اور نہایت خونخواری اور سفاکی کے ساتھ کیا لیکن آخر کار جب کامیابی کی کوئی صورت ظہور مین نہ آئی تو سردار جہان خان نے مجبور ہوکر صرف اس خیال سے کہ ولایتی فوج نہایت قلیل ہے اور جدید فوج بالکل بھروسے کے قابل نہین مبادا شہزادہ تیمور کو فوج مخالف سے کوئی صدمہ پہنچے اور وہ حملہ آور لشکر کے ہاتھ مین گرفتار ہوجائے ٹھیک آدھی رات کے وقت ولایتی فوج کو مسلح ہونے کا حکم دیا اور غنیم کی فوج پر شب خون مارنے کے بہانہ سے شہزادہ کو ساتھ لیکر معہ ولایتی فوج روانۂ ولایت ہوا اور دریائے سندھ کو عبور کرکے بہت جلد پشاور مین داخل ہوگیا سردار جہان خان کے یون خفیہ اور چپ چپاتے نکل جانے کی خبر جب غنیم کو پہنچی تو اُسنے اپنی تمام فوج کو درانی لشکر مین ڈالدیا اور ہندوستانی فوج کو نہایت بیرحمی اور سفاکی کے ساتھ دھڑا دھڑ قتل کرنا شروع کیا اکثر لوگ تو اس ہل چل اور بیخبری کی حالت مین قتل کیے گئے اور بقیۃ السیف غنیم کی فوج کے ہاتھ مین گرفتار ہوئے متعصب اور جفا انگیز سکھون نے مسلمانون کو بڑی ذلت وخواری کے ساتھ قید مین رکھا اور امرت سر کے اُس تالاب کو جسے احمد شاہ درانی نے خس وخاشاک سے پاٹ دیا تھا نہایت ظلم وتعدی کے ساتھ ازسرنو صاف کرایا اور مسلمانون کو تکلیفین پہنچانے اور ایذا دینے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اس فتح نمایان کے بعد آدینہ بیگ خان اور چند سرداران مرہٹہ دریائے اٹک کے کنارے پہنچے اور دتّا پٹیل کو جو مرہٹون مین ایک نہایت جری اور بہادر سردار مشہور تھا فوج کے ایک بڑے خونخوار دستے کے ساتھ دریا کے کنارہ پر اسلئے تعینات کیا کہ ولایتی فوج کو دریا سے اس طرف کو عبور نہ کرنے دے اور اُدھر کا کوئی شخص ملک پنجاب اور ہندوستان مین قدم نہ رکھ سکے۔

آدینہ بیگ خان جب اس انتظام سے فارغ ہوا اور اپنے خیال مین فوج افاغنہ کے آمد وشد کا رستہ بند کرچکا تو باقی سرداران مرہٹہ کو ساتھ لیکر مقام سرہند مین آدھمکا اور کچھ دن یہان توقف کرکے سرہند کی حکومت صدیق بیگ خان کے حوالہ کی اور خود ملک دوآبہ کی طرف مراجعت کی ادھر سرداران مرہٹہ مور وملخ کی طرح ہندوستان کی طرف جھپٹے اور نواب نجیب الدولہ کا محاصرہ کیا۔ ہندوستان کے ہر طبقے اور ہر حصے مین ایک شورش عظیم برپا کی اور بہت سے مظلوم اور جفاکش مسلمانون کی گردنین سکھون کی عالم آشوب تلوارون سے کھیرا ککڑی کی طرح کٹ گئین۔

احمد شاہ درانی کا چوتھی مرتبہ سرکش سکھون کی تادیب وتنبیہ کیلئے نہایت خونخوار اور جرّار فوج کیساتھ ہندوستان مین آنا

جب احمد شاہ دُرّانی نے سردار جہان خان کے فرار ہونے اور شہزادہ تیمور کے لاہور سے واپس آنے کی خبر سُنی اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم کیا کہ سرداران مرہٹہ بے شمار افواج کے ساتھ دار الخلافہ دہلی پر حملہ آور ہوئے ہین اور نجیب الدولہ کا ایک عرصہ سے محاصرہ کیئے ہوئے ہین تو اُسکے تن بدن مین غصہ کی آگ پھک گئی اور نہایت عجلت کے ساتھ افغانیون کا ایک خونخوار لشکر ساتھ لیکر ہندوستان کی طرف بڑھا اور آندھی مینہ کی طرح لاہور کی طرف جھپٹا مرہٹون نے احمد شاہ کی آمد آمد کی خبر پا کر دریائے اٹک اور ملک پنجاب کے مورچون کو چھوڑ دیا اور اپنے سردار دتا پٹیل کی ہمراہی مین روانہ شاہجہان آباد ہوئے اتفاقاً انھین دنون مین آدینہ بیگ خان وفات پا چکا تھا اور نجیب الدولہ مرہٹون کے ساتھ جنگ مین سرگرم تھا اگرچہ نجیب الدولہ کے پاس زیادہ جمعیت نہ تھی مگر پھر بھی اُسنے صرف اپنی بےمثال جرأت سے عرصہ دراز تک معرکہ جنگ وجدال گرم رکھا اور مخالفون کے مقابلہ سے ذرا مُنہ نہ موڑا۔

یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ افواج مرہٹہ باوجود اپنے کثیر التعداد اور جنگی ساز و سامان مہیا ہونے کے نجیب الدولہ پر جس کے ساتھ صرف مُٹھی بھر آدمی تھے فتح یاب نہ ہو سکے یہان تک کہ عماد الملک نے عاجز آکر شجاع الدولہ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ اگر تم یہان آکر ہمارے ساتھ شریک جنگ ہو اور ہماری امداد کرو تو ہم تم باہمی اتفاق سے ان افغانیون کو ہندوستان سے نکال باہر کرین اور پھر امور سلطنت کے انتظام کی طرف اتفاق رائے کے ساتھ مشغول ہون تو عماد الملک نے نواب شجاع الدولہ کو یہ مضمون پیام دیا کہ مین نے احمد شاہ درانی کو قندھار سے اپنی مدد کے لئے بلایا ہے امید ہے کہ وہ آجکل ہی مین یہان پہنچ جائین لیکن جبتک شاہی لشکر نہ پہنچے مناسب ہے کہ آپ اسوقت مجھے مدد پہونچانے مین کوشش کیجئے کیونکہ جب شاہی لشکر آ پہنچا تو مین اور آپ دونون بادشاہ کے سامنے قدر و وقعت کی نگاہ کے ساتھ دیکھے جا سکتے ہین ورنہ مخالفت اور بغاوت کا جو کچھ نتیجہ ہونے والا ہے وہ آپ پر اظہر من الشمس ہے نواب شجاع الدولہ اصل مین ایک بڑا مدبر اور ہوشیار شخص تھا اُس نے دونون کے

خطوں سے فوراً اندازہ کر لیا کہ عماد الملک ایک مفسد اور بد طینت آدمی ہے کیونکہ یہی عماد الملک ایک
مرتبہ جنگ باز خان افغان اور ہندوستان کی ایک جرار فوج کو نواب شجاع الدولہ کی ریاست پر
چڑھا لایا تھا لیکن نواب ممدوح نے اُسوقت نہایت دانشمندی اور زیرکی کو کام مین لا کر حکمت عملی کے
ساتھ اس آفت ناگہانی کو اپنے سر سے ٹال دیا تھا یعنی علی محمد خان روہیلہ کے فرزند نواب سعد اللہ خان سے
باہم میل جول پیدا کر کے آپس مین تبدیل دستار کی اور ساتھ ہی دیگر سرداران روہیلہ جیسے حافظ رحمت خان
اور دوندیخان اور سردار خان بخشی اور فتح خان کو اپنے ساتھ متفق کر کے عماد الملک کے شر سے بچگیا
اور جو فوج کہ اُسکی ریاست تباہ کرنے کے لئے حملہ آور ہوئی تھی اُس سے امان پائی

الغرض عماد الملک کی فتنہ انگیزی اور شرارت سے محفوظ رہنے کے خیال سے نواب شجاع الدولہ کو
نجیب الدولہ کی موافقت مستحسن معلوم ہوئی چنانچہ نواب مذکور عین اُسوقت مین جبکہ سکرتال مین طرفین
سے آتش جنگ کے شعلے مشتعل ہو رہے تھے اور معرکہ آرائی کی آگ بھڑک رہی تھی پہنچکر نجیب الدولہ
کے لشکر مین شریک ہوا نجیب الدولہ نے نواب شجاع الدولہ کی امداد و اعانت سے مرہٹوں کو فاش
شکست دی اور دریائے گنگ عبور کر کے پرلی طرف جا پہنچا جب عماد الملک اور مرہٹوں کو یہ خبر
پہنچی کہ شجاع الدولہ نجیب الدولہ سے ملگیا ہے اور احمد شاہ درّانی لاہور تک آ پہنچا ہے تو عماد الملک
نجیب الدولہ کا تعاقب چھوڑ کر شاہجہان آباد مین واپس چلا آیا اور نہایت عجلت کے ساتھ عزیز الدین
محمد عالمگیر ثانی کو جو ہندوستان کا تاجدار تھا اور قمر الدین خان وزیر حال کے فرزند انتظام الدولہ کو اسوجہ
سے قتل کرا ڈالا کہ وہ شاہ درّانی سے خط کتابت رکھتے تھے اور اسکی بغاوت و سرکشی کا اظہار بادشاہ کے
حضور مین وقتاً فوقتاً کرتے رہتے تھے ازان بعد عماد الملک نے جنکو راؤ اور مرہٹوں کی ایک جرار فوج
اپنی ہمراہی کے لئے منتخب کی اور سہارنپور سے ہوتا ہوا شاہ درّانی کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا جب
دریائے جمن عبور کر کے کنج پورہ کے متصل پہنچا تو دتا پٹیل مرہٹوں کے سردار سے ملاقات ہوئی جو
اٹک کا مورچہ چھوڑ کر چلا آرہا تھا۔

مورخوں کا بیان ہے کہ دتا پٹیل نے اپنا ساز و سامان سرہند کے صوبہ صدیق بیگ خان کی معرفت
شاہجہان آباد کی طرف روانہ کر دیا تھا اور نواب شجاع الدولہ بہادر سکرتال سے مراجعت کر کے صوبہ اودھ
کی طرف چلا آرہا تھا جب شاہ درّانی کی فوج۔ افواج مرہٹہ کے مقابلہ مین آئی تو یہ لوگ درانی فوج

کے مقابلہ کی طاقت نہ پاکر شاہجہان آباد کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی - اور احمد شاہ درانی اپنی ظفر موج
فوج کو ہمراہ لئے ہوئے سہارنپور مین آدھمکا نجیب الدولہ بادشاہ کی آمد کی خبر سنکر سکرتال سے
استقبال کے لئے روانہ ہوا اور بہت جلد بادشاہ کا شرف ملازمت حاصل کر کے خلعت فاخرہ اور سپہ تازی
سے ممتاز و سرفراز ہوا چند روز کے بعد سرداران افاغنہ جیسے حافظ رحمت خان بہادر مع اپنے فرزندون
عنایت خان و دوندیخان وغیرہ کے آستان بوسی کیلئے شاہی لشکر مین پہنچا اور وہان سے بادشاہ کے
حکم کے مطابق شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوا - مرہٹون نے پیشتر ہی سے شہر کے باہر دریائے جمن
کے کنارہ مورچے طیار کر رکھے تھے اور جنگ کے ساز و سامان بہت کچھ مہیا کر کے آمادہ جنگ تھے -
جون ہی یہ لوگ شاہجہان آباد مین پہنچے مرہٹون نے جنگ کی آگ بھڑکا دی اور طرفین کے بہادرون نے
نہایت سرگرمی اور کوشش کے ساتھ لڑائی شروع کر دی سرداران روہیلہ بے سروسامانی اور پیادہ پا
ہونے کی وجہ سے اگرچہ سواران مرہٹہ کی زد و کوب سے تنگ آگئے تھے لیکن اپنے نام و ننگ کے
پاس و لحاظ سے جنگ سے منہ نہ موڑتے تھے اور اسی بے سروسامانی کی حالت مین شجاعت و بہادری
کے جوہر دکھا رہے تھے شاہ درانی کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اُسنے ان کی کمک کے لئے بہت سی
پیادہ اور سوار فوج روانہ کی جنہون نے فوراً شہر کا محاصرہ کر کے زنبورکین مارنی شروع کین ادہر سے ایک
جرار اور صف شکن فوج کا دستہ دریائے جمن کو عبور کر کے مرہٹون کی پشت کی جانب سے حملہ آور ہوا
اور بندوقون کے فیر کرتا ہوا آفت ناگہانی کی طرح باغی فوج پر ٹوٹ پڑا تقریباً نصف دن تک سخت
گھمسان کی لڑائی ہوئی اور بہادرون کے خونون سے سارا جنگل سرخ ہوگیا دتا پٹیل اسی معرکہ مین قتل
ہوا جسکا سر شاہ درانی کے حضور مین فوراً بھیجا گیا جنکو راؤ جو شجاعت و بہادری مین بے نظیر مشہور
تھا سخت زخمی ہوا اور ہزارون مرہٹے مقتول و زخمی ہوئے درانی فوج فتحیاب ہوئی اور لشکر افاغنہ مین
ہر طرف مسرت و مبارکبادی اور کامیابی کے نقارے بجنے لگے -

عماد الملک نے جب دیکھا کہ جنگ کی سب بنی بنائی تدبیرین خاک مین ملگئین اور تمام کوششین
ضائع و اکارت گئین تو وہ چند سردارون کو ساتھ لیکر دار الخلافہ دہلی سے نکلکر بھاگا اور سورج مل جاٹ کی
پناہ مین جا داخل ہوا احمد شاہ درانی شاہجہان آباد مین داخل ہوا تو درانی فوج نے باشندگان دہلی پر
ظلم و جفا کا ہاتھ دراز کیا اور زور و جبر سے لوگون کے مال غارت کئے بیان کیا جاتا ہی کہ کامل تین روز تک

دہلی مین یہ طوفان بے تمیزی کا حشر برپا رہا اور اہل شہر کا اثاث البیت اور ننگ و ناموس ابدالی قوم کے ہاتہ سے بہت کم محفوظ رہا چوتھے دن شاہی حکم سے تمام فوج مسلح ہوئی اور بادشاہ کے ساتہ شہر سے باہر نکلکر ایک کہلے میدان مین جا خیمہ زن ہوئی۔

جس زمانہ مین ہندوستان کا تاجدار احمدشاہ عالمگیر ثانی عمادالملک کی سازش سے قتل کیا گیا تہا تو نواب نجیب الدولہ بہادر کی صلاح سے عالمگیر ثانی کا فرزند رشید جہان دارشاہ جو تخت نشین کردیا گیا تہا جو غازی الدین خان کے شر و فساد کی وجہ سے آوارہ دشت غربت ہوکر صوبہ بہار او بنگالہ کی جانب چلاگیا تہا اب نہ صرف دہلی بلکہ ہندوستان کے اکثر حصون مین جہان دارشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ جاری ہوا اور ہر طرف اُسکی حکومت کے جہنڈے گڑ گئے۔

احمدشاہ درانی جب مخالفون پر کامیاب ہوا تو جہان دارشاہ۔ شاہ درانی کی ملاقات کو نہایت شان و شوکت سے گیا۔ بادشاہ نے جہان دارشاہ پر بیحد شفقت، و عنایت فرمائی اور تسلی و دلجوئی کرکے رخصت کیا۔

ہندوستان کے بڑے بڑے راجاؤن جیسے راجہ جیپور و مارواڑ وغیرہ نے شاہ درانی کے دہلی مین پہنچنے کی خبر سُنکر نہایت وزنی اور بیش قیمت ہدیے اپنے وکیلون کی معرفت بادشاہ کی خدمت مین روانہ کئے۔ اور جوش وفاداری اور اطاعت کا اظہار کیا۔

احمدشاہ نے چند روز توقف کرکے سورج مل جاٹ کے ملک کی تسخیر کا ارادہ کیا اور درانی افواج کے جہنڈے کول کی جانب جو ثابت گڈہ کے نام سے زیادہ شہرت رکہتا تھا اُٹھہ کھڑے ہوئے یہ ایک نہایت وسیع اور رفیع الشان قلعہ تہا جسکا نام سورج مل نے آرام گڈہ رکہا تہا اور اس کے اردگرد ایک مختصر سا شہر آباد تہا درانی فوج جب ثابت گڈہ کے متصل پہنچی تو سورج مل قلعہ بند ہوگیا اور سولہ روز تک درانی فوج کو قلعہ کے محاصرہ مین سخت سخت تکلیفین اُٹھانی پڑین۔ انجام کار شاہ درانی کی بے مثل تدبیر سے قلعہ فتح ہوا اور درانی افواج بیدہڑک قلعہ مین گہس گئی یہان بہی بیشمار مال و اسباب سرکار شاہی کے ضبط مین آیا جو سورج مل جاٹ نے ایک مدت سے ذخیرہ کررکہا تہا۔

حافظ رحمت خان عمادالملک اور سورج مل تک کے استدعا کی بموجب بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور اُنکے جرائم کی معافی کی درخواست کی چونکہ اس اثنا مین برسات کا موسم شروع ہوگیا تہا۔

اس لئے شاہ درانی نے مصلحتاً عماد الملک اور سورج مل کی تقصیرین معاف کردین اور خود مع سرداران
افاغنہ انوپ شہر مین فروکش ہوا اور موسم برسات کے گذر جانے تک اس زمین کو لشکر کی چھاونی قرار
دی انہین ایام مین نواب شجاع الدولہ بہادر اور نواب احمد خان بنگش فرخ آباد کو چھوڑ کر بادشاہ
کی ملازمت مین حاضر ہوئے اور نواب شجاع الدولہ نے اپنی خیر خواہی اور وفاداری کے صلہ مین فرزند خانی
کا معزز خطاب دیا۔

مرہٹون کا بہاؤ اور دیگر سردارون کی سرکردگی مین احمد شاہ درّانی کے ساتہ جنگ کرنے کے قصد سے آنا

جب برسات کا موسم گذر لیا تو افواج دکن لڑائی کے تمام ساز وسامان سے مہیا ہو کر اہل
اسلام کو نیست ونابود کر دینے اور اُنہین جڑ پیڑ سے اکھیڑ دینے کی غرض سے طوفان خیز سیلاب کی
طرح ہندوستان کی طرف بڑھی اور نہایت تیزی اور عجلت کے ساتہ شاہجہان آباد کے اطراف ونواح
مین پہنچگئی اس فوج مین بڑے بڑے نامور اور مشہور سردار موجود تھے بہاؤ نامی سردار جو قوم
مرہٹہ کا سپہ سالار اور جملہ سردارون کا سرتاج تسلیم کیا جاتا تہا اس فوج کا کمانڈر انچیف تہا اسکے
علاوہ باجی راؤ کا فرزند وسواس راؤ جو تمام افواج مرہٹہ کا سردار اور گورنر تہا اور جہنکو راؤ۔اور
شمشیر بہادر وغیرہ بہادر سردار اس فوج کے افسر مقرر ہوکر آئے تھے ابراہیم خان کاردی بہی اس
فوج مین شریک تہا جس کی ماتحتی مین بارہ خونخوار پلٹنین تہین اور ہر پلٹن مین ہزار دلیر و بہادر
سپاہی مسلح موجود تھے۔ ابراہیم خان کاردی دراصل ایک بڑاہی جری اور شجاع شخص تہا جس کی
شجاعت وبہادری اور جراُت کی سارے ملک دکن مین دہوم مچی ہوئی تہی اور تمام مرہٹون مین اُس کی
بے نظیر بہادری مسلم الثبوت تھی ان سردارون کے سوا دکن کے بیشتر زمیندار جو دلیری مین اپنا نظیر
نہ رکھتے تھے اور اپنے عزیز خونون کا بہادینا ایک بہت ہی آسان سی بات سمجھتے تھے مرہٹون کے ساتہ
ہو لئے تھے اس دکنی فوج مین ایک ہزار یا سو قلعہ شکن توپین تہین جن کے گولہ انداز بیشتر اہل فرنگ
تھے اور بارہ ہزار دلچلے تلوریئے اور چند ہزار پٹے باز جو شمشیر زنی مین پرلے درجہ کے مشاق تھے

موجود تھے اِن کے علاوہ انگنت اور بیشمار مسلح سوار لوہے مین سر سے پانون تک ڈوبے ہوئے ساتھ
تھے خلاصہ یہ کہ اس فوج مین اس قدر سوار و پیادہ تھے جن کی تعداد حساب سے خارج تھی کسی آنکھ نے
کبھی اس قدر لشکر کی جمعیت دیکھی تھی نہ کسی کی کان نے ایسے کثیر التعداد لشکر کا ذکر سنا تھا کوچ کے
روز فوج اِس ساز و سامان سے آراستہ ہو کر نکلی تہی کہ ہندوستان کے بڑے بڑے معمر اور سن رسیدہ جو
فوجی جاہ و حشم کے ہزارون تماشے دیکھہ چکے تھے حیرت زدہ رہگئے - جس وقت یہ مجمع کثیر اس شوکت و ہیبت
کے ساتہ دار الخلافہ دہلی کے قریب وارد ہوا - تو فتنہ انگیز اور مفسدہ پرداز نواب عماد الملک اور سورج مل
جاٹ نے بہی اس کی رفاقت کی اور رہنما بنکر قلعۂ دہلی کا محاصرہ کرلیا تقریبًا بیس روز تک محاصرہ قائم
رکھا اور اسمین نہایت سرگرمی کے ساتہ کوشش کی کہ جس طرح ممکن ہو قلعہ پر قبضہ کرلین مگر اُن کی یہ سب کوششین
رائیگان گئین کیونکہ نواب محسن الملک یعقوب علی خان بہادر جو اسوقت یہان کا قلعہ دار تہا حراست
قلعہ مین بڑی سرگرمی کے ساتہ مشغول تہا اور حملہ آور فوج کو تابڑ توڑ جواب دے رہا تہا -

یعقوب علیخان چند پشت سے شاہجہانپور مین سکونت رکھتا تہا - جو دار الخلافہ دہلی سے مشرق
کی جانب ڈیڑھ سو میل یا اس سے کچھ کم و بیش فاصلہ پر واقع ہے یہ شخص ابتدا مین حافظ الملک رحمت خان بہادر
کی طرف سے سفارت کا منصب پاکر احمد شاہ دُرّانی کے وزیر شاہ ولی خان کے پاس گیا تہا اور جانبین
کے سوال و جواب کا متکفل ہو کر دونون مین نہایت خوبی کے ساتہ صلح کی بنیاد ڈالی تہی وزیر السلطنت
نے بلحاظ ہمقومی اس کے ساتہ یہ سلوک کیا کہ بادشاہ کی خدمت مین باریابی کا شرف حاصل کرایا اور
بادشاہ سے سفارش کرکے دار الخلافہ دہلی کی قلعہ داری کے معزز عہدہ سے سرفراز کرادیا -

بہر کیف چونکہ افواج مرہٹہ ہر طرح کے ساز و سامان سے طیار تہی اُسنے اپنی متواتر یورشون اور
حملون سے یعقوب علیخان اور باشندگان قلعہ کو تنگ کردیا اگرچہ یعقوب علیخان مخالف فوج کے
مقابلہ مین بالکل کمزور تہا مگر اُسکی ذاتی جوانمردی اور فطری شجاعت نے اس بات کی ہرگز اجازت نہین دی
کہ غنیم کی بیشمار فوج کے مقابلہ سے مُنہ موڑ جائے لیکن جب اُس نے باشندگان قلعہ کی تکلیف محسوس
کی تو شاہ درانی اور وزیر السلطنت شاہ ولی خان کی خدمت مین ساری کیفیت معروض کی اور
حسب الارشاد شاہ درانی مصلحت وقت سمجھکر قلعہ کو دکھنیون کے حوالہ کردیا جب دکھنیون کا قلعہ پر قبضہ
ہوگیا تو نواب عماد الملک اور سورج مل جاٹ کسی تقریب کی وجہ سے بھرت پور کی جانب چلے گئے اور

سرداران مرہٹہ نے قلعہ اور شہر کا اپنی مرضی کے موافق بند و بست کیا اپنے ہی لوگون مین سے ایک شخص کو قلعداری کے منصب پر مامور کیا اور جہان تہان مورچے باندہنے شروع کئے۔ بہاؤ اور دیگر سرداران مرہٹہ فرط غرور اور کثرت نخوت سے پکار پکار کر کہتے تھے کہ اس لڑائی مین فتحیاب ہونے اور سرداران افاغنہ کے قتل کرنے اور مسلمانون کی بنیاد جڑ پیڑ سے اُکھیڑ دینے کے بعد ہم باتفاق رائے وسواس راؤ کو ہندوستان کا بادشاہ بنائین گے اور اس سنگین بت کو جو ہمارے ساتہ ہے دہلی کی جامع مسجد مین نصب کرکے اُسے قوم ہنود کا معبد قرار دین گے جہان سے اذان کی جگہ ہر وقت ناقوس کی آواز بلند ہوگی اور تکبیر کے آواز کے قائم مقام سنکہہ کی دل آویز اور مست کرنے والی صدائین ہر وقت نکلا کرین گی لیکن حق تعالی کو منظور تہا کہ اُن کے سارے منصوبین نقش برآب ہون اور تمام حشمت و شوکت دم بھر مین ٹوٹ جائے چنانچہ ایسا ہی ظہور مین آیا کہ کل سرداران دکن مع اپنی فوج حشم کے نیست و نابود کردئے گئے اور دہلی جیسا متبرک شہر اُنکی گندگی سے پاک صاف ہوگیا۔

الغرض سرداران دکن نے مع اپنی فوج اور سامان حرب کے دارالخلافہ دہلی سے کوچ کرکے کنجپورہ پر حملہ کیا اور بہت سے کشت و خون کے بعد وہان کے قلعہ کو اپنے قبض و تصرف مین لے آئے عبدالصمد خان محمدزئی اور میان قطب شاہ وغیرہ سردار۔ نجابت خان زمیندار اور رئیس کنجپورہ کی دغا وری اور فریب دہی کی وجہ سے دکھنیون کے ہاتہون مین قید ہوئے اور نہایت بیرحمی اور سفاکی سے قتل کئے گئے کیونکہ جس وقت مرہٹون کی فوج کنجپورہ کے قلعہ پر حملہ آور ہوئی ہے تو سردار مذکور نجابت خان کے دھوکے مین آکر قلعہ بند ہوگئے تھے لیکن آخرکار نجابت خان بہی دکنیون کی ہاتہ سے نہ بچ سکا اور طرح طرح کی سیاست اور ذلت و خواری کے ساتہ مارا گیا۔

جب سرداران درانیہ نے بادشاہ کے حضور مین خبر پہنچائی کہ افواج مرہٹہ نے کنجپورہ پر یورش کی اور وہان کے لوگون کو نہایت بے دردی سے قتل کر ڈالا تو بادشاہ نے نجیب الدولہ اور حافظ الملک اور علی محمد خان روہیلہ کے فرزند فیض اللہ خان کو مرہٹون کی سرکشی اور محسن کش قوم کی تادیب و تنبیہ کی غرض سے کنجپورہ کی جانب روانہ کیا اور ایک نہایت جرار و خونخوار فوج ان کے نامزد کی۔

مختصر یہ کہ بہادر فوج جب باغپت کے متصل پونہچی تو اثناء راہ میں سرداران مذکور دکھنیوں کے ظلم پیشہ ہاتھوں سے قتل ہوئے اور نہایت بیرحمی کے ساتھ قتل ہوئے بادشاہ کو خبر پہونچی تو وہ نہایت ہی مکدر اور متالم ہوا اور چاہا کہ اسیوقت بجلی کیطرح دریائے جمن سے عبور کرکے مرہٹوں کی سرکش اور نخوت شعار قوم پر ٹوٹ پڑے اور انکی اس بیرحمی اور سفاکی کا مزہ چکھادے۔ مگر چونکہ بارش کا زمانہ قریب ہی گذرا تھا اسوجہ سے دریائے جمن نہایت طغیانی پر تھا اور اسقدر کشتیاں بہم پہونچانی ناممکن تھیں جنکے ذریعے سے ہندوستانی اور ولایتی افواج دریا کو باسانی عبور کرسکتی +

احمد شاہ درانی یہ چاہتا تھا کہ جسطرح بن پڑے کینہ ور اور مغرور مرہٹوں کو انکی اس کرتوت کی پاداش بہت جلد دینی چاہیئے اور اسیوجہ سے اسنے اپنی فوج کے دریا سے عبور کرجانیکی بہت کچھ کوششیں کیں لیکن یہ ایک اتفاق کی بات ہے کہ اس موقع پر اوسکی تمام کوششیں رائگاں گئیں۔ اور کوئی تدبیر ایسی بن نہ پڑی کہ وہ اپنے مقصود پر جلد کامیاب ہوجاتا +

شاہ درانی کو جب اور کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑا تو وہ خود دریا کے کنارے آکھڑا ہوا اور اپنے ترکش سے ایک تیر نکال لیا کچھ قرآنی متبرک آتیں پڑھ کر اسپر دم کیں اور دریا میں ڈالدیا بعدہٗ چار ہزار سواروں کے دستے کو جو اسکے قریب ہی کھڑا ہوا تھا اور اپنے بادشاہ پر جان نثاری کو فخر سمجھتا تھا حکم فرمایا کہ بسم اللہ کہکر اپنے گھوڑے دریا میں ڈالدو اور پایاب ہوکر اس پار بطور طلایہ جا کھڑے ہو مگر چونکہ حریف کی فوج بیحد و بے شمار ہے اور میں سنتا ہوں کہ کثرت کی وجہ سے پچیس کوس مربع میں پھیلی ہوئی ہے لہذا تم لوگ اپنی جگہہ سے ذرا بھی حرکت نکرنا بلکہ میرے ثانی حکم کے منتظر رہنا فوج کا یہ دستہ اپنی بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی گھوڑوں اور ہتھیاروں سمیت دریا میں کود پڑا اور نہایت آسانی و سہولت کے ساتھ آناً فاناً میں عبور کرگیا +

کہتے ہیں کہ دریا کا پانی ان لوگوں کے گھوڑوں کے زین تک نہیں پہونچا اور تمام دستہ صحیح و سلامت پانی کی سطح پر اسطرح چلا جسطرح لوگ زمین پر چلتے ہیں۔ بادشاہ نے جب دیکھا کہ چار ہزار سوار بسہولت پایاب ہوگئے تو اب اسنے خدا پر توکل کرکے بے دھڑک تمام فوج کو حکم دے دیا کہ ہر ایک سوار ایک ایک پیادہ کو اپنے پیچھے سوار کرلے اور ساتھ ہی تھوڑا سا ضروری اسباب بھی لادلے بوجھل اور گراں اسباب ہاتھیوں پر لادلیا جائے اور بیخوف و خطر اس دریا کو عبور کیا جائے چنانچہ

افواج شاہی کے تمام سواروں نے ایسا ہی کیا اور دیکھتے دیکھتے تمام لشکر مع بادشاہ کے اُس پار جا پہونچا +

دُرّانی اور دکھنی فوج کی جنگ کا آغاز

جب شاہی لشکر دریائے عمیق سے عبور کرکے اُس کنارے پہونچا تو رفع ماندگی اور درستی سامان کے لئے ایک دو روز قیام کرنا پڑا۔ ازاں بعد نہایت آہستگی کے ساتھ اپنی جگہہ سے جنبش کی اور سرائے سنبھالکے کے قریب ایک کھلے میدان میں بادشاہ نے نزول اجلال فرمایا ابھی فوج اپنے بار برداری کا سامان کھول ہی رہی تھی اسنے میں خبر پہونچی کہ مرہٹوں کے پچیس ہزار خونخوار سوار سرا کے اردگرد جمع ہوگئے ہیں اور اپنی پوری قوت کے ساتھ عنقریب حملہ کیا چاہتے ہیں۔ شاہ درانی فوراً مسلح ہوگیا اور ساتھ ہی فوج کو بھی مسلح ہونیکا حکم دے دیا شاہ پسند خاں جو ایک حسین الوجہ اور قوی الجثہ نوجوان شخص تھا اور جو اس سے پیشتر ہندوستان کی فتح کا فخر حاصل کرچکا تھا اسوقت بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑا تھا بادشاہ نے مضطربانہ آنکھہ اٹھاکر دیکھا تو سب سے پیشتر اُسکی نظر اس نوجوان پر پڑی ارشاد ہوا کہ شاہ پسند خاں! آج اس سرکش اور متکبر قوم کی تنبیہ و تادیب کی خدمت تمھارے سپرد کیجاتی ہے تمھیں چاہئیے کہ آج اپنی جوش وفاداری اور فدائیت قوم کا پورا ثبوت دو اور جاں نثاری وجوانمردی کے جوہر اس میدان میں دکھاؤ۔ شاہ پسند خاں نے ادب کے قوانین اور بندگی کے مراسم وآئین ظاہر کرکے بادشاہ کے رکاب کو بوسہ دیا اور چار ہزار سفاک وخونخوار سواروں کو ساتھ لیکر روانہ ہوا چونکہ حریف کی فوج پہلے ہی سے آمادہ جنگ تھی طرفین سے دونوں فوجیں معرکہ آرا ہوگئیں اور نہایت کشش اور کوشش کیساتھ مقابلہ ہوا ایک عظیم الشان جنگ ہوئی اور بہادروں کے خون سے سنبھالکے کا سارا جنگل سرخ ہوگیا آخرکار فیصلۂ جنگ مرہٹوں کے خلاف ہوا جتنے نامور افسر تھے شاہ پسند خاں کے مقابلہ میں شکست کھائی یا عین معرکۂ جنگ میں لڑکر مارے گئے۔ شاہ پسند خاں کو چونکہ خاندانی شرافت وعزت کے ساتھہ ذاتی شجاعت بھی مسلم تھی نہایت آسانی کے ساتھہ نمایاں فتح حاصل ہوگئی اور جنگ کا یہ میدان اوسیکے ہاتھہ رہا +

مرہٹوں کے بھاگ جانے کے بعد شاہ پسند خاں نے مقتولوں کے سر تن سے جُدا کرکے ہر سوار کی فتراک میں دو دو تین تین سر باندہ دیئے اور بادشاہ کے حضور میں پیش کئے

بادشاہ نے اس پہلی فتح کو فال نیک سمجھکر شاہ پسند خاں کو خلعت سے سرفراز فرمایا اور بہت کچھ تعریف و تحسین کے الفاظ اوسکی نسبت استعمال کئے۔ خان مذکور نے دست بستہ عرض کیا کہ قبلۂ عالم آج مجھے اس قوم کی جنگ کا طریقہ اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے۔ اگر فضل الٰہی اور اقبال شاہی شامل حال ہے تو اس ناہنجار قوم میں سے ایک متنفس بھی جان سلامت نہیں لیجا سکیگا اور اپنی کرتوت کی ہر شخص عنقریب سزا پالیگا +

مرہٹوں کے اس ہزیمت کی خبر جب دکھنی سرداروں اور بھاؤ وغیرہ کو پہونچی تو انہوں نے بڑی عجلت کیساتھ کنج پورہ سے حرکت کی اور کرنال و پانی پت کے درمیان جو دہلی سے مغرب کی جانب تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے اپنا پڑاؤ ڈالدیا۔ مرہٹوں کی فوج باوجودیکہ ان گنت اور بے شمار تھی مگر پھر بھی انپر افغانی لشکر کا اسقدر رعب چھایا ہوا تھا کہ بڑے بڑے بہادر سرداروں کے دل ان سے خوف زدہ ہوگئے تھے۔ سبنے اتفاق رائے سے لشکر کے اردگرد ایک نہایت گہری خندق کھودی اور اونچے اونچے دمدمے بناکر انپر جابجا توپیں لگادیں اور ہر طرف سے مضبوطی واستحکام کرکے منتظر وقت رہے +

شاہ درانی نے مصلحتاً اپنے لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا اور پرانے خیمے اور ناکارے گھوڑے لاغر اور ضعیف خچر و بیل اسی جگہہ چھوڑکر مغرب کی جانب چند میل ہٹا چلاگیا۔ یہ دیکھکر ہندوستانی اور دکھنی فوج باہم کہنے لگی کہ معلوم ہوتا ہے شاہ درانی ہمارے خونخوار لشکر کے مقابلہ سے منہ موڑ گیا اور وہ مرعوب ہوکر لڑائی سے کنارہ کش ہوا۔ یقین پڑتا ہے کہ اسیطرح آہستہ آہستہ اپنی ولایت کیطرف بھاگ جائیگا۔ ادھر جب مرہٹوں نے یہ خبر سنی کہ بادشاہ اپنا بہت سا اسباب اور گھوڑے چھوڑکر بھاگ گیا تو ان لالچیوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور شاہی لشکر کی فرودگاہ کیطرف آندھی مینہ کیطرح جھپٹے۔ گھوڑے اور بیل جسقدر تھے سب اپنے قبضے میں کرلئے اور اسباب کی قسم میں سے جو ہاتھ لگا اُسے غارت کرکے بخوشی و دلجمعی روانہ ہوئے۔ سردار جہان خاں بہادر جو شاہی حکم کے بموجب اسی جنگل کے ایک گوشہ میں کہات لگائے بیٹھا تھا اور منتظر وقت تھا مرہٹوں کو اپنی زد میں آتے دیکھا تو آفت ناگہانی کیطرح ان پر ٹوٹ پڑا اور ایسا انکو قتل کیا کہ انمیں سے ایک شخص بھی جان بر نہوسکا اتفاقاً اُسوقت نواب شجاع الدولہ بہادر جو اس راستہ سے گذر رہا تھا

ایک اور دفعہ کا واقعہ ہے کہ افغانی بہادر نواب عنایت خاں اور نجیب الدولہ کے ساتھ مرہٹوں کی فوج میں بیدھڑک گھس گئے اور انتقام کے فراموش شدہ حوصلے از سرنو تازہ ہوگئے نہایت حوصلہ مندی اور شجاعت کے ساتھ جنگ کرنی شروع کی اور بہت سے مرہٹوں کو قتل کرکے بیشبہا مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ واپس آتے وقت اُنکے بازاروں اور گذرگاہوں میں خوب دف بجاتے اور افغانی لہجہ میں دلکش آوازے گاتے ہوئے لوٹے یہ لوگ ہنوز اپنے مورچوں کے قریب نہ پہونچے تھے کہ دفعتاً چالیس پچاس ہزار دکھنی سوار کمین گاہ سے باہر کود پڑے اور سب کو اپنے محاصرہ میں کرلیا۔ تلواروں اور تیروں کی بوچھاڑ پڑنے لگی اور افغانی بہادروں کی گردنیں کھیرے ککڑی کی طرح بید ریغ اُڑنے لگیں اب افغانیوں کو سخت مشکل کا سامنا تھا اور لڑائی کا یہی حصہ سب سے زیادہ نازک اور خطرناک تھا ہرچند افغانیوں نے نہایت سرگرمی اور مستعدی کیساتھ کوشش کی اور جنگ کے فراز و نشیب کو خوب غور سے دیکھا مگر حریف کی کثرت افواج نے تمام تدبیروں کو شکست دیدی اور سخت جانفشانی کے بعد بھی کچھ کامیابی حاصل نہیں ہوئی بلکہ کسی پہلو سے ایک شخص کو بھی امید زیست نہ رہی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ چند اتفاقی واقعات اگر اسوقت مساعدت نہ کی ہوتی تو نواب عنایت خاں اور نجیب الدولہ کے تمام لشکر کا خاتمہ ہی ہوچکا تھا۔ اِس معرکہ میں چھ ہزار افغانی جو نواب نجیب الدولہ کے ملازم خاص اور بہادر جاں نثار تھے کام میں آئے اور پانسو پیادے زخموں سے چور چور ہوکر بیٹھے اسپر بھی جو لوگ قتل سے بچے اُسیطرح دف بجاتے اور رقص کرتے ہوئے مرہٹوں کے لشکر گاہ سے باہر نکلے نواب شجاع الدولہ کا مورچہ نجیب الدولہ کے مورچہ کے قریب ہی تھا اُسنے جب ان زخمیوں کو اسطرح دف بجاتے اور رقص کرتے دیکھا تو نہایت متعجب ہوا اور حیرت آمیز لہجہ میں کہا کہ ان جوانوں کی جرأت اور بہادری پر نہ صرف ایک آفریں بلکہ صد آفریں ہے +

حافظ الملک اسوجہ سے کہ مرض سرسام میں مبتلا ہوگیا تھا ان معرکوں میں شریک نہ ہوسکا تھا مگر نواب عنایت خاں ایک کثیر فوج کے ساتھ بادشاہ کے ہمرکاب تھا اور ان لڑائیوں میں وہ نمایاں اور حیرت انگیز کام کرتا تھا جس سے اُسکی بہادری اور شجاعت کے ذاتی جوہر ہر ہنگامے میں ظاہر ہوتے تھے افغانی افسروں کے علاوہ اکثر ہندوستانی سرداروں نے بھی اِن محاربات میں وہ دلیریاں ظاہر کی ہیں جنسے تاریخی صفحات ابتک روشن اور چمکیلے نظر آتے ہیں کہتے ہیں کہ احمد شاہ کے آنے

باوجود بے سروسامانی اور قلیل فوج کے اس ثابت قدمی اور دلیری سے مرہٹوں کا مقابلہ کیا جسے زمانہ آجتک بھولا نہیں ہے اور مدتوں تک نہ بھولیگا۔ مرہٹوں کی فوج اور جنگ کے سازوسامان اگرچہ اس کثرت سے تھے کہ دیکھنے والوں کو کبھی خیال بھی نہ ہو سکتا تھا کہ احمد شاہ درانی ان پر فتحیاب ہو جائیگا لیکن اسے درانی کی خوش قسمتی اور اقبال مندی نیز فضل ایزدی کہنا چاہیئے کہ وہ بہت تھوڑے عرصہ میں اسقدر جنگجو اور خونخوار قوم پر فتح پاگیا دس ہزار مرہٹوں اور بہت سے سرداروں کو مختلف معرکوں میں خود تہ تیغ کیا اور سارے ہندوستان میں اپنی فتح نمایاں کے عالیشان جھنڈے گاڑ دیئے

دکھنی افواج کی شکست اور بھاؤ کا قتل

یہ ہنگامے اور معرکہ آرائیاں جو مرہٹوں اور افغانیوں میں ہو رہی تھیں اب انکو پانچ مہینے کا عرصہ گذر گیا اس اثنا میں بہت سے مرہٹے اور انکے سردار افغانی تلواروں سے خون میں نہائے اور بعض موقعوں پر ہندوستانی اور افغانی لشکروں کے بھی کچھ آدمی کام میں آئے جنگ کی مسلسل اور طول طویل لین ڈوری آگے بڑھی چلی جاتی تھی اور اسکے خاتمہ کے آثار بالکل نظر نہ آتے تھے آخر کار درانی فوج نے یہ تدبیر سوچی کہ جبتک رسد کا سلسلہ مرہٹوں سے بند نہ کیا جائیگا یہ متمرد اور سرکش لوگ کبھی اپنی بانی سے باز نہ آئینگے چنانچہ ان لوگوں نے بڑی کوشش کیساتھ ان رستوں کو بالکل بند کر دیا جن سے مرہٹوں کی فوج میں غلہ اور دانا چارہ ہر چہار طرف سے چلا آتا تھا اسوجہ سے مرہٹوں کے لشکر میں غلے کا قحط پڑا اور اسکی یہاں تک نوبت پہونچی کہ وہ لوگ حیوانات کی ہڈیاں چکی میں پیس پیسکر کہانے لگے۔ انکے گھوڑے گھاس اور دانہ کی نایابی کیوجہ سے لاغر وضعیف ہو کر لڑائی کے کام سے گئے گذرے ہو گئے۔ جب مرہٹوں کی یہ کیفیت ہوئی تو تنگ ہو کر میدان میں آئے اور بڑے جوش وخروش سے آے دونوں طرف کی فوجیں صف آرا ہوئیں اور ایک عظیم الشان اور قیامت خیز ہنگامہ برپا ہوا اس معرکہ میں مرہٹوں نے بڑی مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ اپنا انتقام لینے میں کوشش کی اور سینہ سپر ہو کر افغانیوں کو کلہ بہ کلہ جواب دیتے رہے نواب عنایت خاں نے اپنی فوج کیساتھ نہایت برہمی اور خوفناکی سے سخت حملہ کیا اور خوب ہی تیغ کے جوہر دکھائے مگر آخر کار مرہٹوں کی کثرت افواج کے سبب سے محصور ہو گیا۔ شاہ درانی کو یہ خبر

پہونچی تو اسنے فوراً عنایت خاں کی کمک کیلیے حاجی عطائی خاں کو روانہ کیا اسنے سواروں کیے ایک ہزار دستے کیساتہ مرہٹوں پر حملہ کیا مگر بدقسمتی سے دفعتہً حریف کے لشکر میں سے ایک گولہ حاجی عطائی خاں کے عین سر پر پڑا بس سے وہ جاں بر نہو سکا شاہ درانی نے حاجی عطائی خاں کے مقتول ہونیکے بعد ہزار صف شکن سوارونکا ایک دستہ ایک افغانی افسر کی سرگردگی میں روانہ کیا اور حکم فرمایا کہ نہایت تیزی و عجلت کیساتہ حریف پر حملہ کیا جائے ابھی یہ فوج کا دستہ نظر سے اوجہل نہ ہوا تہا کہ ایک دوسرے مشہور افسر کو مع ایک ہزار سواروں کے حملہ کرنیکا حکم دیا غرض کہ اسیطرح فوج کے چند دستے یکے بعد دیگرے روانہ کیئے گئے اور سب کو متواتر حملہ کر دینے کا حکم دیا گیا فوج کے پہلے دستے نے اوسطرف رخ کیا جدہر بسواس راؤ اور بہاؤ راؤ وغیرہ تین سو سردار مہیب اور مست ہاتہیوں پر سوار ہوئے جنگ کا نظارہ کر رہے تھے جونہیں یہ دستہ قریب پہونچا سب نے یکبارگی بندوقوں کے فیر کرنے شروع کئے ابہی یہ دستہ فیر کرنے سے فارغ نہیں ہوا تہا کہ فی الفور دوسرا دستہ انکی جگہ آموجود ہوا اور اسنے بہی دفعتہً گولیوں کا مینہہ برسا دیا علی ہذا القیاس تیسرا دستہ بڑی تیزی کیساتہ پہونچا اور اسنے بہی بڑی چستی اور چالاکی کیساتہ بندوقوں کے فیر کیئے اس یورش میں بہت سے سرداران مرہٹہ خاصکر بسواس راؤ اور بہاؤ راؤ گولیوں کے زخموں سے مجروح ہو کر عالم عدم میں روانہ ہوئے اور تین سو مست ہاتہیوں نے زخموں سے چور ہو کر اور بندوقوں کے فیروں کی مہیب اور دہشتناک آوازوں سے خوف زدہ ہو کر الٹے اپنے ہی لشکر کیطرف رخ کیا۔ اور بہت سے پیادوں کو پیروں سے روندتے اور کچلتے ہوئے بہاگے چلے گئے *

جب یہ فوج کے یہ تینوں دستے بندوقیں خالی کر چکے تو یکلخت سب نے تلواریں کھینچ لیں معہ دو مرہٹوں کو قتل کرنا شروع کیا دکہنی فوج نے فاش شکست کہائی اور باوصف لشکر کثیر اور وافر ساز و سامان کے راہِ فرار اختیار کی ہندوستانی بہادروں نے دور تک انکا تعاقب کیا اور سخت خونریزی کے بعد فتحیاب ہو کر واپس آئے الغرض اس جنگ میں دکہنیوں کی اسقدر خونریزی ظہور میں آئی کہ کبہی کسی نے ایسی خونریزی دیکہی نہ سنی ہوگی۔ مقتولین کی لاشیں پچاس پچاس میل تک پڑی ہوئی مغرور اور متکبر لوگوں کو اپنے حالِ زار کیطرف متوجہ کرتیں اور زبانِ حال سے کہتی تہیں کہ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جسقدر دکہنی افسر اس معرکہ میں شریک تہے ان میں سے ایک نے بہی

مورخین کا بیان ہے کہ اسی معرکہ میں جب مرہٹے میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہوئے تو درانیوں نے ہر طرف سے انکا تعاقب کیا اور جہاں کہیں بھی کوئی دستیاب ہُوا فوراً اُسے تہ تیغ کر دیا گیا ابراہیم خان کاردی دست و پا بجولاں کر کے حضور شاہی میں لایا گیا جسے بادشاہ نے ایک نہایت قہر آلود اور غضبناک نظر سے دیکھا۔ نواب شجاع الدولہ نے ہر چند بادشاہ سے اُس کی جان بخشی کی سفارش کی لیکن اُس کی التجا نے قبولیت کا درجہ نہ پایا بلکہ حضور شاہی سے اُس کی نسبت قتل کا حکم صادر ہُوا کیونکہ اس مفسد اور فتنہ انگیز کو اس سے پیشتر رحم دل اور قدر شناس بادشاہ نے کئی مرتبہ اپنی رفاقت کا پیغام دیا مگر اُس کی بغاوت انگیز اور حیلہ جو طبیعت نے بادشاہ کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرنے دیا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ نہایت ذلت کی حالت میں قتل کیا گیا۔

الغرض اس لڑائی میں جس قدر غنیمت سرکار شاہی کی ضبطی میں آئی اُس کا ٹھیک اندازہ بہت مشکل سے ہو سکتا ہے۔ مرہٹوں کی شکست کے بعد افواج شاہی میں فتح و نصرت کے نقارے بڑی دھوم دھام سے بجنے لگے اور سنبھالک کے وسیع میدانوں میں کامیابی کے عالیشان جھنڈے نہایت زور و شور سے ہوا میں فراٹے بھرنے لگے بادشاہ نے اس فتح کی خوشی میں ایک عظیم الشان دربار کیا اور تمام فوجی افسروں کو اُن کے قدر و منزلت کے لائق مناصب و عہدے عنایت کئے بڑے بڑے سردار خصوصیت کے ساتھ گراں بہا خلعتوں سے ممتاز ہوئے اور ہمدردان قوم کی گودیاں مال و زر سے بھر دی گئیں۔ حافظ الملک کے فرزند رشید عنایت خاں بہادر کی تعریف بادشاہ نے نہایت وزنی اور پر فخر لفظوں میں کی اور بھرے دربار میں اس کی طرف روئے سخن کر کے یوں فرمایا کہ عنایت خاں! یہ عظیم الشان فتح تمہیں مبارک ہو اور تم پر نیز تمہارے والد بزرگوار پر خدا کی رحمت جنہوں نے اسلامی خدمت میں وہ کارنمایاں کئے جو ایک عرصہ تک تاریخی صفحوں پر سنہری حرفوں میں چمکتے نظر آئینگے۔ یہ کہکر بادشاہ تخت پر کھڑا ہوگیا اور کسی قدر بلند آواز سے فرمایا کہ عنایت خاں! آج بفضل خدا ہندوستان کا ملک دہلی سے بنگالے اور دکھن تک تمہارے لئے خالی ہے میں نے خدا کی مدد سے اُس سرزمین کو دشمنوں کی نجاست سے بالکل پاک صاف کر دیا اور آئے دن کے ہنگاموں اور خرخشوں سے تمہیں فارغ البال کر دیا؟ اب تم دلجمعی اور آسائش کے ساتھ ہندوستان میں حکم رانی کرو اور ما بدولت ہمیشہ دعائے خیر میں

مشغول رہو۔ شجاع الدولہ بہادر جو تمہاری قوم اور تمہارے قبیلے میں سے نہیں ہے اُسے میں
اپنے ہمراہ لئے جاتا ہوں اور ایک وسیع ملک جو اُس کے ملک سے بہت زیادہ زرخیز اور معمور ہے
اُس کے نامزد کرتا ہوں بادشاہ یہ تقریر کر رہا تھا اور تمام سردار نہایت خاموشی کے ساتھ سر نیچے
ڈالے سن رہے تھے جب وہ اپنی تقریر ختم کر چکا تو حافظ الملک نے کھڑے ہو کر نہایت ادب
سے عرض کیا کہ جہاں پناہ! ہم میں اور نواب شجاع الدولہ میں کسی طرح کی مغایرت نہیں ہے
انہوں نے اکثر خطرناک موقعوں پر ہمیں مدد دی ہے اور بہت سے نازک مقاموں پر ہماری
کمک کو پہنچے ہیں۔ سچ بات یہ ہے کہ ان کا ہم پر اس قدر گرانبار احسان ہے جس سے ہمارا سر
نہیں اُٹھ سکتا اگرچہ حضرت قبلہ عالم نواب صاحب کو اپنے ساتھ لیجا کر سرفراز فرمانا چاہتے ہیں اور
یہ عزت افزائی اُن کے نیز ہمارے لئے بڑی خوش قسمتی کی باعث ہے۔ لیکن ہندوستانی
لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملجائیگا کہ آخر قوم افاغنہ نے باہم اتفاق کر لیا اور ایک شخص کو جو ہندوستان
میں باقی رہگیا تھا اُسے بھی دیکھ نہ سکے اور وطن سے نکال باہر کر دیا بہرصورت نواب شجاع الدولہ
کا یہاں سے جانا ہمارے حق میں بہتر نہیں معلوم ہوتا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہیں
نواب شجاع الدولہ سے کسی طرح کی خصومت نہیں ہے اور وہ بھی تم سے نہایت خوش ہیں لیکن تمہارے
حق میں بہتر یہی تھا جو اس وقت بیان کیا گیا خیر اگر تم میری رائے کو رغبت کے کانوں سے نہیں سنتے
اور نظر قبول سے نہیں دیکھتے تو میں بھی تمہیں مجبور نہیں کرتا لیکن یہ یاد رہے کہ ایک دن اس کا نتیجہ تم خود
اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے +

شاہ درانی یہ کہکر تخت پر بیٹھ گیا اور سرداران ہند کو مال و دولت سے مالا مال کر کے رخصت
کیا ازاں بعد اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیا اور متوجہ ولایت ہوا چلتے وقت سرہند کی صوبہ داری زین خاں
مہمند کو عطا فرمائی اور کوچ بہ کوچ داخل قندھار ہوا۔

احمد شاہ درانی کا پانچویں دفعہ قصبہ جنڈیالہ واقع پنجاب کے باشندوں کی امداد کے لئے ہندوستان کی طرف متوجہ ہونا

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن احمد شاہ درانی قندھار میں خواب استراحت میں تھا دفعۃً آدھی

رات کے وقت سوتے سوتے چونک پڑا اور بیدار ہو کر نہایت مضطربانہ حالت میں باہر آیا اور بغیر کسی کو اطلاع کئے ہوئے فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر تین سو سوار اور چند خاص خاص غلاموں کو جو اُس وقت حرم کے دروازہ پر موجود تھے ہمراہ لیکر نکل کھڑا ہوا اور سیدھا ہندوستان کی طرف رخ کیا۔ روانگی کے وقت ایک غلام کو اشارہ کیا کہ اشرف الوزراء شاہ ولی خاں بہادر کو جلد جا کے اطلاع دے کہ میں غزا کی نیت سے ہندوستان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تمہیں چاہیئے کہ نہایت عجلت کیسے ساتھ مجھ تک اپنے تئیں پہنچاؤ وزیر اس خبر کے سنتے ہی حیرت زدہ ہو گیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ یا الٰہی ایسا کونسا پرخطر اور خوفناک حادثہ بادشاہ کو پیش آیا کہ وہ میری صلاح و مشورہ بغیر اس بے سر و سامانی کے ساتھ متوجہ ہندوستان ہوا مگر چونکہ وزیر السلطنت نہایت ذی شعور اور صاحب تدبیر تھا فوراً پچاس ساٹھ فرمان بایں مضمون لکھوا کر مختلف صوبوں اور جاگیرداروں کے پاس روانہ کئے کہ ما بدولت جہاد کے ارادہ سے ہندوستان کے جانب تشریف فرما ہوئے ہیں مناسب ہے کہ اس فرمان کے پہنچتے ہی ہر ایک حکمران اور صوبہ دار بہت جلد یلغار کرتا ہوا حضور شہنشاہی میں حاضر ہو ادھر تو یہ فرمان جاری ہوئے اُدھر وزیر السلطنت نے تمام ولایتی افواج کو مسلح ہونے اور کوچ پر آمادہ ہونے کا حکم دیا اس وقت جسقدر فوج خاص قندھار اور اطراف قندھار میں موجود تھی سب آن کی آن میں مسلح ہو کر آموجود ہوئی اور وزیر نہایت تزک و احتشام کے ساتھ بادشاہ کے عقب میں روانہ ہوا +

شاہ درانی قندھار سے روانہ ہو کر کوچ بہ کوچ دریائے سندھ پر پہنچا اور جہلم و چناب اور راوی کو عبور کر کے نواح لاہور میں جلوہ آرا ہوا۔ اس وقت اس کی رکاب دولت میں دس بارہ سواروں سے زیادہ نہ تھے جس وقت اُس نے نہایت استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ دریائے راوی کو عبور کیا ہے تو ایک مسلمان شخص سے جو وہاں کا باشندہ تھا ملا اور پوچھا کہ سکھوں کی فوج کس مقام پر قیام پذیر ہے اور وہ موقع یہاں سے کتنے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس نے بیان کیا کہ سرکش سکھ تمام پنجاب سے سمٹ سمٹا کر قلعہ جنڈیالہ کے نیچے پڑے ہوئے ہیں جو امرتسر سے قریباً سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے میرے خیال میں اُن کی تعداد پیادوں کے علاوہ ستر اسی ہزار سے کسی طرح کم نہیں ہے جن میں بہت سے نامی اور مشہور افسر موجود ہیں مجھے

یہ بھی تحقیق ہوا ہے کہ انھوں نے عرصہ پندرہ روز سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے اور محصورین انکے ہاتھوں سے تنگ آ گئے ہیں قلعہ کا محاصرہ صرف اس بنا پر کیا گیا ہے کہ وہاں کے باشندے مسلمان ہیں اور نماز کے لئے باآواز بلند اذان دیتے ہیں ان میں سے کچھ لوگوں نے سرکش سکھوں کے بیرحم ہاتھوں سے جام شہادت نوش کیا اور مظلومانہ جان دی اور اکثر لوگ قلعہ میں محصور ہو گئے ہیں +

بادشاہ اس خبر کے سنتے ہی سیدھا چنڈالہ کی طرف روانہ ہوا اور آندھی مینہ کی طرح سکھوں کے سروں پر آموجود ہوا شاہی موکب کے ورود کی خبر جب سکھوں کو پہنچی تو انھوں نے یک بارگی محاصرہ اٹھا لیا اور بے سروسامان ہو کر راہ فرار اختیار کی نانک شاہی فقیروں نے جب دیکھا کہ سکھوں نے یکایک محاصرہ اٹھا لیا تو انھوں نے باہم کہا کہ سکھوں کا بغیر اس کے کہ فوج غنیم ان پر حملہ آور ہو یا کوئی ناگہانی ہنگامہ برپا ہو یوں پریشان ہو کر بھاگ کوئی وجہ ضرور رکھتا ہے ممکن ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینے کی غرض سے ایسا کیا ہو اور سوچا ہو کہ جب ہم یہاں سے چلے جائینگے تو محصورین غافل ہو کر قلعہ کا دروازہ کھول دینگے اور ہم دفعۃً حملہ آور ہو کر ان کا کام تمام کر دینگے یا کوئی اور وجہ ہو بہر صورت اس کی ٹوہ ضرور لگانی چاہیے چنانچہ انھوں نے چند جاسوسوں کو اس امر کی تحقیق کے لئے ہر چہار طرف روانہ کیا اور آخر کار انھوں نے واپس آ کر بیان کیا کہ سکھوں کا حال بالکل معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں گئے اور کدھر غائب ہو گئے قلعہ کی چاروں طرف دور دور ان کا نشان نہیں لگتا لیکن یہ بات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں کہ یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر ایک شخص قبلہ رخ درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور دو شخص جو قیاس سے اس کے خادم معلوم ہوتے ہیں بانات کی چادر سے اس پر سایہ کئے کھڑے ہیں وہ شخص جو قبلہ رخ بیٹھا ہوا ہے اپنے سر پر چار چینے کا باشان و شوکت تاج رکھتا ہے جس کے پر ہوا سے لحظہ بلحظہ حرکت کرتے ہیں ان دو شخصوں کے علاوہ جو اس کے سر پر سایہ کئے کھڑے ہیں اور دس بارہ آدمی اس تاجدار کے سامنے نہایت ادب سے سر جھکائے کھڑے ہیں اتفاقات حسنہ سے یہ خبر چنڈالہ کے سردار کو بھی پہنچی اس نے فوراً معلوم کر لیا کہ ہو نہ ہو وہ شخص شاہ درانی ہو جو ہماری مدد کے لئے تشریف فرما ہوا ہے کیونکہ یہ تمام علامتیں ہو بہو اسی کی بیان کی جاتی ہیں چنانچہ سردار مذکور اپنی قوم کو ساتھ لیکر قلعہ سے باہر نکلا اور جیسا کہ زمینداروں کا قاعدہ ہے بہت سے نذر و نیاز ساتھ لیکر حاضر

خدمت بادشاہی ہوا دیکھا تو فی الحقیقت شاہ درانی ہی ہے دو سو سواروں کے قریب جو سردار
چیندٹ اآلہ کے ساتھ تھے سب گھوڑوں سے اتر پڑے اور پیادہ پا ہو کر حاضر خدمت ہوئے اس وقت
بادشاہ تکیہ لگائے نہایت وقار اور جاہ وجلال کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اہل قلعہ نے نہایت عاجزی و
ادب کے ساتھ سلام کیا اور ساتھ ہی جو گراں بہا تحائف اور بیش قیمت ہدیئے ساتھ لائے تھے پیشکش
کئے اور اپنے شہر کے رسم ودستور کے مطابق بادشاہ کے گرد طوائف کرکے عرض کیا کہ قبلہ عالم کی
رونق فرمائی سے پیشتر انیس ۱۹۰۰۰ ہزار سکھ ہمارا محاصرہ کئے ہوئے تھے لیکن حضور کے قدم مبارک
کی برکت اور ہیبت و رعب کی وجہ سے خود بخود محاصرہ اٹھا کر بھاگ گئے لیکن ہمیں امید ہے کہ ابھی وہ
کچھ زیادہ دور نہیں گئے ہیں صلاح دولت اس میں معلوم ہوتی ہے کہ اردوئے معلی قلعہ کے قریب
جلوہ فرما ہو بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ میں اسی جگہ قیام کرونگا بفضل الٰہی کوئی خوف واندیشہ کی
جگہ نہیں ہے اہل قلعہ ابھی حضور شاہی میں موجود تھے کہ افواج شاہی دور سے نمودار ہوئی صف
شکن غلاموں اور شجاعت پناہ سواروں کے دستے یکے بعد دیگرے یلغار کرتے ہوئے چلے آتے ہیں شام
کے قریب وزیر السلطنت شاہ ولی خان داخل اردوے معلے ہوا رات تک تین ہزار سوار جمع ہوگئے
اور خیمہ سلطانی اسی مقام پر نصب کیا گیا صبح ہوئی تو چھ ہزار سوار جنہیں ہندوستان کی فتح کا فخر
حاصل تھا حضور سلطانی میں موجود تھے سکھوں کی خبر تحقیق کرنے کے لئے جاسوس مقرر ہوئے اسوقت شاہ
ولی خان نے عرض کیا کہ حضور کا اس جلدی اور بے سروسامانی کے ساتھ ملک غنیم میں تشریف
لانا مصلحت سے خالی نہیں ہے مجھے معلوم ہے اور یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی
مصلحت ضرور مرکوز ہے اور گو فدوی اس امر کا استکشاف خلاف ادب شاہی سمجھتا ہے لیکن آرزو
یہ ہے کہ اس کا کچھ شمہ حضور زبان مبارک سے بیان کریں تاکہ جو تردد اور خلجان میرے
دل میں ہے رفع ہو جائے +

بادشاہ نے فرمایا کہ شاہ ولی خان! سنو جس شب کو میں نے قندھار سے اس طرف رخ کیا ہے اسکی
رات گذری تھی کہ خواب میں محبوب سبحانی کی زیارت اور جناب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال با
کمال کے شرف لقا سے مشرف ہوا آنحضرت نے کمال شفقت ومہربانی سے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا
کہ احمد درانی ہم نے تجھے اپنے لئے منتخب کر لیا ہے اب تو بستر راحت سے اٹھ اور فوراً پنجاب کی

جانب روانہ ہوجا کیونکہ قصبہ جنڈالہ کا ایک مطیع الاسلام گروہ کفار کے محاصرہ میں آیا ہوا ہے۔ سرکش اور مغرور سکھوں نے کئی روز سے غریب مسلمانوں کا محاصرہ کر رکھا ہے اور وہ تنگ ہو کر جفاکار سکھوں کی خون آشام تلواروں کے آگے گردنیں جھکانے پر آمادہ ہیں"۔

جوں ہی جناب نبی اکرم کی زبان مبارک سے میں نے یہ الفاظ سنے فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور چونکہ ایک لمحہ کا توقف بھی جائز نہ رکھتا تھا لشکر کے جمع کرنے اور مال و خزانہ کے فراہم کرنے کا انتظار نہ کر کے متوکلاً علے اللہ تن تنہا ادھر روانہ ہو گیا چلتے وقت تمہیں کہہ آیا کہ فوج و خزانہ ساتھ لیکر پنجاب کی طرف چلے آؤ یہ وہ رمز تھی جسکی وجہ سے میں آدھی رات کو اس بے سرو سامانی کی حالت میں قندھار سے نکلکر ادھر آیا +

الغرض بادشاہ درانی اور اُس کے جانباز لشکر نے دو تین روز تک قصبہ جنڈالہ میں قیام کیا اتنے میں جاسوسوں نے خبر دی کہ بدقسمت سکھ یہاں سے بھاگ کر موضع کوپ میں قیام پذیر ہیں اور زین خان مہمند صوبہ دار سرہند اور بھیکن خاں مالیری اور ان کے علاوہ اُس طرف کے دیگر سرداروں جیسے مرتضےٰ خاں بڑیچ اور قاسم خاں وغیرہ کا محاصرہ کر لیا ہے چونکہ ان لوگوں کے پاس اس قدر فوج اور جنگ کے ساز و سامان نہیں ہیں کہ کھلے میدان میں سکھوں سے مقابلہ کر سکیں اور اُن کے تبر و تلواروں کا کلہ بکلہ جواب دیں لہذا قلعہ بند ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں شاہ درانی نے یہ خبر سنتے ہی دو جری اور نہایت بہادر جاسوسوں کو منتخب کر کے زین خاں کے پاس روانہ کیا اور فرمایا کہ زین خاں کو ہماری طرف سے پیام دو کہ تم نے کسی طرح پریشان و مضطرب نہ ہونا انشاءاللہ کل صبح ہوتے ہوتے میں تمہاری کمک کے لئے پہنچ جاؤنگا تم اپنی موجودہ فوج کی قلت پر ہرگز نظر نہ کرو اور قلعہ سے باہر نکلکر ظالم سکھوں کو اُن کے تلوار و نیزہ کا سینہ بسینہ جواب دو اور اگر تم نے اس میں تامل کیا اور قلعہ سے باہر نکلکر سکھوں سے مقابلہ نہ کیا تو سمجھا جائیگا کہ تم نہایت نامرد اور بزدل ہو اور علاوہ اسکے مجرم بھی قرار دئے جاؤ گے +

زین خان مہمند اس پیام شاہی کے پہنچتے ہی حیران رہگیا اور اُسے بجز اس کے اور کچھ کرتے دھرتے بن ہی نہیں پڑا کہ جسقدر فوج پاس ہے اُن کو ہمراہ لیکر قلعہ سے باہر نکلے اور عزت باختہ سکھوں کو اُن کے تیغ و تبر کا تلوار کے ساتھ جواب دے چنانچہ علے الصباح اُس نے فوج کی

درستی کا حکم دیا اور جب فوج مسلح ہوگئی تو کھلے میدان میں ستمگار سکھوں سے مقابلہ شروع کر دیا سکھ تو پہلے ہی سے آمادۂ جنگ تھے انھوں نے قریباً بیس ہزار سوار اور بہت سے بہادر افسر منتخب کرکے زین خان کے مقابلہ میں روانہ کئے دونطرف سے فوجیں صف آرا ہوئیں اور کوپ کے وسیع میدان میں فوجی دریا بڑے زور شور سے لہریں لینے لگا جانبیں سے لڑائی شروع ہوگئی اور توپ و بندوق سے درگذر کرکے تلواروں کی نوبت پہنچی سخت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی کہ زین خان نے اپنی پشت کی جانب غور سے دیکھا تو دور سے سواروں کی گرد و غبار نمودار ہوئی یہ اس خیال سے کہ شاید دغاباز سکھ پشت کی جانب سے بھی حملہ آور ہوئے ہیں گھبراگیا اور اُس کے اُڑے ہوئے ہوش وحواس جاتے رہے لیکن تاہم اُس نے اپنی ہوش وحواس بجا کرکے بہت جلد ایک شتر سوار کو اس امر کی تحقیق کے لئے اُدھر روانہ کیا شتر سوار فوراً واپس آیا اور بڑے جوش مسرت کے ساتھ زین خاں کو مبارکباد فتح کی دیکر عرض کیا کہ یہ حریف کی فوج نہیں ہے بلکہ شاہ درانی کا باڈی گارڈ ہے۔ یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شاہ درانی کی قراولی فوج کا ایک بڑا بھاری دستہ بڑی تیزی کے ساتھ آپہنچا اور زین خان سے کہا ہمارے بادشاہ کا حکم ہے کہ تم اپنے لوگوں سے کہدو کہ فوراً اپنے سروں پر درختوں کے پتے یا سبز گھاس رکھلیں تاکہ اس علامت سے وہ پہچانے جائیں ہماری ہراول فوج کے لوگ قوم اُزبک سے ہیں اور انہیں شاہی حکم ہو چکا ہے کہ جو شخص بھی ہندی لباس سے آراستہ ہو اُسے بے دریغ قتل کر ڈالو لیکن ہاں جس شخص کے سر پر درخت کے ہرے پتے یا سبز گھاس ہو اُسے جان و مال میں امن دیا جائے +

زین خان نے اپنی ساری فوج میں اس امر کی منادی کردی اور افسروں کو بلا کر خوب سمجھا دیا کہ جو شخص اس حکم کی تعمیل نہ کریگا فوراً قتل کیا جائیگا چنانچہ تمام مسلمانوں نے اپنے سروں پر درخت کے پتے یا سبز گھاس کا مٹھا رکھ لیا اور لڑائی میں مشغول ہوئے۔ ان باتوں میں ابھی تھوڑا ہی وقفہ ہوا تھا کہ فوج ہراول آپہنچی اور عجب شان و شوکت سے آئی ننگی تلواریں ہاتھوں میں لئے ہوئے اور بڑے جوش وغضب کے ساتھ اونہیں چمکاتے ہوئے جس وقت سورج کی تیز کرنیں اُن پر پڑتی تھیں معلوم ہوتا تھا کہ میدان میں بجلیاں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی ہیں۔ الغرض شاہی فوج نے آتے ہی سکھوں کو بیدریغ قتل کرنا شروع کیا اور ہر طرف اُنکے ناپاک سر کھیرے ککڑی کی طرح بے دھڑک اُڑنے لگے کوپ کا سارا جنگل مغرور

و ناپاک سکھوں کی گندی لاشوں سے پٹ گیا اور معرکہ جنگ تعلی سمندر ہو کر نہایت خوفناکی کے ساتھ موجیں لینے لگا۔ پہر دن چڑھے سے شام تک معرکہ قتل اور بازار تاراج گرم رہا اور مسلمانوں نے جمعیت دشمنوں کو اپنے خون آشام تلواروں کے خوب ہی جوہر دکھلائے اسی ہزار فوج میں سے تیس ہزار لوگ قتل ہوئے اور بقیۃ السیف نے راہ فرار اختیار کی شاہی افسروں نے مقتولین کے سر کاٹ کر بادشاہ کے نظر کئے اور فتح کی خوشخبری سنائی شاہ درانی نے فتح کی خوشی میں ایک عظیم الشان جشن مرتب کیا اور ہر ایک بہادر افسر کو اسکی قدر و منزلت کے مطابق مال و دولت سے عزت افزائی کی اور ساری فوج کی گود یا زر و زیور سے لبریز کر دیں جشن سے فارغ ہونے کے بعد چند روز تک اس پرلطف اور خوشگوار مقام میں بادشاہ رونق فرما رہا اور پھر زین خان مہمند کو بدستور قدیم اس ملک کا فرمانروا مقرر کر کے روانہ قندھار ہوا +

چھٹی مرتبہ شاہ درانی کی ہندوستان کی طرف توجہ

شاہ درانی کے قندھار چلے جانے کے بعد سکھوں نے اپنی جمعیت دوبارہ فراہم کی اور جنگ کے تمام ساز و سامان جب انکے حسب دلخواہ مہیا ہو گئے تو غارتگری کے ہاتھ پھیلائے اور مسلمانوں کو سخت ایذائیں اور ناقابل برداشت تکلیفیں دینی شروع کیں شاہ درانی کو ان ستمگاروں کی اس سرکشی و بغاوت کی خبر پہنچی تو وہ بغاوت کی شعلہ انگیز آگ بجھانے اور ناپاک سکھوں کو دنیا سے مٹانے کا تہیہ کر کے قندھار سے روانہ ہوا اور بڑی تیزی کے ساتھ انبالہ میں آدھمکا جو دہلی سے قریباً سو میل کے فاصلہ پر لاہور کی جانب واقع ہے اس وقت افاغنہ ہندوستان شاہ درانی کی شوکت و ہیبت کی طفیل میں کمال شادمانی و خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے اور عیش و عشرت کی خوب داد دے رہے تھے اُن کی حکمرانی کے ڈنکے ہندوستان کے کونے کونے میں بج رہے تھے اور دشمنوں میں سے کسی کو سر اُٹھانے کی تاب نہ تھی ایسی حالت میں انہوں نے شاہ درانی کا ملک ہندوستان میں یوں دفعتہً آجانا اپنے عیش و آرام میں خلل انداز سمجھا اور ایک گونہ ملال خاطر بلکہ بار خاطر جانا لہذا عجز و نیاز سے بھری ہوئیں عرضیاں اپنے وکیلوں کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیں اور لطائف الحیل سے اپنی غیر حاضری کی معذرت کی لیکن نواب نجیب الدولہ

بہادر نے اسبات کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ خود حضور شاہی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب حضور کے اقبال و دولت سے تمام ملک ہندوستان امن و آسایش میں ہے اور اوسے دشمنوں کیطرف سے کسیطرح کا دغدغہ نہیں ہے بالفعل کوئی خلل و فساد اوسمیں واقع نہیں ہوا ہے اور نہ کوئی حملہ اور غنیم ایسا باقی رہا ہے جو اوسپر چڑھائی کرے جناب اعلٰی قندھار تشریف لیجائیں اور آرام و آسایش سے زندگی بسر کریں بادشاہ نجیب الدولہ بہادر کی حاضر ہونے اور ان باتوں کے سننے سے بہت خوش ہوا اور سرہند کی صوبداری سے اوسکی عزت افزائی کی لیکن شرف الوزرا شاہ ولی خاں کی سفارش سے سرہند اور پٹیالہ کی حکمرانی امر سنگھ نامی راجہ کو جو قدیم سے یہاں کا حاکم تھا عنایت فرمائی اور اوسکی مزید عقیدتمندی اور اظہار خلوص کے سبب سے خلعت فاخرہ اور راجہ راجگان کے معزز خطاب سے ممتاز کیا سرہند اور پٹیالہ کی حکومت راجہ امر سنگھ کے نامزد ہوئی۔ اور شاہ درانی کے طفیل سے ایک مدت تک اوسے نہایت سرسبزی و شادابی نصیب رہی۔ چنانچہ اسوقت تک راجہ امر سنگھ ہی کی اولاد اوسکی مستحق سمجھی جاتی اور آزادی و خودمختاری کے ساتھ نہ سہی گورنمنٹ انگلشیہ کے زیر سایہ میں حکومت و ریاست کی مالک خیال کیجاتی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ امر سنگھ نے اوس عقیدت و خلوص کیوجہ سے جو اسے شاہ ولی خاں وزیر السلطنت کی نسبت حاصل تھا اپنی مہر میں یہ الفاظ کندہ کرائے تھے۔ "امر سنگھ بامی زئی" چونکہ وزیر مذکور بامی زئی قوم میں سے تھا اسلئے راجہ امر سنگھ نے اپنی عقیدتمندی اور خلوص کا اظہار اس پیرایہ میں کیا +

الغرض جب شاہ درانی کو دریافت ہوا کہ افاغنہ ہندوستان میرے آنیسے خوش نہیں ہیں تو اوسے سخت ملال ہوا۔ اور آخرکار اوسنے نہایت افسوس کرتے ہوئے کہا کہ میں افاغنہ ہندوستان کے مخالفوں اور دشمنوں کی سرکوبی کے لئے آیا تھا۔ اور صرف اسی غرض سے اسقدر محنت شاقہ اور تکلیف مالایطاق گوارا کی تھی مگر افسوس یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ میرے بھائی میرا یہاں آنا پسند نہیں کرتے اگر حقیقت میں یہی بات ہے تو میں اپنی ولایت کو واپس جاتا ہوں اور شاید دوسری مرتبہ آنے کی تکلیف گوارا نہ کروں یہ کہکر بادشاہ نے فوج کو کوچ کا حکم دیدیا۔ اور فوراً روانہ قندھار ہو گیا +

احمد شاہ درانی کی وفات

افغانستان کا وارث تخت و تاج یعنے احمد شاہ درانی ہندوستان سے مراجعت کر جانے کے بعد چند

سال تک قندھار میں عیش وکامرانی کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہا اور اپنی تمام ولایت کو عدل اور انصاف سے وہ رونق و آراستگی دی جسکی نظیر اوس زمانہ میں ڈھونڈے نہیں ملتی تھی لیکن افسوس اور سخت سے کہا جاتا ہے کہ اوسے عین عالم کامرانی میں دنیاوی جاہ و جلال اور اوسکی زینت و تجملات سے منہ موڑکر رہگزائے عالم آخرت ہونا پڑا سبب یہ ہوا کہ ابتدا میں ناک کے بانسے کے قریب ایک خفیف مگر زہریلا زخم نمودار ہوا۔ جو بتدریج تمام ناک کو گھیرتا اور کھاؤ ڈالتا ہوا دور تک پھیل گیا اور آخرکار ایک ایسا لاعلاج ناسور بنگیا جس سے بادشاہ کا مزاج یک بیک اعتدال سے منحرف ہوگیا۔ اگرچہ اطبا رحاذق کی ایک بڑی جماعت رات دن معالجہ میں نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ مصروف تھی۔ مگر مشیت ایزدی کے مقابلہ میں تمام سرگرمیاں اور کوششیں رائیگاں ہوجاتی تھیں اور کوئی تدبیر مفید نہ پڑتی تھی۔ بادشاہ روز بروز نڈھال ہوتا جاتا اور ضعف و ناتوانی تمام جسم پر آناً فاناً قبضہ کرتی جاتی تھی +

شہزادہ تیمور شاہ جو پہلے ہی سے ولیعہدی کا معزز تمغہ حاصل کرچکا تھا اسوقت ہرات میں موجود تھا جوں ہی اوسے بادشاہ کے علالت مزاج کی خبر پہونچی فوراً ایک فوجی دستہ ساتھ لے ہرات سے چل کھڑا ہوا۔ اور والد بزرگوار کی عیادت کی غرض سے قندھار میں آنے کا ارادہ کیا مگر وزیر السلطنت یعنے شاہ ولیخاں کی سازش سے جو شہزادہ کا دلی دشمن تھا اوسے قندھار میں آنا اور ایسے وقت میں جبکہ بادشاہ موت کے تلخ گھونٹ پی رہا تھا دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ بادشاہ کیطرف سے فوراً ایک اعلان دیدیا گیا کہ شہزادہ تیمور شاہ کو قندھار میں آنے سے ممانعت کیجائے اور ساتھ ہی شاہی لشکر کا ایک دستہ تعینات کردیا گیا کہ جبراً شہزادہ کو ہرات کی جانب واپس کردیا جائے چنانچہ مجبوراً شہزادہ کو لوٹنا پڑا۔ اور نہایت ناکامی اور مایوسی کے ساتھ واپس آیا۔ یہاں چندروز کے بعد احمد شاہ درانی نے نہایت حسرتناکی کے ساتھ دنیا کی فانی حیات کو خدا حافظ کہکر عالم باقی میں کامرنی اختیار کی۔ اور سارا جاہ وحشم اپنے پس ماندگوں کے لئے چھوڑ گیا +

احمد شاہ درانی نے تیئس سال اور کئی مہینے سلطنت کی اور اپنے عقب میں چار فرزند چھوڑے تیمور شاہ۔ سلیمان شاہ۔ سکندر شاہ۔ پرویز۔ جسوقت بادشاہ کا انتقال ہوا ہے تو تیمور شاہ کے علاوہ تینوں شہزادے قید میں تھے اور نہایت تلخکامی اور مصیبت کیحالت میں زندگی بسر کرتے تھے۔ احمد شاہ کے انتقال کے بعد شاہ ولیخاں اور دیگر امرائے سلطنت تجہیز و تکفین میں مصروف

ہوئے اور اس سے فارغ ہوکر احمد شاہی قندھار میں مدفون کیا۔ قندہار کے باشندے بالخصوص قوم
درانی اور احمد شاہ کی اولاد اوسکے مزار کا اسدرجہ ادب کرتے تھے اور اب تک کرتے ہیں کہ اگر کوئی خونی
واجب القتل اس مقبرہ میں پناہ لیتا ہے تو شرعی قصاص اور قانونی سیاست تک سے امن میں رہتا ہے
شاہ ولیخاں نے بادشاہ کی تدفین کے بعد تیمور شاہ کے سوتیلے بھائی سلیمان شاہ کو جو اوسکا داماد تھا
خراسان کی سلطنت تفویض کی اور تخت شاہی پر بٹھا کر اوسکے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ لیکن جب
یہ حادثہ ناگوار اور قیامت خیز تیمور شاہ کو پہونچی تو مراسم تعزیت اور ماتم داری کے بعد مع اپنے امراء رفقا
اور کل افواج کے فاتحہ خوانی کی تقریب میں ہرات سے متوجہ قندھار ہوا۔ وزیر السلطنت شہزادہ کی آمد آمد
کی خبر سنکر ایک سو پچاس معزز ارکین قندھار کو ہمراہ لیکر باین خیال شہزادہ کے استقبال کیلئے
روانہ ہوا کہ جسطرح بن پڑے شہزادہ کو دام فریب میں پھنسا کر قید کرلے الغرض شاہ ولیخاں شہزادہ
کے لشکرگاہ میں پہونچا۔ شہزادہ کو جب معلوم ہوا کہ وزیر ڈیڑھ سو معزز ارکین اور شرفاء قوم کیساتھ
در دولت پر قدمبوسی کیلئے حاضر ہے تو اسنے فوراً اپنے خیمہ سے نکلکر وزیر سے ملنا چاہا۔ مگر
قاضی فیض اللہ وغیرہ ارکان دولت نے شہزادہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ وزیر سے ملنے کا ارادہ
نہ کیجئے۔ کیونکہ اوسکی باتوں میں جادو ہے وہ چاہتا ہے کہ آپ کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر اپنی
دلی تمنائیں کیلئے بندوں پوری کرے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پیشتر کہ وہ خدمت میں حاضر ہو اوسکا
سر آپکے قدموں میں پڑا ہوا دکھائی دے۔ اگر حضور ارشاد فرمائیں تو ہم اوسکا کام تمام کرنے کو
موجود ہیں۔ تیمور شاہ نے اپنے جاں نثار ارکین کی یہ مصلحت آمیز تقریر سنکر تھوڑی دیر سکوت کیا
اور کچھ فکر کے بعد انکی صلاح کو مستحسن اور قرین مصلحت سمجھکر۔ انکو خاں درانی بامیزی کو جو ایک بڑا
بہادر اور دلیر شخص تھا اور جو وزیر سلطنت شاہ ولی خاں کے مقربوں میں بڑے پایہ کا آدمی تھا حکم
دیا کہ وزیر اور اُسکے دونوں لڑکوں کا سر لاکر حاضر کرے۔ خان مذکور شہزادہ کا حکم پاتے ہی
جوش غضب میں بھرا ہوا خیمہ سے باہر نکلا اور ایک ہی وار میں وزیر سلطنت کا کام تمام کردیا۔
وزیر کے ہمراہی ابھی اسکو سنبھال نے بھی نہ پائے تھے کہ اُسکے دونوں لڑکوں کے سر انکو خان کے
گھوڑے کے قدموں میں تھے۔ ادھر اسلام خان نے جو درانیوں میں ایک مشہور دلاور اور جانباز
آدمی تھا۔ وزیر کے دو بھانجوں کے سر قلم کردیئے اور طرفۃ العین میں پانچ سو تیمور شاہ کی

خدمت میں حاضر کئے گئے۔ شہزادہ نے حکم دیا کہ ان سروں کو لمبے برچھوں پر نصب کیا جائے اور
انکی لاشیں اسیمقام پر دفن کر دی جائیں چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور مقتولین کی لاشیں
اسیمقام پر دفن کی گئیں +

تیمور شاہ کا تخت سلطنت درانیہ پر جلوس

تیمور شاہ نے وزیر السلطنت یعنے شاہ ولیخان کیطرف سے جو اسکا دلی دشمن تھا اطمینان پایا
تو قندھار میں پہونچکر شاہی دولت سرا میں نزول اجلال فرمایا۔ سلیمان شاہ جسے شاہ ولی خان نے
تخت و تاج کا مالک بنادیا تھا بھائی کو آتے دیکھکر تخت سے نیچے اوتر کھڑا ہوا اور لجاجت آمیز لہجہ میں بولا
کہ بھائی جان یہ تخت و تاج آپکو مبارک آپ باستحقاق اسکے شایاں ہیں اور میں محض بے تقصیر
سلیمان شاہ کی یہ دلاویز اور خردمندانہ تقریر سنکر تیمور شاہ نے اوسے فرط جوش سے گلے سے
لگالیا اور بہت کچھ ڈھارس بندھائی پھر مبارک وقت اور نیک ساعت میں تخت پر جلوہ آرا ہوا درباریوں
نے نذریں گذرانیں اور جوش مسرت سے نہایت خوش کن اور پاک لفظوں میں مبارکبادی دی تمام
متبرک مقامات اور معابد میں تیمور شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور دنانیر و دراہم اس سکہ سے
مزین و آراستہ ہوئے سکہ۔ چرخ مے آرد طلاؤ نقرہ از خورشید و ماہ + تا زند بر چہرہ نقش سکۂ
تیمور شاہ + شاہی خاتم جو احکام و فرامین پر لگائی جاتی تھی۔ اوس میں ذیل کا منظوم سجع کندہ کرایا گیا
تھا سجع۔ علم شد از عنایات الٰہی + بعالم دولت تیمور شاہی +

تیمور شاہ نے جب مراسم جشن سے فراغت پائی تو قندھار کے ان امرا اور سفرا کو جو اوسکے
دلی خیر خواہ تھے بے اندازہ انعام و اکرام عنایت فرمائے خلعت فاخرہ اور افزونی مناصب سے سرفراز
فرمایا اور اونکی گودیاں مال و دولت سے بھر دیں لیکن جو لوگ کج سرشت اور سرکش تھے اور ہر وقت بغاوت
پر آمادہ تھے اونہیں فوراً قتل کر ڈالا۔ اسکے بعد تیمور شاہ نے قندھار کے انتظام کیطرف عنان توجہ
پھیری اور نواح و اطراف کے نسق و برخاست کیجانب توجہ کی اور جب ان تمام باتوں سے فارغ ہوا
تو چند روز قندھار میں سکونت کے بعد کابل چلا گیا۔ کیونکہ درانیوں کا ایک بڑا گروہ شاہ ولیخان وزیر
سابق کے قتل ہوجانے کیوجہ سے مخفی عداوت تیمور شاہ سے رکھتے تھے اور بغاوت کا حیلہ ڈھونڈھتے تھے یہی

وجہ تھی کہ تیمور شاہ کو قندہار میں چند روز بھی باطمینان رہنا نصیب نہیں ہوا۔ اور آخر کار وہ اپنے معتبر اور قابل بھروسہ ارکین او صف شکن غلاموں کے فوجی دستہ کو ہمراہ لیکر کابل میں جا داخل ہوا۔ جہانخان جو ایک نامور اور مشہور سپہ سالار تھا عقب سے جرار فوج لیکر شہزادہ تیمور شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شہزادہ کو مخالفوں کیطرف سے بالکل بے اندیشہ کردیا۔ تیمور شاہ نے کابل پہونچکر وہاں کے اطراف و نواح کا کما حقہ انتظام کیا اور دیوان بیگی کو مع چند دیگر سرداروں کے قتل کرڈالا +

باغی درانیوں نے ہنوز تیمور شاہ کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور عبد الخالق درانی جو احمد شاہ درانی کا ماموں اپنے تئیں مشہور کرتا تہا بغاوت کا آتش انگیز جہنڈا اونچا کیا اور باغی درانیوں کے اغوا کی وجہ سے استحقاق سلطنت کا دعویٰ اپنے لئے تجویز کرکے ہر طرف سوزش عظیم برپا کی قندھار کے تمام اضلاع پر قبضہ کرلیا اور سات ہزار درانیوں کو ساتہ لیکر روانہ کابل ہوا تیمور شاہ نے جب باغی فوج کو اپنی طرف بڑہتے دیکھا تو وہ بہت گھبرایا کیونکہ اسوقت اوسکی رکاب دولت میں صرف چھ ہزار سوار موجود تھے جنمیں اکثر سردار اور امرا بھی شامل تھے غرضکہ فوج کی تعداد اس قابل نہ تہی کہ تیمور شاہ باغی اور حملہ آور فوج کا کہلے میدانوں مقابلہ کرسکتا مگر اوسکی بے نظیر شجاعت اور بے دہڑک بہادری اسبات کی متقاضی نہیں ہوئی کہ محصور ہوکر حملہ آور فوج کو جواب دے اور سینہ سپر ہوکر نہ لڑے۔ اسوقت تیمور شاہ کو جو سب سے زیادہ مشکل درپیش تہی وہ یہ تہی کہ دشمنوں کے مقابلہ میں فوج نہایت قلیل التعداد اور وہ بھی ایسی کہ کسیکا باپ اسطرف اور کسیکا بیٹا اوسطرف مگر شیر دل شہزادہ نے اسکی ذرا پروا نہیں کی اور اپنی اسی قلیل المقدار مگر بہادر اور جان نثار فوج کو درست کرکے کابل سے باہر نکل آیا اور طبل جنگ نہایت خوفناکی کے ساتہ بجنے لگا۔ محرابخاں او پائندہ خاں وغیرہ فوجی سردار جو اپنی شجاعت میں بے نظیر تسلیم کئے جاتے تے اور جو احمد شاہ درانی کے زمانہ میں بڑی بڑی لڑائیوں میں شریک ہونے اور دشمنوں پر کامیاب ہونے کا فخر حاصل کئے ہوئے تہے۔ باغی فوج سے علیحدہ ہوکر تیمور شاہ کے لشکر میں آشریک ہوئے +

اسے تیمور شاہ کی خوش قسمتی کہنا چاہیئے کہ اوسکی قلیل التعداد فوج نے بڑی بہادری اور دلیری کے ساتہ دشمنوں کا مقابلہ کیا اور شاہی عزم کے مقابلہ میں باپ نے بیٹے کی اور بیٹے نے باپ کی کچھ پروا نہ کی جانبین سے فوجیں صف آرا ہوئیں اور کابل کے میدان میں بڑی سخت اور گھمسان کی لڑائی واقع ہوئی آخر کار باغیوں کو شکست ہوئی اور تیموری فتح کے جھنڈے دور و نزدیک کی پہاڑیوں پر ہوا میں فرانے بہرنے لگے باغی فوج کا سرغنہ عبد الخالق پا بزنجیر حضور شاہی میں حاضر کیا گیا اور نہایت ذلت و خواری

کے ساتھ بھرے دربار میں لایا گیا شہزادہ کے حکم سے اوسکی دونوں آنکھیں پھوڑ دی گئیں اور اس کے بعد اوسے دربار سے نکال دیا گیا۔ اسکے علاوہ جسقدر باغی درانی شہزادہ کے لشکریوں کے ہاتھ میں گرفتار تھے سب کو ایک ایک سیر غلہ کے عوض میں خرید کر آزاد کر دیا۔ اور اسیطرح سرداروں کو بھی خرید کر مطلق العنان کر دیا۔ درانی سردار جو اس جنگ میں شہزادہ کے لشکر میں آشامل ہوئے تھے اون میں سے ہر شخص کو علے قدر الحیثیت تیمور شاہ نے مناصب علیہ سے سرفراز کیا اور سیم و زر سے مالامال کیا چنانچہ پایندہ خاں بارک زئی کو سرفراز خاں کے معزز خطاب سے ممتاز فرمایا۔ اور دلدار خاں اسحاق زئی مدہ خاں کے خطاب سے مشرف ہوکر اعلے درجہ کو پہونچا بخلاف اسکے جو مفسد اور فتنہ انگیز لوگ عبد الخالق کی سازش میں شریک تھے اونہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیا گیا +

شہزادہ تیمور شاہ اس فتح کے بعد قندھار میں آیا اور یہاں کا از سر نو انتظام کرکے پہر کابل چلا گیا۔ مگر اب اوسنے درانی اقوام کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اور اسکے دلمیں ان لوگوں کی ذرا بھی عزت باقی نہیں رہی مغول اور قزلباش کی دو قومیں جو اس جنگ میں بھی خواہ ملک و قوم ثابت ہوئیں اور جنہوں نے اپنی جانبازی اور فدائیت کا پورا پورا ثبوت دیا شہزادہ کی معتمد علیہ قرار پائیں چنانچہ شہزادہ کا دستور تھا کہ جہاں کہیں جاتا انہی دونوں قوموں کو ساتہ لیجاتا اور جو کام کرتا ان ہی کے مشورہ سے کرتا۔ قاضی فیض اللہ کو جو ایک بہت بڑا مدبر اور اسرار سلطنت سے واقف تھا اور شہزادہ تیمور شاہ کے ساتہ ہر خطرناک موقع پر جان تک لڑادینے میں بڑی سرگرمی کے ساتہ کوشش کرتا تھا سلطنت کا مدار المہام اور اپنی تدبیر مملکت کا مشیر قرار دیا اور رفتہ رفتہ یہانتک نوبت پہونچی کہ یہی قاضی فیض اللہ تیمور شاہ کا نفس ناطقہ بنگیا۔ عبد اللطیف خاں حاجی نے وکیل الرعایا کا معزز تمغہ اور امور خلافت کی مختار زی کا ممتاز سارٹیفکٹ پایا اور ملا عبد الغفار جو سابق میں اگرچہ قوم ہنود کی ایک معزز پارٹی کا سرگروہ اور نواح لاہور کا باشندہ تھا مگر احمد شاہ درانی کے عہد میں مشرف باسلام ہوکر داخل لشکر ہمایوں ہوا تہا۔ اور بتدریج اس مرتبہ کو پہونچ گیا تھا کہ بڑے بڑے ارکین قندھار کا اوسکے آگے سر تسلیم خم ہوتا تہا۔ کار پرداز امور سلطنت قرار دیا گیا۔ ملا عبد الغفار قطع نظر شرافت حسب کے دینی عزت بھی بہت کچھ رکھتا تہا کیونکہ اوسنے دائرہ اسلام میں داخل ہوکر دینی علوم و فنون میں وہ دستگاہ حاصل کی تہی کہ خود وارث تخت و تاج اوسکی انتہا درجہ کی عزت کرتا تہا +

الغرض تیمور شاہ جب ان تمام کاموں سے فارغ ہو چکا تو باطمینان تمام نہایت عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا۔ موسم گرمی میں کابل رہا کرتا تھا اور جاڑے کا زمانہ شہر پشاور میں گذارتا۔ اکثر اوقات مخلوق کی دادرسی اور عدل و انصاف میں مصروف رہتا اور جو وقت فرصت کا ہوتا اوسمیں سیر و شکار سے دل بہلایا کرتا۔ اسکے عہد معدلت مہد میں رعایا اس آرام و آسایش سے رہتی تھی جس کی نظیر کہیں ڈھونڈے نہیں ملتی تھی +

فیض اللہ خلیل کی بغاوت شہر پشاور میں

فیض اللہ خلیل نواح پشاور کا ایک زمیندار رئیس تھا چونکہ محض جاہل اور ناعاقبت اندیش تھا اسلئے اوسکے دماغ میں یہ خبط سمایا کہ جسطرح بن پڑے تیمور شاہ کو قتل کر کے تخت سلطنت پر بیٹھے چنانچہ اوسنے اس خیال بیہودہ کو دل ہی دلمیں پختہ کر کے یعقوب خاں خواجہ سرا کو جو شہزادہ تیمور شاہ کا ایک بہت بڑا معتمد علیہ تھا اپنی رائے کا شریک کر لیا اور چند دیگر رؤسا کو بھی اپنا ہمراز و ہمخیال بنا لیا اور جب یہ مسودہ خوب گھنٹ گیا تو بطریق مکر و فریب شہزادہ تیمور شاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہوا ہے کہ متعصب سکھوں نے بیشمار جمعیت بہم پہونچائی ہے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کی غرض سے ملک پنجاب کیطرف بڑے زور شور سے بڑہے چلے جارہے ہیں۔ اون کا خیال ہے کہ پنجاب کے مسلمانوں کو یکلخت غارت کردیں اور ان ملکوں میں اسلام کا نام نشان تک باقی نچھوڑیں اگر حضور کی اجازت ہو تو مجاہدین افغانوں کا ایک بڑا گروہ جمع کر کے ملک پنجاب کو تسخیر کروں اور ظالم سکھوں کو اون کے ظلم اور بدکرداری کی خاطر خواہ پاداش دوں۔ تیمور شاہ نے اوسکی یہ دلسوزی کی باتیں سنکر خیال کیا کہ چونکہ فیض اللہ خلیل کی نیت بخیر معلوم ہوتی ہے اسلئے اسبات سے منع کرنا مناسب نہیں چنانچہ اوسنے اجازت دی اور نہ صرف زبانی اجازت بلکہ ایک تحریری فرمان بامضمون نافذ کیا کہ مجاہدین کے گروہ سے کسی قسم کا تعرض نکیا جائے اور اگر اونہیں کسی موقع پر مدد کی ضرورت پڑے تو شاہی افواج کو کبھی دریغ نہ کرنا چاہیئے فیض اللہ خلیل نے شاہی اجازت پاتے ہی اپنی تمام قوم اور کچھ افاغنہ کشمیر اور یوسف زئی گروہ کو جمع کیا جو سب ملکر قریباً پچیس ہزار پیادہ اور کچھ سوار تھے +

ایکدن کا ذکر ہے کہ تیمور شاہ اپنی قدیم عادت کے مطابق دوپہر کے کہانے سے فارغ ہوکر زوال کے وقت قلعہ پشاور میں سوتا تھا کہ دفعتہً فیض اللہ خلیل اپنی جمعیت کو ساتھ لیے ہوئے درانہ قلعہ میں گہس آیا اور جب محافظ درانیوں اور پہرہ داروں نے کہا کہ تم اسوقت کہاں جاتے ہو پادشاہ آرام فرماتے ہیں تو اوسنے نہایت بیباکانہ اور دلیرانہ جواب دیا کہ بادشاہ نے میری جمعیت وسامان ملاحظہ فرمانے کو خود طلب کیا ہے ہرچند کہ دربانوں نے ممانعت کی لیکن اوباش افاغنہ ہجوم کرکے قلعہ میں گہس گئے اور انتہا درجہ کی قساوت اور نادانی سے تلواریں علم کرکے غلاموں اور عورتوں کو بڑی سفاکی۔ اور بیرحمی سے قتل کرنے لگے۔ وحشی افغان حریص ولالچی تھے شاہی مطبخ میں گہس گئے اور انواع واقسام کے لذیذ ومزیدار کہانوں پر جنہیں مدت العمر دیکھا تک نتھا ایسے پل پڑے جیسے شہد پر مکھیاں باورچیخانہ کے ملازموں اور ترکی عورتوں نے انکا مقابلہ کیا مگر انجام کار زخمی ہوئے۔ حرم سرا کی مستورات نے جب دیکھا کہ افغان محل شاہی میں دڑانہ گہسے چلے آتے ہیں تو اونہوں نے بادشاہ کو بیدار کیا اور اوسنے اس وحشت اثر خبر کے سنتے ہی اپنے صف شکن غلاموں کے دستے کو مسلح ہونے کا حکم دیا جو قلعہ کے نیچے ایک جانب محافظت کے لئے متعین تے زاں بعد بادشاہ اوس بنگلہ پر آیا جو قلعہ کی جنوبی فصیل پر واقع تہا اور اوسکے زینہ سے اوتر کر قلعہ دار اور چوکیداروں کو حکم دیا کہ ان دستار بندوں میں سے ایک شخص بہی زندہ نچھوڑا جائے اور جوکوئی جہاں ملے فوراً قتل کرڈالا جائے +

اب باغی لوگوں کا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا گیا اور اونکی گردنیں کہیرے ککڑی کی طرح سے بے دہڑک اڑنے لگیں رفتہ رفتہ یہ خبر عام ہوگئی اور جہاں کوئی دستار بند پایا گیا فوراً قتل کردیا گیا یہانتک کہ بہت سے علماء پشاور جنہیں باغی لوگوں کے ساتھ مطلق سازش نہ تہی۔ دستار بند ہونے کیوجہ سے قتل کئے گئے صحن قلعہ اور حرام شاہی تو گویا مقتولین کی لاشوں سے پر تھا اور جسطرف آنکہہ اوٹہاکر دیکہا جاتا تھا دریائے خون لہریں لیتے نظر پڑتے تے۔ علاوہ اون مقتولین کے جو نواح پشاور میں پانچ ساتہ میل تک خون میں نہاتے ہوئے پڑے تے قریباً چند ہزار مقتولوں کی لاشیں گنتی میں آئی تہیں۔ اور یہ پہلا خونی منظر تہا جو خاص پشاور اور اوس کے نواح میں دیکہا گیا تہا +

الغرض تمام باغی لوگ درانیوں کے ہاتہہ سے تہ تیغ ہوئے اور فیض اللہ خلیل جوان سب کا سرغنہ اور

اور بغاوت کا بانی تھا مع اپنے فرزند کے گرفتار ہو کر حاضر لایا گیا اور طرح طرح کی ذلت و خواری کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔ تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ شیخ عمر ساکن جکلنا کا فرزند پیرزادہ میان محمدی جو اُس اطراف مین بڑا مقتدر اور باوقعت شخص تھا اور جو ایک بڑے جرگہ پر حکومت کرتا تھا فیض اللہ خلیل کی اس بغاوت و سازش مین شریک اور اُسکا مشیر تھا چنانچہ شہزادہ تیمورشاہ نے اُس کے قتل اور قصبہ جکلنا کے تاراجی کا حکم دیا اسکی بھی بڑی سرگرمی سے تعمیل ہوئی مگر قدرے قصبہ تاراج ہونے پایا تھا کہ سردارون کی سفارش سے معاف کردیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ سے کہا گیا کہ یہ ساری شورش و فساد یعقوب خان خواجہ سرا کا اٹھایا ہوا ہے کیونکہ اُس نے فیض اللہ خلیل سے وعدہ کیا تھا کہ مین قلعہ کے دروازہ سے بادشاہ کی خوابگاہ تک جانے دونگا اس پتہ سے تم بادشاہ کی خوابگاہ تک پہنچ جانا اور غفلت کی حالت مین اُسکا کام تمام کرڈالنا اس بنا پر خواجہ سرا بھی سزائے قتل کو پہنچا اور طرح طرح کی عقوبت و سیاست مین مار ڈالا گیا۔

قلعہ ملتان کی تسخیر اور سکھون کی تادیب کے لئے تیمورشاہ کی ہندوستان کی طرف توجہ

ان ایام مین مغرور اور سرکش سکھون نے صوبۂ ملتان پر حملہ کرکے شہر و قلعہ اور اُسکے اطراف و نواح پر قبضہ کرلیا اور روز بروز آگے بڑھنے اور جمعیت فراہم کرنے لگے۔ تیمورشاہ اپنی قوم کی بغاوت و عناد دفع کرنے اور باہمی خانہ جنگیون مین اسدرجہ مصروف تھا کہ انھون نے اُسے ظالم سکھون کے مہم کی طرف ذرا بھی متوجہ ہونے نہین دیا اور وہ ان گردن زدنیون کی جانب سے ایک عرصہ تک غافل رہا دفعتہً خبر پہنچی کہ ساٹھ ہزار سکھون کی خونخوار فوج بڑی تیزی اور عجلت کے ساتھ دریائے چناب اور راوی کو عبور کررہی ہے اُسکا ارادہ ہے کہ پہلے ڈیرہ اسماعیل خان اور غازیخان وغیرہ پر حملہ آور ہو کر انکی تسخیر کرے پھر ملک سندھ کی تاراجی مین مصروف ہو چونکہ یہ سب ملک درانیون کے ممالک محروسہ مین شامل تھے اسلئے تیمورشاہ نے اول حاجی علیخان نامی سردار کو جفاجو سکھون کی فہمایش کیلئے بطور سفارت روانہ کیا اور چلتے وقت سمجھا دیا کہ تم نہایت نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کرنا اور کہنا کہ حد اعتدال سے قدم باہر نہ رکھو اور ہماری ممالک محروسہ کی تسخیر سے باز رہو ورنہ اسکا انجام بھی

ہوگا جو پہلے تمہارے آگے آچکا ہے۔
الغرض یہ مختصر سی سفارت پشاور سے روانہ ہوکر سکھوں کے سردار کے پاس پہنچی اور دلیرانہ بادشاہ کا پیام دیا ناعاقبت اندیش سکھوں نے اپنی جمعیت پر مغرور ہوکر تیمور شاہ کی ہدایت کی ذرا وقعت نہ کی اور سفیر مذکور کو درخت سے جکڑ کر تیرون سے اڑا دیا۔ مقتول سفیر کے ہمراہی جاسوس جان بچاکر بھاگے اور سارا ماجرا بادشاہ سے عرض کیا تیمور شاہ اس خبر کے سنتے ہی آتش غضب مین بھڑک اٹھا اور غصہ کے مارے اسکا تمام جسم تھرتھر کانپنے لگا فوراً سرخ گلناری پوشاک جو غضب سلطانی کی علامت تھی زیب بدن کی اور برہنہ شمشیر ہاتہ لئے ہوئے دربار عام مین داخل ہوا۔ تخت پر قدم رکھتے ہی سب سے پہلا جملہ اسکی زبان سے یہ نکلا کہ تمام فوجی سردار مع اپنی افواج کے تیار و مسلح ہوکر بہت جلد حاضر ہون اس جملہ کے سننے کے ساتہ تمام فوجی سردار تیار ہوگئے اور خاص دارالخلافہ اور اطراف وجوانب مین جس قدر فوجین تہین آناً فاناً مین مسلح ہوکر آموجود ہوئین اور ایک بڑے وسیع میدان مین دو طرفہ صف آرا ہوگئین۔ بادشاہ ہاتھی پر سوار ہوا اور دوربین سے فوج کو ملاحظہ فرمایا اتفاقاً اسکی نظر وکیل الدعایا حاجی پر جا پڑی جو بڑا مشہور و معروف اور نامی گرامی سردار تہا اور جو پندرہ ہزار سوارون پر افسری کرتا تہا اسی کے قریب سردار بدو خان کو دیکھا جس کی شجاعت و دلیری کے ڈنکے چار دانگ عالم مین مشہور تھے اور تدابیر جنگ مین بے مثل مشہور تہا چونکہ یہ دونو سردار فوج سے علحدہ ہوکر گھوڑون سے اترکر اُنکے سایہ مین بیٹھے تھے بادشاہ کو اُن کی یہ آرام طلبی سخت ناگوار معلوم ہوئی اور اُس نے طیش مین آکر اپنے غلامون سے فرمایا کہ ان سے جاکر کہو تم دونون زمین پر اوندھے لیٹ جاؤ اور جب وہ ایسا کرین تو ہر ایک کے دس دس بید زور سے لگاؤ شاہی غلام دونون سردارون کے پاس پہنچے اور اُنھون نے اس سزا کو اپنی سعادت سمجھکر اپنے حق مین بخوشی تجویز کرلیا اور پھر گھوڑون پر سوار ہوکر فوج کے برابر آکھڑے ہوئے اسی طرح جو سردار فوج سے علحدہ ہوکر گھوڑے کے سایہ مین بیٹھا ہوا تہا شاہی غلامون کے ہاتہ سے سزا کے بید کو پہنچا۔
یہ کیفیت دیکھکر ایک معتبر عالم نے جو بادشاہ ندیم خاص تہا عرض کیا کہ ان ذی عزت اور صاحب وقار سردارون کو جو ضرب بید سے سزا دیگئی ہے مجھے معلوم ہے اور یقینی معلوم ہے کہ مصلحت سے

خالی نہ ہوگی لیکن مین اُس مصلحت کا انکشاف چاہتا ہون اگر حضور زبان فیض ترجمان سے ظاہر فرمائینگے تو خالی از بندہ نوازی نہو گی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جب دوربین کے ذریعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ سرداران مذکور مین گہوڑون سے اُترا اُنکے سایہ مین بیٹھے ہوئے ہین اور تمام فوج شدت آفتاب مین ایستادہ لہذا ہمپر اُنکی یہ حرکت ایسے وقت جبکہ ہم راہ خدا مین جہاد کیلئے گہرون سے نکلتے ہین سخت ناگوار گزری اور خلاف ادب آرام طلبی پر محمول کی گئی اس بنا پر ہمنے انہین زجر و نصیحت دینی مناسب سمجھی تاکہ آیندہ اس قسم کی حرکت کے مرتکب نہون بلکہ محنت کشی و جفا ورزی اختیار کرین اور آرام و راحت کیطرف مائل نہون آج مین نے اس حرکت ناگوار پر انہین سزا دی ہے اور کل انکی جفاکشی کی داد دونگا اور خلعت فاخرہ مال و دولت سے مالامال کردونگا۔

غرضکہ یوسف زئی اور درانی اور مغول اور قزلباش اقوام مین سے بادشاہ نے اٹھارہ ہزار جرار اور بہادر سوار انتخاب کئے اور زنگی خان درانی نارجی باشی کی سرگردگی مین روانہ کیا۔ زنگی خان ایک نہایت ہوشیار اور باتدبیر جنرل تہا اور اُسنے بڑے بڑے معرکہ آرائیون مین شجاعت و بہادری کے بہتیرے جوہر کہائے تہے اس سے بادشاہ نے چلتے وقت کہدیا تہا کہ تم اپنی فوج کو ایسے رستہ سے لیجانا کہ سکہون کو خبر تک نہو اور بیخبری کی حالت مین بے دہڑک اُن پر ٹوٹ پڑنا قتل و غارت کے بعد اُن خود سرون کو ہمارے حضور مین روانہ کرنا۔ جب بادشاہ اپنی تقریر ختم کرچکا تو زنگی خان نے ولایت کی رسم کے مطابق تین بار بادشاہ کے ہاتہی کا طواف کیا اور ترقی دولت و اقبال کی دعائین دیتا ہوا پہلے قدمون لشکر مین جا ملا سہ پہر کے وقت بادشاہ نے اپنا دستی رومال ہوا مین اُڑایا جس سے اس طرف اشارہ تہا کہ فوج کو فوراً روانہ ہوجانا چاہئے۔

بادشاہ ہاتھی پر سوار تہا اور فوج کا تانتا برابر بندہا ہوا تہا شاہی حکم سے ایک شخص پکارتا جاتا تہا کہ کوئی شخص رستہ مین باتین نہ کرے لڑائی کے وقت زبان سے فحش و گالی نکلے کیونکہ اس سے جہاد کا ثواب کم ہوجاتا ہے۔ زنگی خان اپنے فوج کو لئے آہستہ آہستہ چلا جاتا تہا اور اس تزک و احتشام کے ساتہ لئے جاتا تہا کہ پشاور کے معمر اور سن رسیدہ لوگون نے کبھی یہ خوشنما منظر نہین دیکہا تہا۔ جب اس فوج نے دریائے سندہ کو عبور کیا ہے تو اسوقت پہر دن باقی تہا زنگی خان نے حکم دیا کہ آج کی رات اور کل کا سارا دن فوج کو اس طرح چلنا چاہئے کہ ایک دوسرے سے بات نہ کرے چنانچہ فوج نے نہایت سرگرمی سے اس حکم کی

تعمیل کی دوسرے دن جب چلتے چلتے ڈیڑہ پہرون باقی رہا تو فوج تہم گئی اور ایک کہلے میدان مین خیمے نصب ہوگئے یہان سے اُس مقام تک صرف آٹہہ کوس کا فاصلہ تہا جہان سکہون کا لشکر پڑا ہوا تہا۔ سوار گہوڑون سے نیچے اُترے اور جانورون کو گہاس دانہ دیا رات ہوئی توزنگی خان نے حکم دیا کہ لشکر کے اردگرد دو دو میل کے فاصلے پر سوار کہڑے ہوکر کمال احتیاط کے ساتہ حفاظت و پاسداری مین مشغول ہون سکہون کے لشکر مین جانے کے لئے جو مسافر ادہر سے گذرین اُن مین سے کسی کو چہوڑنا نہ چاہیے بلکہ نظر بند کرکے حراست مین رکہنا چاہئے کیونکہ جو لوگ اس طرف سے گذر کر سکہون کے لشکرگاہ مین پہنچینگے وہ ہمارے لشکر کی ضرور خبر دیدینگے۔

القصہ ڈیرہ پہر دن اور تین پہر رات تک سب لوگون نے اپنے گہوڑے چراکر خوب سیر کرلئے اور خود بہی کہا پی کر آسودہ ہوگئے جب ایک پہر رات باقی رہی توزنگی خان نے اپنی تمام فوج کے تین غول کردیئے مغول اور قزلباش کے غول کو دائین طرف جگہ دی اور قندہار کے درانیون کو بائین طرف مقرر کیا ان دونون غولون کو اس طرح ترتیب دیکر حکم دیا کہ میرے دائین بائین برابر قدم بقدم چلے آئین جو شخص اس کے خلاف کرے گا وہ مستوجب سزا قرار پائیگا یہ کہکر میمنہ و میسرہ کے دونون لشکرون کو روانہ ہونے کا حکم دیا اور خود پانچہزار نیزہ بازسوارون کو ہمراہ لیکر جو یوسف زئی قوم کے تہے اور کچہ درانی بہی شامل تہے باقی فوج کے آگے آگے دشمنون کی طرف رخ کیا ابہی صبح ہونے کی روشنی اچہی طرح نمودار نہین ہوئی تہی اور بیٹہی ہوئی کالی کالی بدلیون سے ستارے اہل دنیا کو جہانک جہانک رخصت کررہے تہے کہ شاہی فوج غافل سکہون کے سر پر پہنچ گئی یہان سے وہ مقام صرف دو میل پر تہا جہان اقوام سکہ شراب کے غفلت کے نشہ مین چکناچور ہوئی پڑی تہی لشکر اسلام نے تہوڑی دیر یہان توقف کیا اور نماز صبح ادا کرکے فاتحہ خیر مین بتضرع و زاری مشغول ہوئے۔

مغرور سکہ باین خیال کہ بادشاہ مع اپنی فوج کے پشاور مین بیٹہا ہوا ہی جو یہان سے نو کوس کے فاصلہ پر واقع ہوا ہے علاوہ اس کے بیچ مین دریاء سندہ حائل ہے جس سے دفعۃً عبور کرآنا نہایت نہایت بعید و دشوار ہے بات کی میٹہی نیند مین پاؤن پہیلائے سوتے تہے انہین مطلق خبر نہ تہی کہ فوج شاہی پشاور سے روانہ ہوئی ہے اور ناگہانی بلا کی طرح ہمارے سر پر کہڑی ہوئی ہے غرضکہ سب لوگ

خواب غفلت مین مُنہ لپیٹے پڑے تہے کہ دفعۃً سواران مذکور آفت ناگہانی بلکہ برق آسمانی کیطرح ٹوٹ پڑے۔ غافل سکہون نے اس حادثۂ نا واقعہ کا مشاہدہ کرتے ہی گہوڑون پر سوار ہو گئے اور جن کے ہوش و حواس بجا تہے ساتہ لیکر مقابلہ مین آ کے ابہی اپنے لشکر سے تقریبًا سو قدم آگے بڑہے ہون گے کہ دلاوران دین نے یکبارگی گولیون کا مینہ برسا کر بہت سے ملعونون کو داخل جہنم کیا اور ساتہ ہی میمنہ و میسرہ کے غول نے تلوارون کو علم کرلیا اور کشتون کے پشتے لگادیے چونکہ سکہون کی فوج تعداد مین بہت تہی اور زنگی خان کو بالفعل شاہی کمک کی امید نہ تہی اس لئے اُس نے سب طرف سے مایوس ہوکر عین معرکۂ جنگ مین اپنی ٹوپی سر سے اُتار کر فاش زمین پر زمین پر رکہدی اور بادشاہ کی نصرت و فتح کے لئے جناب الٰہی مین گڑگڑا کر دعا کی دعا سے فارغ ہونے کے بعد اپنے جسم مین ایک غیر معمولی قوت اور جوش پایا اور ساتہ ہی فوج مین ایک قسم کی چستی و دلیری کا اثر دیکہا اس نے فورًا اپنے ماتحت فوجی افسرون کو جرأت و دلیری پر اُبہارا اور ایسی ڈہارس بندہائی کہ سب اپنی عزیز جانین فدا کرنے کو تیار ہو گئے اور دشمن کی فوج پر یکبارگی پل پڑے قریبًا چار گہنٹہ تک بڑی گہمسان کی لڑائی ہوئی اور سکہون کے ناپاک سر دہڑا دہڑ گرانے لگے۔ تمام جنگل خون سے بہیگ گیا اور مخالف لشکر کی لاشون سے زمین پٹ گئی۔ شاہ درانی کی نصرت و فتح کے نقارون کی صدا سے سارا میدان گونج اُٹہا اور ہر چہار طرف اسلامی جہنڈے عَلم ہو گئے مغرور سکہ نہایت ذلت سے قتل ہوئے اور بقیۃ السیف نے راہ فرار اختیار کی منصور و فاتح فوج نے بڑی دلیری و بہادری کے ساتہ مفرورون کا تعاقب کیا اور نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتہ اس بات مین کوشش کی کہ مخالف فوج کا ایک آدمی بہی معرکۂ جنگ سے صحیح سالم نہ جانے پائے چنانچہ تیس ہزار سکہ اس لڑائی مین قتل ہوئے مگر بعض نامرد و بزدل سکہ افغانی تلوارون کی چمک کے خوف سے دریا مین کود پڑے تہے اور اُنہون نے خیال کیا تہا کہ دریا کو عبور کرکے کسی طرف کو نکل جائینگے قوم مغول کے نوجوانون نے معلوم کیا تو اُن کے تعاقب مین بڑی سرگرمی دکہائی اور بندوقون کے لگاتار فیرون سے اُنہین بہی دریاء عدم مین غرق کردیا صرف دو ہزار سوار دریا سے عبور کرکے زندہ نکل گئے اور کسیکو پتہ نہ لگا کہ کس طرف کو چلے گئے اور کہان جاکر ٹہیرے۔

الغرض سکہون کے قتل و تاراج کے بعد زنگی خان کے حکم سے اُنکے سر جمع کئے گئے اور اس ملک کے

گرد و نواح مین سے بہت سے اونٹ فراہم کرکے وہ پُرغرور سر تھیلون مین باندہ کرلادلئے گئے اور
جب یہ سب سامان طیار ہوگیا تو زنگی خان نے اپنی فاتح و منصور فوج کے ساتہ پشاور کی طرف
مراجعت کی اثنائے راہ مین ایک بڑا جرار شاہی لشکر نمودار ہوا جو زنگی خان کی کمک کے لئے پشاور
سے روانہ ہوا تہا اور اسی لشکر مین خود افغانستان کا وارث تخت و تاج تیمور شاہ بہی جلوہ افروز
تہا زنگی خان نے یہ دریافت کرکے اپنی ہمراہی فوج کو تورستہ کے ایک کنارہ پر صف بستہ کہڑا کیا اور
خود اردوے معلی مین داخل ہوکر بادشاہ کی قدمبوسی حاصل کی۔ قدمبوسی کی سعادت حاصل کرنے کے
اُس نے جنگ کے تمام واقعات عرض کئے اور بدقسمت سکہون کے بے تن سر بادشاہ کے سامنے
ڈال دئے بادشاہ نے اپنے محرر خاص کی طرف اشارہ کیا کہ ان سرون کا شمار کرو اور شمار کے بعد
ان کی تعداد ایک رجسٹر مین درج کرکے ہمارے حضور مین پیش کرو چنانچہ فوراً اس حکم کی تعمیل کیگئی
اور ایک مکمل فرد حساب تیار کرکے حضور شاہی مین گزرانی گئی فرد حساب سے معلوم ہوا کہ تین ہزار
سر ہین۔

اس رات بادشاہ نے اسی میدان مین قیام کیا ایک کہلے جنگل مین شاہی ڈیرہ نصب کیا گیا اور ایک
بڑے عظیم الشان دربار کی بنیاد ڈالی گئی۔ دربار سج سجاکر آراستہ ہوگیا تو بادشاہ ایک مکلف
تخت پر جلوہ آرا ہوا اور بڑی شان و شوکت سے جلوہ آرا ہوا۔ زنگی خان اور اُس کے ہمراہی فوجی
افسرون کو طلب کرکے سب کو علے قدر مراتب انعام و اکرام اور خلعت فاخرہ سے سرافراز فرمایا زنگی خان
کی نہایت قیمتی الفاظ مین تعریف کی اور اُس کی بے مثل شجاعت و بہادری کا ذکر کرکے زر و جواہر سے
مالا مال کردیا علے ہذا القیاس اُس کی ہمراہی افسرون مثلاً شاہ ولیخان پسر فتح خان کمال زئی اور
بہادر خان پسر فیض طلب خان محمد زئی اور ان کے علاوہ یوسف زئی اور مغول کے سردارون کی
انتہا درجہ کی عزت افزائی کی اور علے الصباح کوچ کا حکم دیا۔

تیمور شاہ اور اُسکا جرار لشکر کوچ بکوچ ملتان مین داخل ہوا اور بہادران فوج نے فوراً قلعہ کا محاصرہ
کرلیا اس محاصرہ کو چند ہی روز ہوئے تھے کہ محصورین سکہ جان سے تنگ ہوگئے اور عاجز آکر جان و
مال کی امان چاہی رحمدل بادشاہ نے اُن کی اس التجا کو قبول کرلیا اور فوجی افسرون کو محاصرہ اُٹھا
دینے کا حکم دیدیا سکہون نے قلعہ کی کنجیان کارپردازان سرکار شاہی کے تفویض کردین اور

جس قدر مال و اسباب لاد کر لیجا سکے سے لے گئے بادشاہ نے ملتان اور اس کے اطراف و جوانب کا
انتظام کیا اور بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انتظام کیا یہان کی صوبداری شجاع خان صدوزئی کو
عنایت فرمائی اور خود دریاے سندھ کو عبور کرکے داخل پشاور ہوا یہان چند روز تک سیر و شکار مین
مصروف رہا اور ایک عرصہ تک عیش و عشرت کے ساتھ زندگی بسر کی۔

مورخین کا بیان ہے کہ ۱۲۳۱ہجری تک صوبہ ملتان شاہان درانیہ کے ممالک محروسہ مین داخل تھا
ان دنون یہان کی صوبداری شجاع خان صدوزئی کے فرزند رشید نواب مظفر خان بہادر صفدر جنگ
کے نامزد تھی اور اس نے کمال ہوشیاری اور بڑی احتیاط کے ساتھ یہان کا انتظام کیا تھا۔

تیمور شاہ کا بہاولپور کی تسخیر کیلئے ملتان پر دوسرا حملہ

جب رکن الدین محمد بہاول خان بہادر عباسی نصرت جنگ نے جو داؤد پوترہ قوم کا رئیس اعظم تھا سندھ
و ملتان وغیرہ کے بہت سے ملک اپنے تصرف مین لیلئے اور بے مزاحمت غیرے حکمرانی شروع کرکے
خود سر بادشاہ بن بیٹھا اور خراج باج جو کچھ دیتا تھا سب کلیخت موقوف کر دیا تو تیمور شاہ نے خیال
کیا کہ اسکا ملک ممالک محروسہ مین شامل کرنا اور اسے اپنا مطیع و منقاد بنانا چاہیے اور یہ خیال ایسا
پکا یا کہ اب اسکا مصمم عزم ہوگیا کہ اپنے خیال کی تکمیل مین بڑی سرگرمی کے ساتھ کوشش کیجئے۔
چنانچہ وہ ایک خونخوار اور بہادر لشکر ساتھ لیکر دار الخلافہ پشاور سے نکل کھڑا ہوا اور یلغار کرتا ہوا داخل
ملتان ہوا۔ شہر بہاولپور جو بہاول خان کا پایہ تخت تھا ملتان سے تقریبًا چھتیس میل کے فاصلہ پر
مشرق کی جانب مائل بجنوب تھا۔ جب بہاول خان نے معلوم کیا کہ تیموری فوج ملتان تک پہنچگئی
اور اسکا ارادہ بہاولپور کی تسخیر کا ہے تو اُس نے اپنی اہل و عیال اور اموال و دولت کو حسرت کی
نگاہ سے دیکھا اور بیش قیمت اموال مین سے جس قدر بن پڑا ایک جگہ جمع کرکے اہل و عیال کو ہمراہ
لیا اور بہاولپور سے نکلکر ایک ریگستانی قلعہ مین پناہ لی جو ایسے ہی موقع کیلئے تعمیر کیا گیا تھا۔
تیمور شاہ ملتان کا از سر نو بند و بست کرکے روانہ بہاولپور ہوا اور بغیر جنگ کئے بہاولپور پر قابض
ہوگیا لشکر ہراول جو بادشاہ سے پہلے شہر مین پہنچ چکا تھا اُس نے دست غارت فراخ کیا اور
جہان تک ہوسکا شہر کو تاراج کر دیا بڑے بڑے شاہی محلات اور عالیشان مکانات مین آگ

لگا دی جو دیکھتے دیکھتے جلکر خاک سیاہ ہو گئے عقب سے بادشاہ پہنچا تو اوسنے بہاولخان کے تمام اُس اسباب و اموال کو فوج کے لئے مباح کر دیا جو وہ چلتے وقت قلعہ مین چھوڑ گیا تھا چنانچہ قلعہ تاراج کیا گیا اور جس قدر نقد و جنس تھا سب لشکر کی ضبطی مین آیا۔

جب شہر خوب تاخت و تاراج کیا جا چکا تو بادشاہ نے حکم فرمایا کہ بیس ہزار جری اور بہادر سوار تین روز کا گھاس دانہ اور کہانے پینے کا سامان ساتھ لیکر قلعہ کیجانب روانہ ہوں اور بہاول خاں کے استیصال پر مستعد ہوں اور اگر تین روز میں قلعہ فتح نہو تو یہ بیس ہزار سوار فوراً واپس چلے آئیں اور انکی جگہ اور بیس ہزار سوار تین روز کا سامان لیکر جائیں۔ سردار مدد خاں نے جو بڑا نامور فوجی افسر تھا فوراً اپنے لشکر کو مسلح ہونیکا حکم دیدیا۔ اور بادشاہ کی ہدایت کے مطابق تین روز کا ساز و سامان ہمراہ لیکر روانہ قلعہ ہوا۔ قلعہ کے نیچے پہونچکر وہاں کے مواقع دیکھے اور افواج شاہی کی آسایش و راحت کے واسطے قلعہ کے اردگرد دو تین جگہ نہایت عمیق اور گہرے کنوئیں کہودے جنکا پانی تمام افواج شاہی کو کافی ہوگیا۔ جب فوج پانی کیطرف سے مطمئن ہوگئی تو قلعہ کے اندر بڑے بڑے گولے برسانے شروع کئے۔ لیکن قلعہ فی نفسہ اسدرجہ مستحکم اور مضبوط تھا کہ باوجود کثرت گولہ باری کے اوسکے در و دیوار اور چھت پر مطلق اثر نہ پڑا۔ قلعہ کے سامنے کی دیواریں چھوٹے چھوٹے چند روشندان تھے جو ہوا کی آمد و رفت اور روشنی کے لئے کھلے چھوڑ دیئے گئے تھے اتفاقاً بغیر قصد و ارادہ کے ایک گولہ روشندان سے ہوکر اندر جا پڑا۔ اسے تیمور شاہ کی خوش قسمتی کہنا چاہیئے کہ یہ گولہ روشندان سے عبور کرکے اوس میگزین اور باروت خانہ میں پہونچا جہاں باروت اور اسلحہ کا ایک بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ گولہ کا پھٹنا تھا کہ سارا میگزین باروت کے زور سے اُڑ گیا اور صدہا من باروت اس زور سے اُڑی کہ قلعہ کے تمام ارکان متزلزل ہوگئے۔ اسطرف کی ایک بڑی دیوار منہدم ہوگئی۔ اور اہل قلعہ مضطرب و بیحواس ہوکر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ افواج شاہی کو جب آمد و رفت کا راستہ مل گیا تو وہ درانہ قلعہ کے اندر گھس گئی بہاولخاں اور اوسکے تمام ہمراہی محصورین کو گرفتار کرلیا۔ اور بے اندازہ مال خزانہ لوٹا۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ بہاولخاں گرفتار نہیں ہوا بلکہ جب اوسنے دیکھا کہ قلعہ کی دیوار منہدم ہوگئی اور شاہی افواج درانہ قلعہ میں گھس آئی تو وہ دوسری جانب سے نکلکر شاہ تیمور کی ملازمت میں حاضر ہوا اور اپنے جرائم کا اقرار کرکے معافی کا خواستگار ہوا۔ رحمدل اور نیک نہاد بادشاہ نے اوسکا جرم معاف کیا اور اوسکے ساتھ قلعہ میں چلو آ رہا ہوا

یہاں پہونچکر بہاولخاں نے تیمورشاہ اور اسکے امرائے دولت کی شاہانہ دعوت کی اور شرائط میزبانی بڑی سرگرمی سے بجالایا بعدہٗ بہت سے گرانبہا تحفے اور قیمتی ہدیے بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے اور اسکی اطاعت و فرمانبرداری کا حلقہ گوش دل میں ڈالا بادشاہ نے بھی اپنی ذاتی مہربانی اور حق شناسی کیوجہ سے اسے خلعت فاخرہ عنایت فرمایا اور اسبات پر مضبوط عہد لیا کہ جب دولت شاہی کا وسیع دائرہ ظالم اور جفاکیش سکھوں کی تنبیہ و تادیب میں گردش کرے تمہیں اور تمہاری قوم داؤد پوترہ کو رکاب سعادت میں حاضر رہنا اور تابہ امکان امداد و اعانت کرنا ضروری ہے۔ بہاولخاں نے اسکا اعتراف کیا اور تیمورشاہ اپنے فاتح لشکر کو ہمراہ لیکر متوجہ پشاور ہوا گویا اس تاریخ سے بہاولپور کی حکومت تیمورشاہ کی ممالک محروسہ کی فہرست میں شامل ہوئی +

بہاولخاں اصل میں ایک بڑی عظمت و شان کا آدمی تھا اور اپنے تئیں خاندان عباسیہ یعنے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عم بزرگوار حضرت عباس بن عبدالمطلب کی اولاد کے سلسلہ میں مشہور کرتا تھا۔ بہاولپور کی جسنے بنیاد ڈالی وہ اس بہاولخاں کا عم بزرگوار تھا جو خود بہاولخاں کے نام سے شہرت رکھتا تھا جس زمانہ میں نادرشاہ ہندوستان کی تسخیر کے بعد کابل کا دورہ کرتا ہوا ملک سندھ میں داخل ہوا تو اوسنے اپنی فیاضی اور عام دریادلی سے تمام ملک سندھ نواح ملتان تک خوانین داؤد پوترہ کو عطا کردیا تھا لیکن جب بہاولخاں اول جو شہر بہاولپور کا اصل بانی ہے تخت نشین ہوا تو اسنے اپنی پرزور تدبیروں اور اہل الرائے کے مفید مشوروں سے نواح بیکانیر اور کنارہ لکھی تک سارے ملک اپنے تصرف میں لے لیے اسکے انتقال کے بعد نواب بہاولخاں دوم جو پہلے بہاولخاں کا حقیقی بھتیجا تھا تخت حکومت پر بیٹھا اور اسکے عہد میں ملک کی ترقی و وسعت کا دائرہ اسقدر وسیع ہوا کہ بہاولپور کے اصل بانی کو اسکی چوتھائی بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ یہ نواب حافظ قرآن عالم متبحر خوشدیانت رعیت پرور تھا اور قطع نظران اوصاف کے ہیبت و شجاعت اور عالی حوصلگی اور فیاضی میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ اسے اپنی رعایا کی تکلیف و مشقت سے ویسا ہی صدمہ ہوتا تھا جیسا کہ ایک شفیق باپ کو اپنی اولاد کا یا مہربان آقا کو اپنے وفادار جاں نثار غلاموں کا چنانچہ جس زمانہ میں تیمورشاہ کی اوباش اور وحشی فوج نے شہر بہاولپور میں آگ لگادی اور وہاں کی رعایا پر غارتگری و تاراجی کا ہاتھ

لکھو بکر تباہ و برباد کر ڈالا تو اس رحمدل اور رعیت پرور نواب کو انتہا سے زیادہ صدمہ ہوا چنانچہ اسنے تیمور شاہ کی مراجعت کے بعد اسکی یہ تلافی کی کہ لکھو کہا من غلہ اور ہزارہا روپیہ غریب رعایا پر صرف کرکے شہر کو از سر نو آباد کیا اور اسکی آبادی و آراستگی میں اپنا خزانہ عامرہ بالکل خالی کر دیا پر تو تھوڑے ہی عرصہ میں اس شہر نے وہ حیرت انگیز ترقی حاصل کی کہ بیان سے خارج ہے۔ اسکی قدرتی منظر میں ایک عجیب دلفریبی پیدا ہوگئی۔ اور ہر چہار طرف سرسبزی و شادابی پہیل گئی۔ سارے ملک سندھ میں یہی ایک شہر تہا۔ جہاں ہر طرح کی جنس ہر وقت . . . . . . اور نہایت سہولت و آسانی کے ساتھ دستیاب ہو سکتی تھی۔ اور جس چیز کے کہیں ملنے کی توقع نہ ہوتی تہی وہ یہاں حسب دلخواہ بہم پہونچ جاتی تھی۔ ملکی انتظام اور سیاست کی یہ کیفیت تھی کہ اگر کوئی غریب الدیار مسافر سونا یا جواہرات بہی کسیجگہ ڈالکر چلا جاتا تو کسی چور یا رہزن کو اسکے اٹھانے کی طاقت نہ ہوتی۔ ملک کی آبادی اس کثرت اور شدت سے تہی کہ ایک بالشت زمین بہی زراعت سے خالی نہ تھی اور کاشتکار لوگ گھر بیٹھے امیرانہ زندگی بسر کرتے تہے۔ اسکے ملکی حدود ملتان اور بیکانیر اور لکھی اور سندہ وغیرہ تک پہونچ گئے تہے خاص شہر میں بہی معتدبہ آبادی تہی اور فوجی قوت رفتہ رفتہ اسقدر بڑہ گئی تہی کہ ضرورت کے وقت خاص شہر ہی شہر میں سے تیس ہزار جرار سواروں کا آن واحد میں جمع ہو جانا کچھہ مشکل نہ تھا +

شاہ مراد بی والی ترکستان پر تیمور شاہ کا حملہ

تیمور شاہ جس تاریخ سے تخت نشین ہوا ایک سال کیا بلکہ ایک مہینہ بھی خونریزیوں سے خالی نہیں گیا۔ اور ہمیشہ خانگی جھگڑوں اور پرزور بغاوتوں میں اُلجھا رہا۔ یہ ہی وجہ تہی کہ اوسے بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ تمام ملک بغاوتوں کا جنگل بن رہا ہے۔ جس زمانہ میں وہ بہاولپور پر حملہ آور ہوا حدود ولایت میں عجیب طرح کے ہنگامے برپا تھے۔ مراد بی اوزبک والی بخارا خراسان و ایران کے بہت سے مضافات دبا بیٹھا اور آئے دن تیمور شاہ کے ممالک محروسہ میں تاخت و تاراج کرتا چلا گیا تیمور شاہ اسوجہ سے نہیں کہ وہ غفلت کی نیند میں ایسا پڑا سوتا تھا کہ اسکے کان پر جوں تک نہ چلتی تہی بلکہ صرف پاس اسلام کی وجہ سے اسکی ان حرکات ناشائستہ سے اغماض کرتا تہا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اغماض بہی

اسکے حق میں بہتر نہیں ہوا اور اسکی اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس زمانہ میں اُسنے بہاولپور پر شورش کی
شاہ مرادبی ملک خراسان پر حملہ آور ہوا اور شہر مرو کو جو ملک خراسان کا بڑا سرسبز اور زرخیز شہر اور
تیمور شاہ کے ممالک محروسہ میں سے بڑا نامور و مشہور مقام تہا تاخت و تاراج کرکے وہاں کے قریباً
تیس ہزار آدمی قید کرکے لیگیا جن سے بخارا آباد کیا اور بخارا اور سبزوار کے رُؤسا کو مرو میں آباد کیا
تیمور شاہ ملتان سے واپس آیا تو اسے رستہ ہی میں شاہ مرادبی کی اس بیجا جرأت و گستاخی
کی خبر پہونچی اور اُسنے وہیں سے ترکستان کا عزم مصمم کر لیا لیکن تاہم اسنے یہ انسانیت برتی کہ ترکستان
کی طرف متوجہ ہونے سے پیشتر ارکان دولت اور اہل الرائے کے مشورہ سے ایک بڑا خط شاہ مرادبی
کو روانہ کیا جسمیں بہت سے نصیحت آمیز فقرے اور مشفقانہ کلمات درج تہے اور ساتہ ہی اپنے عزم و قصد
سے بھی اطلاع دی تھی اِس خط کے روانہ کرنے سے تیمور شاہ کی اصلی غرض یہ تہی کہ شاید شاہ مرادبی
کو ہدایت ہو اور راستی میں آکر اپنی ان بے ادائیوں اور گستاخیوں سے دست برداری کرے مگر شاہ مرادبی
اپنی کثرت فوج اور جنگی ساز و سامان پر اسدرجہ مغرور تہا کہ اُسنے تیمور شاہ کے اِس فرمان کی ذرا پروا
نہ کی اور اپنے قدیم فسادات اور بے عنوانیوں پر جما رہا ناچار تیمور شاہ کابل میں آیا۔ اور وہاں سے
ایک جرار و خونخوار لشکر اور دنیا کے نامور و مشہور افسروں کو ساتہ لیکر نہایت آہستگی اور دہیمی رفتار
کے ساتہ بخارا کیطرف بڑھا کیونکہ اُسے قدم قدم پر یہ خیال مدنظر تہا کہ شاید والی بخارا اپنی اِن
گستاخیوں اور شوخ چشمیوں پر ندامت اُٹھا کر راہ راست پر آجائے اور سفیران ولایت کو حضور
شاہی میں بھیجکر اپنے جرائم و ذمائم کے عفو کی درخواست کرے اور طرفین سے مسلمانوں کی خونریزی
ظہور میں نہ آئے الغرض تیمور شاہ کا نامور لشکر جب کوچ بکوچ دریائے جیحون کے ساحل پر پہونچا تو
شاہ مرادبی نہایت طیش و غضبناکی کے ساتہ افواج اوذبکیہ اور خوانین ترکیہ کے پچاس ہزار
بہادر سواروں کو ساتہ لیکر جنگ کے ارادہ سے اُٹھ کہڑا ہوا اور بخارا سے چلکر بڑی تیزی اور جوش
کے ساتھ ساحل جیحون کی جانب آندھی اور مینہ کی طرح جھپٹا۔ تیمور شاہ کو اسکا خیال بھی نہ تھا
کہ وہ بجلی کیطرح چمکتا اور رعد کی طرح گرجتا کابلی فوج کے آمقابل ہوا اور اس تیزی سے حملہ آور ہوا
کہ تیمور شاہ کی فوج ہتہیار بھی نہ سنبھال سکی صرف پیادوں کی جماعت مسلح تہی اور وہ نہایت ثابت قدمی

اور وہ بمشکل جانبر ہو سکتے ہیں +

یہ نوٹ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شاہ مراد بی خانان ترکیہ اور سرداران اوزبکیہ میں ایک بڑا نامور
اور با اقتدار شخص تھا۔ شہر بخارا جو ایک زمانہ تک دارالاسلام کے ممتاز لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور اب بھی
یاد کیا جاتا ہے اور سمرقند اور خجند اور شہر سبز وغیرہ کے علاوہ اور اس شہر کے بہت سے بلاد اسکے قبض و تصرف
میں تھے۔ قوم اوزبکیہ کے بادیہ نشین اور خودسر لوگ گو اسکے مطیع و فرمانبردار نہ تھے۔ لیکن تاہم شہری
لوگ اس کثرت سے اسکی اطاعت میں تھے کہ اگر ضرورت آ پڑے تو چونتیس ہزار بہادر سواران وآمد
میں مسلح ہو کر جمع ہو سکتے تھے وہ مذہبًا حنفی اور شریعت کا سخت پابند تھا۔ باوجود شاہانہ شان و شکوہ
کے سادگی اور بےتکلفی کو نہایت پسند رکھتا تھا یہی وجہ تھی کہ اسکے بدن میں کبھی کوئی قیمتی کپڑا نہیں
دیکھا گیا بلکہ وہ ہمیشہ چند درہموں کا نہایت کم قیمت اور سادہ لباس پہنتا رہا۔ اسکے تورع اور احتیاط
کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے ہاتھ کے کسب سے اکثر اوقات اپنی روزانہ قوت پیدا کرتا تھا۔ کبھی چکن دوزی سے
کچھ پیسے حاصل کر لیتا اور گاہے خیاطی کر کے کچھ قوت لایموت پیدا کرتا تھا۔

مسائل شرعیہ یعنے عبادات و معاملات میں مجتہد وقت تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے
فقہیہ مسائل میں اسقدر غلو تھا کہ بڑے بڑے مجتہدین فن اسکے سامنے لب جنبانی کی طاقت
نہ رکھتے تھے۔ اس زمانہ کے علماء اسکی ہمہ دانی اور مداخلت علمی کیوجہ سے بلا سند اوسکا قول نقل
کرتے تھے جس متنازع فیہ مسئلہ میں وہ فیصلہ دیتا تھا فقہا و علماء کتب فقہ کی حاشیہ پر اُسے
لکھکر آخر میں یہ عبارت قلمبند کر دیتے تھے کہ حضرت ولی النعمی نے ایسا فرمایا ہے اور یہی حق اور
درست ہے چنانچہ اسوقت تک بعض خراسانی نسخوں میں اسطرح کی عبارتیں جا بجا دیکھی جاتی ہیں +

گروہ علماء میں اُسکا وہ اقتدار اور اعزاز تسلیم کیا جاتا تھا کہ بغیر اسکی رجوع اور توجہ کے کوئی مشکل اور دقیق
مسئلہ عام طور پر مروج نہیں ہو سکتا تھا اور بڑے سے بڑے مجتہد العصر اور فاضل اجل کو اسکے رواج دینے
کی جرأت نہیں ہوتی تھی اسکے عہد میں ایک نہایت عمیق کنواں بنایا گیا تھا جسے گنہ خانہ کے نام سے
مشہور کر رکھا تھا اور یہ اس شخص کیلئے قید خانہ تھا جو اہل سنت کے عقائد کے برخلاف کوئی بات منہ سے
نکالتا تھا گویا ایسے شخص کی یہ سزا تھی کہ عرصہ دراز تک اس کنوئیں میں قیدی ہو کر رہتا تھا دوبارہ کے

محتسب اُن لوگوں کی تلاش میں سرگرم رہتے تھے جو عقائد حقہ کے برخلاف کسی امر کی اشاعت دیتے
یا اوسکی اشاعت کے محرک ہوتے تھے +

شاہ مرادبی بیشک بظاہر بے مروت آدمی تہا لیکن جو لوگ اُسکی اس بے مروتی پر نکتہ چین ہوکر
طرح طرح کے الزام اُسکے سر دھرتے ہیں یہ اونکی سخت غلطی اور تعصب مذہبی ہے اسکی بے مروتی ہمیشہ
ایسے موقعوں پر ظاہر ہوئی جنہیں وہ نہ صرف اپنے خیال میں بلکہ اہل الرائے اور انصاف پسند لوگوں کے
خیال میں فضول اور بیہودہ سمجھتا تہا وہ مسرفانہ فیاضیوں سے بدل متنفر تہا اور فضول شان وشوکت کو
ہمیشہ ناپسند کرتا تہا بیشک اُسنے امیر تیمور کے گنبد کا طلا کار قبہ جو شہر سمرقند میں واقع تہا اوتروا کر فروخت کردیا
اور اسکی قیمت علماء و فضلاے مصارف میں خرچ کردی مگر جب اسکی اس غیر مانوس کارروائی پر لوگوں نے
اعتراض کیا تو اسنے بڑی دلیری اور جرأت سے بہت ہی معقول جواب دیا کہ مزارات پر گنبدوں یا قبوں کا تعمیر کرانا بدعت اور
اسراف میں داخل ہے اگر میں نے امیر تیمور کے مزار کا قبہ مسمار کرادیا تو مجہپر کسیکو اعتراض کرنے کا کچھ حق نہیں +

خراسان اور اسکے مضافات کے علاوہ اور بھی بہت سے شہر تھے جنپر شاہ مرادبی کی حکومت کا جھنڈا گڑا ہوا تہا شہر مرو جو
خراسان کے اطراف میں ایک نہایت شاداب وسرسبز اور مشہور شہر ہے وہ اسکا مطیع و محکوم تہا
وہ یہاں سے قریباً تیس ہزار آدمی لیگیا جن سے بخارا وغیرہ کو آباد کیا اور بخارا و سمرقند اور شہر سبز کے
باشندوں کو مرو میں لیجاکر بسایا یہاں بڑے بڑے مدرسے اور عظیم الشان کالج قایم کئے تاکہ علماء
حنفیہ علاوہ نقلی و عقلی علوم کے مسائل عبادات و معاملات کا درس دیں اور حنفی مذہب کی عمارت کو خوب
مستحکم و مضبوط کریں۔ سلطان ابوالغازیخاں جو شہر بخارا کا بادشاہ تہا شاہ مرادبی کے عہد میں اُسکا درجہ
ضعیف اور بے قابو تہا اسکے تمام اختیارات مسلوب تھے اور حکومت برائے نام باقی رہگئی تہی۔ چنانچہ شاہ
عزت اللہ میرزادہ شہر ہند کے فرزند رشید شاہ ہیبت اللہ نقل کرتے ہیں کہ شاہ مرادبی کی عہد حکومت
میں ایک دفعہ میں بخارا گیا وہاں ایک اونچے بالاخانہ پر میں اور میرے ساتہ اوس شہر کا ایک بڑا رئیس
بیٹھا تہا شام ہونے کو تہی کہ دفعۃً دو نوجوان جنکے چہروں سے نجابت و شرافت کے آثار پڑے نچڑ رہے تھے
دو ترکی گھوڑوں پر سوار ہوئے آئے انکے بدنوں کو ترکی لباس چھپائے ہوئے تہا اور عالمانہ عمامے
سروں پر موجود تھے یہ دونوں نوخیز لڑکے جب ہمارے بالاخانہ کے نیچے آئے تو گھوڑے روک کر

کھڑے ہوگئے اور فارسی زبان میں نہایت بجاجت کے ساتھ پانی مانگا صاحبخانہ نے بآداب تمام پانی پلایا
وہ پانی پیکر آگے بڑہے تو میں نے اپنے ہمنشین سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص تھے اُسنے خونبار آنکھوں سے
آنسوؤں کی ندیاں بہاکر کہا کہ یہ دونوں نوجوان سلطان ابوالغازی خاں کے فرزند ہیں - جو
شاہ مرادبی کے ہاتھ سے اس ذلت کو پہونچے ہیں کہ یہ دو گھوڑے اوسکی سرکار سے انکے لئے مقرر
ہوئے ہیں جنپر کبھی کبھی سوار ہوکر بازار میں نکلتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ بزرگ بہاؤالدین
نقشبندی قدس سرہ کے مزار سے واپس آتے ہیں - شاہ ہیبت اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اُن کا یہ
حال سنکر کمال افسوس ہوا بعدازاں بعد اُس شخص سے دریافت کیا کہ اُن نوجوانوں کے باپ کا
کیا حال ہے کہا اُسکی ساری حشمت و شوکت خاک میں ملگئی ہے اور قیدیوں کیطرح ایک مکان
میں رہتا ہے صرف جمعہ کے دن جامع مسجد میں آتا ہے سواری کا ایک گھوڑا اور چند آدمی شاہ مرادبی
کیطرف سے اسکی جلو میں چلتے ہیں وہ یہاں کے باشندوں کی آنکھوں میں ایسا بے وقعت و بے وقر
ہے کہ مسجد میں ایک شخص بھی اسکی تعظیم نہیں کرتا کیونکہ شاہ مرادبی نے عام نمازیوں کو ہدایت کردی
ہے کہ شاہ ابوالغازی بھی تم جیسا ایک آدمی ہی اور جب یہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تم اس کی
تعظیم دو - علاوہ ازیں سکہ اور خطبہ سے اُسکا نام موقوف ہوگیا ہے اور بجائے اسکے شاہ مرادبی نے
اشرفی کے ایک جانب اپنے مرحوم باپ دانیال بی کا نام کندہ کرا رکھا ہے اور ایک طرف شہر کا نام اور
سنہ ہجری ثبت ہے شاہ ہیبت اللہ کا بیان ہے کہ جب میں نے اُن بزرگ کی زبانی یہ حالات سنے تو چند روز
بخارا میں توطن اختیار کیا اور شاہ مرادبی کو بالکل ویسا ہی پایا جیسا کہ میرے ہمنشین بزرگوار نے
بیان کیا تھا۔ الغرض شاہ مرادبی ایک نہایت متشرع اور دیندار شخص تھا اور احکام شریعت کی ترویج میں
بڑی ثابت قدمی اور اولوالعزمی کے ساتھ مستعد و سرگرم رہتا تھا ◆

صوبۂ کشمیر کی بغاوت اور تیموری فوج کی شکست

جس زمانہ میں تیمور شاہ خراسان سے فتحیاب ہوکر داخل کابل ہوا ہے تو چاروں طرف جنگ کے
ہنگامے گرم تھے اور پُرزور بغاوتیں پھیل رہی تھیں - حاجی کریم داد خاں عرف بیگی بامی زئی جو مرحوم

جو احمد شاہ درانی کی طرف سے کشمیر کی صوبیداری معزز منصب سے سرفراز و ممتاز تھا جب اُس کا انتقال ہوگیا تو اُس کا سب میں چھوٹا فرزند آزاد خاں اپنی ذاتی جرأت و دلاوری اور شجاعت و بہادری کی وجہ سے بزور باپ کی جگہ کشمیر کا صوبیدار ہوگیا اور اپنے بھائیوں کو جلا وطن کرکے وہاں کے مالی و ملکی انتظام میں مشغول ہوا فوجی قوت بڑھانے کے لئے لشکریوں کو زرنقد اور کشمیر کی نفیس شالوں سے مالامال کردیا اور موجودہ فوج کے علاوہ تین ہزار سواروں کا جرار دستہ جس میں سکھ اور نواح لاہور کے دیگر بڑے بڑے بہادر اور نامور پہلوان تھے ایزاد کیا جو ہر وقت باڈی گاڈ کی جگہ اُس کے ہمرکاب رہتا تھا۔ جب آزاد خاں نے اپنی فوجی قوت حسب خاطر خواہ بڑھالی تو بکلفت شاہی خراج موقوف کرکے علم بغاوت اونچا کیا تیمور شاہ نے جب یہ خبر سنی تو دفعۃً چونک پڑا اور منغض ہوکر ارکان دولت اور اہل الرائے سے مشورہ لیا بعد رد و کد کے یہ صلاح ٹھیری کہ اولاً آزاد خاں کو نصیحت کرنی چاہیئے اور اُس کے بعد وہ اگر اپنی تمردی اور سرکشی سے باز نہ آئے تو اُس کی تادیب و تنبیہ کے لیئے فوجکشی کرنی ضرور ہے چنانچہ تیمور شاہ نے اپنے دولتخواہان بارگاہ کے مشورہ سے مرزا محمد علی خاں کو جو کفایت خاں کے خطاب سے مشہور تھا روانہ کشمیر کیا تاکہ وہ اپنی دلپذیر نصیحتوں اور پُر اثر تقریروں سے آزاد خاں کو راہ راست پر لے آئے۔

مرزا محمد علی خاں کشمیر پہنچا تو آزاد خاں کی سفاکی اور جباری دیکھکر نصیحت کرنے اور شاہی پیام دینے سے ہچکچایا مگر چونکہ اُسے بادشاہ کی طرف سے یہ خدمت سپرد ہوچکی تھی اس لئے اُسے اپنا منصبی فرض ادا کرنا ضرور تھا ناچار موقع و محل دیکھکر نہایت نرم الفاظ میں چند نصیحتانہ کلمات کہے اور دو تین لاکھ روپیہ لیکر متوجہ کابل ہوا خان مذکور ابھی کشمیر کی حد سے باہر ہوا تھا کہ تیمور شاہ نے آزاد خاں کی تمردی و سرکشی کی خبر سنکر مرتضےٰ خاں اور زمان خاں کو جو آزاد خاں کے بڑے بھائی تھے تیس ہزار فوج دیکر اُسکی گوشمالی کے لئے روانہ کیا یہ فوج بڑی تیزی سے آگے بڑھی اور بہت ہی جلد نواح کشمیر میں پہنچکر قصبہ پکھلی میں قیام کیا۔ اسی قصبہ میں آزاد خاں کے خسر کا مکان تھا اور اتفاق وقت سے اسموقع پر وہ بھی یہیں سکونت پذیر تھا شاہی فوج کی آمد آمد کی خبر سنکر گھبرا گیا اور اُس کے آتے ہوئے ہوش و حواس جاتے رہے مگر تاہم اُس نے نہایت ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ فوجکو مسلح

ہوئے اور معرکہ میں آنے کا حکم دیا اور خود اپنے دو بھائیوں کو ساتھ لیکر شاہی فوج کے مشاہدہ کی غرض سے نکلا دریا کے اس پار شاہی فوج پڑی ہوئی تھی اور آزاد خاں دریا کے پار اس کنارہ کھڑا فوج کا تماشا دیکھ رہا تھا اس وقت اس میں اور شاہی فوج میں صرف دریا حد فاصل تھا شاہی فوج کے چند آدمی جو دریا کے دوسرے کنارہ پر ڈیرے خیمے لگائے بیٹھے تھے انھوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو آزاد خاں نے بڑی جرأت و دلیری سے فارسی زبان میں کہا میں ہوں آزاد خاں تمھارا باپ یہ کہہ کر خود آزاد خاں اور اس کے دونوں بھائیوں نے بندوق کے چند فیر کئے اور متوجہ لشکر ہوئے دوسرے روز دونوں طرف سے فوجیں صف آرا ہوئیں اور سخت معرکہ ہوا اگرچہ ابتدأ شاہی فوج فتحیاب ہوئی اور ملا اعظم خاں جو آزاد خاں کے لشکر کا ایک بڑا بہادر جنرل اور نامور سپہ سالار تھا عین میدان جنگ میں زخمی ہوکر مارڈالا گیا اور دو ہزار جنگجو اور خونریز سپاہی مظفر آباد کے دریا میں غرق ہوگئے مگر آخر کار معاملہ جنگ برعکس ہوا اور ہوا کا رخ ادھر ادھر ہوگیا اسکی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ آزاد خاں نے جب اپنی فوجکو دیکھا کہ ان کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے تو اس نے چاہا کہ کشتی میں سوار ہوکر اور دریا سے عبور کرکے بھاگ جائے اور اپنے ہزیمت خوردہ نوجوانوں کو ساتھ لیکر کسی اور طرف کو نکل جائے کہ دفعۃً پہلوان خاں اسکا چچازاد بھائی جو بہادری اور دلاوری میں شہرہ آفاق تھا اس کے سامنے آموجود ہوا اور خیرخواہی کے لہجہ میں بولا کہ اے سردار میں تجھ سے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ بادشاہ سے بغاوت نہ کر اور اس کی اطاعت کے دائرہ سے قدم باہر نہ رکھ لیکن تو ایسی غفلت کی نیند میں سوتا اور کثرت فوج پر اسقدر مغرور تھا کہ میری ایک نہ سنی تیری پہلی غلطی اور بڑی سنگین غلطی یہ تھی کہ تو نے علم بغاوت اونچا کیا اور اب دوسری غلطی یہ کی کہ میدان جنگ سے بھاگ کر اپنے اور اپنے خاندان کے نام پر نامردی کا بدنما داغ لگانا چاہتا ہے تو استقلال اور ثابت قدمی اختیار کر میں تیری مدد کو موجود ہوں تیرے مخالفوں سے لڑونگا اور جب تک جسم میں جان باقی ہے تجھے فتحیاب کرانے کی کوشش میں مصروف رہونگا۔ یہ کہکر پہلوان خان نے اپنے لشکر کو چاروں طرف سے فراہم کیا اور دوبارہ ترتیب دیکر اس تیزی اور زور سے حملہ آور ہوا کہ شاہی فوج کے بڑے بڑے مشہور و نامور امرا کے پاؤں اکھڑ گئے۔ برہان خاں پوپل زئی جو بڑا تجربہ کار افسر اور

شاہی فوج کا کمانڈر انچیف تھا گرفتار ہوا اور بہت سے افسر مارے گئے باقی فوجیں میدان جنگ سے ہٹ گئیں اور اب اُن میں ایسی ابتری اور بے ترتیبی پھیلی کہ کسیکو تاب مقابلہ نہ رہی آزاد خاں مظفر و منصور ہو کر کشمیر واپس آیا اور شہر کے نظم و نسق میں مصروف ہوا۔ شاہی فوج کئی روز بعد قصبہ پکھلی میں جمع ہوئی اور جب جنگ کا سامان خاطر خواہ مرتب ہوگیا تو آندھی مینہ کی طرح کشمیر پر یورش کی آزاد خاں جو فی نفسہ نہایت شجاع اور بہادر تھا مقابلہ کے لیئے آمادہ ہوا اور تمام دن بڑے گھمسان کی لڑائی رہی انجام کار فوج شاہی کو پس پا ہونا پڑا اور یہ میدان بھی آزاد خاں ہی کے ہاتھ رہا اِس معرکہ میں بھی تیمور شاہ کے کئی نامی گرامی سردار اور بہت سی فوج آزاد خاں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئی اور بے شمار آدمی مجروح و مقتول ہوئے۔

اِس لڑائی کے متعلق ایک عجیب و غریب نقل بیان کی جاتی ہے کہ با وجود شاہی لشکر کے شکست پا جانے کے ایک شخص ہاتھ میں برہنہ شمشیر لئے ہوئے میدان میں کھڑا رہا اور آزاد خاں کی فوجکو شرکی بشرکی جواب دیتا رہا شاہی فوج اگرچہ نہایت بے سر و سامانی سے بھاگی جاتی تھی مگر یہ شخص دو طرفہ تلوار مارتا ہوا آگے بڑھا آتا تھا آزاد خاں نے اسکی جرأت و بہادری پر تعجب کر کے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اِس شخص کو زندہ گرفتار کر کے ہمارے پاس لے آؤ ہر چند لوگ اُس سے کہتے تھے کہ تجھے ہمارا سردار آزاد خاں بلاتا اور امان کا وعدہ دیتا ہے مگر وہ کسی کی کچھ نہ سُنتا تھا اور اُسی طرح تنہا تلوار مارتا ہوا آگے بڑھا چلا آتا تھا یہاں تک کہ ایک شخص کی تلوار کی ضرب نے اُسکے دائیں ہاتھ کو مجروح کر دیا جب اُس کا یہ ہاتھ بیکار ہو گیا تو اُس نے دوسرے ہاتھ میں تلوار پکڑ لی اور بدستور سابق لوگوں کو مارتا ہوا آگے بڑھا آخر کار بہت سے آدمیوں نے اُسے نرغہ میں کر لیا اور کہا اے شخص تو اپنے آقا کا حق نمک ادا کر چکا اب جب تیری فوج شکست کھا کر بھاگ گئی اور تو میدان جنگ میں تنہا رہ گیا تو کیوں اپنی جان بیشیرین ضائع کرتا ہے ہمارے صوبدار نے تجھے پناہ دیدی ہے اُسکے پاس چل اور کسی طرح کا اندیشہ نہ کر اِس شخص نے جواب دیا کہ اگر فی الواقع یہی بات ہے تو تم لوگ مجھ سے الگ ہو جاؤ میں خود اُسکے پاس چلا چلتا ہوں چنانچہ اُس نے جنگ موقوف کی اور قدرے پانی پیکر آزاد خاں کے حضور میں حاضر ہوا گھوڑے سے اُتر کر سلام علیک کیا اور ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا آزاد خاں نے اُسکی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تیرا کیا نام ہے کہاں

رہتا ہے اور کس قوم کا ہے اس کے جواب میں اُس نے نہایت لجاجت آمیز لہجہ میں کہا حضور میں ایک سپاہی منش آدمی ہوں قریہ اتمان خیل یوسف زئی کا باشندہ میرا نام علول شاہ ہے اور سادات میں سلسلۂ نسب ملتا ہے آزاد خاں اس جواب سے بہت مسرور ہوا اور فوراً ایک چابکدست اور ہوشیار جرّاح کو طلب کر کے فرمایا کہ اس شخص کے علاج میں نہایت سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ کوشش کرو اگر دس روز میں یہ بالکل تندرست نہ ہوا تو قتل کی سزا کو پہنچے گا یہ کہہ کر سو روپے جرّاح کو خرچ کے لیئے دیئے اور اپنے مطبخ خاص سے دونوں وقت کا کھانا مقرر کر دیا علول شاہ دس روز میں بالکل تندرست ہو گیا اور غسل صحت کے بعد آزاد خاں کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجالایا آزاد خاں نے دریافت کیا سیدا ہمارے لشکر میں سے تم کو کسی سے تعارف ہے یا کوئی تمہیں پہچانتا ہے علول شاہ نے عرض کیا کہ میں بجز نجیب اللہ خاں کے اور کسی کو نہیں جانتا نجیب اللہ خاں طلب کیا گیا تو اُس نے اعتراف کیا کہ بیشک میں اس جوان سے خوب واقف ہوں اور یقیناً جانتا ہوں کہ سید ہے آزاد خاں نے پانسو روپیہ راہ خرچ اور تین سو روپیہ ماہانہ مقرر کر کے رخصت کیا اور کہا اپنے وطن جا کر نہایت تجربہ کار اور بہادر جوانوں کو تلاش کر کے لائیں اُن کی معقول اور بیش قرار تنخواہیں مقرر کرونگا اور اپنی سرکار کی ملازمت کا اعزاز دونگا۔

زاں بعد آزاد خاں نے اسیران فوج شاہی کو اپنے حضور میں بُلا کر حکم دیا کہ تم لوگ اگر میری ملازمت اختیار کرتے ہو تو جان کی سلامتی پا سکتے ہو اکثر لوگوں نے اطاعت قبول کی اور بیش قرار تنخواہوں پر ملازم ہوئے مگر قریباً پندرہ سو آدمی اُس کی اطاعت پر راضی نہیں ہوئے جو کشتیوں میں بٹھا کر غرق دریا کر دیئے گئے۔ مورخوں کا بیان ہے کہ آزاد خاں فوج کی بڑی قدر اور نگہداشت کرتا تھا لیکن جیسا وہ قدرشناس فوج تھا ویسا ہی ظالم و سفاک بھی تھا۔

فوج شاہی کی فتح اور آزاد خاں کی تباہی

جب دارالسلطنت کابل میں فوج شاہی کی شکست کی متواتر خبریں پہونچیں تو سارے شہر میں تلاطم مچ گیا اور تیمور شاہ یہ سُنکر کہ مرتضےٰ خاں اور زمان خاں اپنے چھوٹے بھائی آزاد خاں سے شکست پا کر فیض طلب خاں وغیرہ سرداروں کے ساتھ پشاور بھاگ آئے ہیں اور لشکر کا ایک بڑا حصہ تباہ و برباد ہو گیا ہے تو اُس کی طبع ہمایوں نہایت متغض

و پریشان ہوئی لیکن تاہم اس نے بڑے استقلال کے ساتھ ایک اور نہایت جرار و خونریز لشکر کی ترتیب
کا حکم دیا اور ایک عاجلانہ حرکت کے ساتھ مع لشکر کے پشاور میں جلوہ آرا ہوا افسران فوج میں سردار مدد خاں
ایک بڑا نامور اور مشہور افسر تھا جرأت و مردانگی اور دانائی و شجاعت میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا تھا ہی بڑا نمک حلال
اور خداشناس بھی علاوہ ازیں خراسانیوں اور سندھیوں کی بغاوتوں کا جس نے خاتمہ کردیا وہ یہی مدد خاں تھا۔
تیمور شاہ نے دوبارہ اپنے لشکر کو نظر انتخاب سے دیکھا اور وہ سپہ سالار مقرر کئے جو دولت درّانیہ کے بڑے
جانباز اور نامور افسر تھے جب لشکر اس طرح سے آراستہ ہوگیا تو بادشاہ نے تمام افسران درّانیہ اور یوسف زئی
کو سردار مدد خاں کی ماتحتی میں آزاد خاں کی تنبیہ و استیصال کے لیئے روانہ کیا مدد خاں اس فوج عظیم کو لیکر
آگے بڑھا اور گندہ گاہ اٹک سے دریائے سندھ کو عبور کرکے بڑی تیزی کے ساتھ نواح کشمیر میں آدھمکا۔

آزاد خاں جسے اپنی جبلی شجاعت اور فطرتی جرأت وہمت پر بڑا ناز تھا اور ان فتوحات نے اسکی اُمیدیں
بہت وسیع کردی تھیں ایک عظیم الشان فوج لیکر مدد خاں کے مقابلہ کے لیئے نکلا اور ایسی تیزی سے حملہ آور ہوا کہ
مدد خاں کی فوج میں ہل چل پڑ گئی سارے لشکر میں تزلزل عام پیدا ہوگیا اور شجاعان درّانیہ کا دُھچر قدرے
ڈھیلا پڑ گیا۔ کئی روز تک سخت معرکہ رہا اور جانبین سے بہت سی جانیں ضائع ہوئیں آزاد خاں کی فطری
شجاعت اور جبلی دلیری نے حملہ آور فوج کے بڑے بڑے افسروں کے دلوں پر اپنی سفاکی و بہادری کا
سکہ بٹھا دیا مدد خاں جو افسران درّانیہ اور شجاعان یوسف زئی میں نظر انتخاب سے دیکھا جاتا تھا اور دولت
افغانیہ کا بڑا نامور و مشہور سپہ سالار تھا اپنے حریف کی انتہا سے زیادہ بیجگری دیکھ کر خود سمجھ گیا کہ آزاد خاں
پر جنگ کے ذریعہ سے فتح پانا آسان امر نہیں ہے اس بنا پر اس نے تلوار کے بدلے تدبیر سے کام لیا اور
مال و زر کی طمع دلا کر دشمن کے کئی فوجی افسر توڑ لیئے مدد خاں کی یہ تدبیر حقیقت میں ایک بڑی با نتیجہ اور
مفید تدبیر تھی جس نے اس نازک موقع پر تیغ و خنجر سے بڑھکر کام دیا قریباً پچاس سرداروں نے اس طمع پر آزاد خاں
کا ساتھ چھوڑ کر مدد خاں سے جا موافقت کی اور درپردہ جنگ کے منصوبے گانٹھے لیکن آخرکار نتیجہ جنگ
نے ثابت کردیا کہ جن لوگوں نے آزاد خاں سے دغا کرکے مدد خاں سے موافقت کی تھی انھوں نے اس
کے ساتھ بھی وفاداری نہیں کی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات آزاد خاں نے اپنے ایک فوجی افسر شادی خاں کو جو بڑے بڑے

معرکوں میں شجاعت کے جوہر دکھا چکا تھا اور اکثر مواقع پر اپنی جانبازی اور فدائیت کے صلہ میں معزز تمغے حاصل کر چکا تھا لشکر شاہی پر شبخون مارنے کے لئے روانہ کیا مدد خاں پہلے ہی ہوشیار تھا اور مراسم احتیاط کو بخوبی عمل میں لا چکا تھا شاہی خاں حملہ آور ہوا تو مقابل فوج کو مسلح پایا دونوں فوجیں مقابل ہوئیں اور اس قدر خونریزی ہوئی کہ سارا جنگل بہادروں کے خون سے بھیگ گیا آزاد خاں کو یہ خبر ہوئی تو وہ بھی ایک ٹڈی کی جرار فوج لیکر عقب سے روانہ ہوا اور اپنی خداداد شجاعت اور بیجگری کے نمایاں اثر دکھائے لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا اور آخر کار میدان جنگ سے واپس ہو کر داخل لشکر ہوا۔

کئی روز تک جانبین سے سلسلہ جنگ قائم رہا اور دونوں طرف کے بہت سے جانباز اور بہادر جوان میدان جنگ میں داد شجاعت دیکر مارے گئے اس اثنا میں اگرچہ آزاد خاں نے تدابیر جنگ کا کوئی پہلو اُٹھا نہ رکھا اور بہتر سے بہتر کوشش عمل میں لایا جنسے حریف کی فوجی طاقت کو سخت صدمہ پہنچا لیکن انجام کار کی تمام کوششیں بیکار گئیں اور جنگ کا اخیر فیصلہ حریف ہی کے حق میں رہا اور جب اُسے معلوم ہوا کہ میرے چند افسروں نے مدد خاں سے آمیزش کرلی ہے تو اب اُس پر اور بھی مایوسی چھا گئی اور اپنی ناکامی پر سخت افسوس ہوا ایک رات آزاد خاں اپنے خیمہ میں تنہا بیٹھا ہوا انہی مسلسل اور پیچ در پیچ خیالات میں غلطاں پیچاں تھا اور اپنی صلح و جنگ کے دونوں پہلوؤں پر بغور نظر ڈال رہا تھا کہ دفعۃً چونک پڑا اور نہایت غیظ و غضب کی آواز میں بول اُٹھا کہ دیکر صلح کرنے اور تیمور شاہ کو خراج دینے کی ذلت تو مجھ سے اُٹھائی نہیں جائیگی بہتر یہ ہے کہ کسی پناہ کے مقام پر چلا جاؤں اور تلوار کے زور سے نہیں بلکہ تدبیر کے زور سے کوئی نمایاں کام ظاہر کروں بس میرا قطعی فیصلہ یہی ہے اور اسی پر عمل درآمد کرنا چاہیئے یہ کہکر وہ بڑی بافسردگی کیساتھ اُٹھا اور خوابگاہ کر کے میں جا کر سو رہا صبح ہوئی تو دونوں فوجیں حسب معمول صف آرا ہوئیں اور آزاد خاں اپنے معتمد علیہ افسروں کو جنگ میں مصروف رہنے کی تاکید کر کے کشمیر کو چھوڑ کر تبس کے کوہستان کی طرف روانہ ہوا کیونکہ یہاں کا راجہ رستم نام اس کا خسر حکومت کرتا تھا چونکہ یہ کوہستان نہایت صعب و دشوار گذار گھاٹیاں رکھتا اور بظاہر نہایت امن و امان کا مقام تھا اس لیئے آزاد خاں نے اپنے رہنے کے لیئے یہی مقام پسند کیا رستم نے اپنے داماد کی پاسداری و حفاظت میں بظاہر بہت کچھ کوشش کی اور اپنے مکان خاص میں فروکش کر کے نہایت ارادت اور عقیدتمندی کے ساتھ مہمانی میں مصروف ہوا آزاد خاں کو مطلق خبر نہ تھی کہ یہاں میرے ساتھ دغا

کی جائے گی اور رستم جو میرا خسر ہے اسی کے ہاتھوں میری تمام آرزوں اور تمناؤں کا خون ہوگا اور جس تدبیر و کوشش کے لئے میں یہاں قیام پذیر ہوتا ہوں اسکا ہمیشہ کے لیئے خاتمہ ہو جائیگا اس نے اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھکر نہایت اطمینان کے ساتھ رہنا اختیار کیا رستم نے جسکی قسمت میں روز ازل سے لکھا تھا کہ ایک نہایت جری اور بہادر شخص کو دغا سے مروا ڈالنے کا بدنما داغ اپنے لیئے اختیار کرے اور اپنے داماد کا قاتل یا اسکے قتل میں کوشش کرنے والا کہلائے سردار مدد خاں سے سازش کرلی اور اس اندیشہ سے کہ مبادا آزاد خاں جو بمثل جری اور بے نظیر شجاع ہے مجھے قتل کرکے ملک و مال پر قبضہ کرلے اور نیز اس خوف سے کہ اگر میں مدد خاں کی مرضی کے خلاف کروں گا تو غضب شاہی میں گرفتار ہو جاؤں گا مدد خاں کو خفیہ اس امر کی اطلاع دے اور تدریجاً بلطایف الحیل آزاد خاں کے رفقا کو اس سے علیحدہ کرلیا اور اس کے جسم سے تمام ہتیار الگ کرا لیئے لیکن تاہم ایک پیش قبض جو اس کا قدیم رفیق تھا اور جسے آزاد خاں نے کبھی اپنے جسم سے جدا نہیں کیا تھا شب و روز اس کی کمر میں اڑسا رہا۔

مدد خاں کو رستم کا پیام پہنچا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے فوراً اطلاع دی کہ تم آزاد خاں کو یا تو کسی حیلہ سے گرفتار کرلو یا فوج کا ایک بڑا دستہ اسکے رہنے کے مکان پر متعین کردو کہ خفیہ طور سے اسکی حفاظت رکھے اور اس بارہ میں تاکید سمجھو کہ آزاد خاں نکلکر کہیں جانے نہ پائے جسوقت وہ گرفتار ہو جائے با حراست فوج میں آجائے تو مجھے فوراً اطلاع کرو۔ رستم اس پیام سے ڈر گیا اور آزاد خاں کی گرفتاری کی تدبیر میں سرگرم ہوا ایکدن کا ذکر ہے کہ آزاد خاں ایک کمرہ میں غفلت کی نیند پڑا سوتا تھا رستم نے جب سے ایسا غافل دیکھا تو اس نے کمرہ کے تمام دروازے بند کرکے مقفل کرا دیئے اور مدد خاں کو کہلا بھیجا کہ میں نے آزاد خاں کو گرفتار کرلیا ہے تم جلد آؤ اور اس کا کام تمام کردو۔ مدد خاں نے بڑی عجلت کے ساتھ اسلام خاں کی سرکردگی میں دو ہزار سوار کرکے ادھر روانہ کیا اور تاکیدی حکم دیا کہ جلد جاؤ اور آزاد خاں کو جہانتک بن پڑے زندہ گرفتار کرلو اسلام خاں بڑی تیزی سے بڑھا اور ایک نہایت ہی عاجلانہ حرکت کے ساتھ آزاد خاں کے سر پہ پہنچا گھوڑوں کی ٹاپوں کی دہشت ناک آواز سے آزاد خاں چونک پڑا اور نہایت مضطربانہ خوابگاہ سے اٹھا دروازہ کے قریب آیا تو معلوم ہوا کہ میں اس کمرہ میں گرفتار کیا گیا اور میرے خسر نے مجھ سے دغا کی اب میری مخلصی نہایت دشوار اور زندگی سخت مشکل ہے دشمن سر پر کھڑا ہے کوئی دم میں گرفتار ہوتا

اور طرح طرح کی سیاست اور ذلت و خواری سے قتل کیا جاتا ہوں۔

آزاد خاں زندگی سے مایوس ہوکر اُس پیش قبض کی طرف ہاتھ لیگیا جو اُس کی کمر سے کبھی جُدا نہیں ہوا تھا اور اسی یاس و نا اُمیدی کی حالت میں پیش قبض ہاتھ میں لیکر ایک بڑے طیش کے لہجہ میں کہا کہ دشمن کے ہاتھ میں اپنی عزت و ناموس دینے سے پہلے خود مر جانا بہتر ہے یہ کہکر اُس نے اپنے سینہ میں بڑی بیرحمی اور بیجگری سے پیش قبض مارا اور دھڑام سے فرش پر گر پڑا اسلام خاں جو آزاد خاں کی گرفتاری کی تدبیریں کھڑا سوچ رہا تھا یہ آواز سنکر بیتابانہ دروازہ کے پاس آیا اور کواڑ توڑ کر اندر گھُسا دیکھتا ہے کہ آزاد خاں فرش زمین پر پڑا حرکت مذبوحی کر رہا ہے یہ دیکھکر برہنہ تلوار لئے ہوئے آگے بڑھا اور آزاد خاں کے سر پر مارنے ہی کو تھا کہ وہ شیر ببر کی طرح اسی مذبوحی حالت میں اُٹھ کھڑا ہوا اور غضبناک جرأت سے دلیرانہ آگے بڑھا چونکہ چاہتا تھا کہ حریف کی تلوار چھین کر اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے مگر ایک دو ہی قدم آگے بڑھا تھا کہ غش کھا کر گر پڑا اسلام خاں فوراً اُسکے سینے پر چڑھ بیٹھا اور نہایت بیرحمی سے اُس کی آنکھیں نکال لیں آزاد خاں جو موت کے تلخ گھونٹ پی رہا تھا اور دم واپسین میں سے جو اُنہیں پورا کر رہا تھا سانس توڑتا جاتا اور کہتا جاتا تھا کہ او نامرد کتے اگر اس حالت میں بھی کوئی ہتیار میرے پاس ہوتا تو تو یہاں تک ہرگز نہ پہنچ سکتا اس جملہ کے پورے ہوتے ہی اُس کی رُوح پرواز کر گئی اور وہ دفعۃً ٹھنڈا پڑ گیا اسلام خاں نے اُس کا سر تن سے جدا کیا اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر لشکر شاہی میں آ داخل ہوا۔

تیمور شاہ جو ابھی تک پشاور میں جلوہ آرا تھا اور آزاد خاں کی مہم سے نہایت متفکر و متردد تھا جب آزاد خاں کی آنکھیں اور سر اور عقب سے لاش بے سر پہونچی تو اُس نے مقتول کی لاش دیکھ کر بہت ہی افسوس ظاہر کیا اور فوجی افسروں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ آزاد خاں جیسا آزاد جوان مرد دلاور اولوالعزم بہادر اس سلوک کے قابل نہ تھا اگر میں خود معرکہ میں شریک ہوتا تو اُس کے یہ اوصاف مجھ سے سفارش کرکے ضرور اس کی جان بچا لیتے افسوس ایسا بہادر ایسا دلیر میرے سامنے اس صورت میں پڑا نظر آئے اور میں اس فتح پر خوشی مناؤں اگرچہ تیمور شاہ کو آزاد خاں کے مارے جانے سے سخت صدمہ تھا لیکن اُسنے سیاست ملکی اور انتظام تمدنی کو ملحوظ خاطر رکھکر اُس کی لاش کو دفن و کفن سے محروم رکھا اور زاغ و زغن کا لقمہ بنایا۔ بعدہ آزاد خاں کی بیوہ ماں کو جو قندھار میں موجود تھی طلب کرکے فرمایا کہ تیرا جو منہ چاہے اور

اعزاز تیرے مرحوم شوہر حاجی کریم داد خاں اور تیرے نامور فرزند آزاد خاں کی زندگی میں تھا اس میں کسی قسم کی کمی نہیں کیجائیگی۔ بلکہ سدا اور ہمیشہ خسروانہ الطاف اور شاہانہ عنایات کے ساتھ معزز و ممتاز ہوگی بشرطیکہ تو ہمارے درباری امرائیں سے جسے پسند کرے ایک سے نکاح کرلے۔ تاکہ تیرے بطن سے آزاد خاں جیسا جوان اور آزاد اور دلیر و شجاع لڑکا پیدا ہو۔ کیونکہ آزاد خاں کی یہ لاوری یہ شجاعت یہ جرأت صرف تیرے رحم کا اثر ہے۔ اگر تیرے شوہر حاجی کریم داد خاں کا اثر ہوتا تو اسکے دوسرے فرزند بھی جو تیرے بطن سے پیدا نہیں ہوئے ایسے ہی بہادر دلیر ہوتے۔ آزاد خاں کی ماں نے بادشاہ کی یہ تقریر سنکر تھوڑی دیر سکوت کیا پھر آگے بڑھکر شاہی تخت کو بوسہ دیکے نہایت دلیرانہ آواز میں عرض کیا کہ قبلۂ عالم قربانت شوم نہ احمد شاہ جیسا کوئی بادشاہ پیدا ہوگا کہ تیمور شاہ کی مانند فرزند تخت حکومت پر جلوہ آرا ہو اور نہ حاجی کریم داد خاں جیسا کوئی دوسرا امیر ہوسکتا ہے جس سے آزاد خاں جیسا بہادر و دلیر فرزند ظہور میں آئے۔ یہانتک پہونچکر آزاد خاں کی ستمدیدہ ماں کی نرمی غضبناکی سے بدلگئی اور اسنے کسیقدر کرخت لہجہ میں کہا کہ جہاں پناہ اولتاب کے امرا جو آپکے حضور میں صف بستہ کھڑے ہیں انکی ڈاڑھیوں اور چہروں پر تو میں پیشاب کرتی ہوں اگرچہ آخری جملہ نہایت سخت اور بڑا گستاخانہ جملہ تھا۔ بالخصوص تیمور شاہ جیسے مقتدر اور بارعب بادشاہ کے سامنے لیکن رحمدل اور قدرشناس بادشاہ نے اپنے فطری ضبط پر عمل کیا اور اسکا کچھ جواب نہیں دیا۔ زاں بعد بادشاہ نے فرمایا کہ مجھے یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ آزاد خاں نے کشمیر سے تیرے لئے بہت سا زر و نقد بھیجا تھا اوسے ہمارے حضور میں پیش کر اس مردانہ سیر اور فرزانہ عورت نے دربار شاہی میں نہایت جرأت کے ساتھ دلاورانہ سوال و جواب کیئے اور قریباً دو لاکھ روپیہ تیمور شاہ کے حضور میں پیش کر کے معقول وظیفہ سلطنت سے مقرر کرالیا اور آزاد خاں کے فرزند فتح جنگ کو ساتھ لیکر جو ہنوز کم سن اور نو عمر تھا قندھار روانہ ہوگئی۔ تیمور شاہ نے آزاد خاں کی بیوی کو جو کشمیریہ تھی اپنے نکاح میں لیلیا اور بے انتہا تسلی و دلجوئی کر کے حرم عصمت میں داخل کیا۔ آزاد خاں کا فرزند فتح جنگ جو اپنے باپ جیسا نہایت اولوالعزم حوصلہ مند شجاع تھا ۱۲۱۲ھ ہجری تک . . . بڑی نیکنامی اور ناموری کے ساتھ زندہ رہا۔

مورخوں نے آزاد خاں کے حالات زندگی پر ریمارک کرتے ہوئے اگرچہ بعض باتیں ایسی بھی لکھی ہیں۔ جو

اخلاق سے گری ہوئی ہیں مگر جب ہم اسکی عام طرز معاشرت پر غائر نظر ڈالتے ہیں تو اسکے محاسن و فضائل
اس کثرت سے پاتے ہیں جن سے علانیہ اسباب کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ چاہے وہ کیسا ہی تھا مگر تاہم
اسکے زمانہ میں خاص ولایت کشمیر اور اسکے مضافات میں کوئی ایسا حاکم اور فرمانروا نہ تھا جو فضل و کمال کے
اعتبار سے اسکی شان یکتائی کا حریف ہو سکتا وہ شجاعت و بہادری کے علاوہ جود و سخا میں اپنا
نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اور یہی ایک صفت خاص تھی جسکی وجہ سے اُسنے تمام رعایا اور فوج کے دلوں پر
بہت جلد قبضہ کر لیا تھا۔ جب حکومت کشمیر کی باگ اُسکے ہاتھ میں آئی تو درباریوں اور مصاحبوں میں
سے تین ہزار سرداروں کو منتخب کر کے بہت سا زر نقد دیا اور اسکے علاوہ تین ہزار مغرق خلعتیں
معمولی افسروں کو تقسیم کیں۔ مرصع جیغے گھوڑوں کے چاندی سونے کے ساز و یراق زرق برق
پوشاکیں ولایتی شمشیریں اور اُن کے طلاکار غلاف پر زر کمخواب کی قبائیں عنایت کیں۔ کوچ کے دن
فوج اس سرو سامان سے آراستہ ہو کر نکلتی تھی کہ کشمیر کے بڑے بڑے معمر اور سن رسیدہ جو فوجی جاہ و حشم
کے ہزاروں تماشے دیکھ چکے تھے حیرت زدہ رہجاتے تھے۔ فوج کے معمولی افسروں کو جو اکثر اوقات
سیر و شکار میں آزاد خاں کے ہمرکاب رہتے تھے اونہیں ہر ششماہی میں زربفت و جامہ وار اور کاشانی مخمل
کشمیری ساخت کے کمربند اور شالے عطا ہوتے تھے اور ہر ایک بیش قرار داد وظیفہ پاتا تھا۔ باڈی گارڈ کا رسالہ
جو ہر وقت اسکے جلوس میں رہتا تھا اور جسمیں بارہ ہزار جوان بھرتی ہوتے تھے اُن کو حکم تھا کہ اپنے گھوڑوں
کے زین اور تمام ساز و یراق اور شمشیر و بندوق سونے چاندی سے آراستہ رکھیں اور ان چیزوں کی درستی
اور آراستگی میں جسقدر مصارف ہوں سب خزانہ عامرہ سے لیا کریں۔ اہل علم کے ساتھ
آزاد خاں کی معاشرت بالکل دوستانہ تھی اور وہ اُن کی قدر افزائی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتا
تھا وہ اہل کمال کا عموماً نہایت ادب کیا کرتا اور اسکی شاہانہ فیاضیاں ان لوگوں کے حق میں بے روک
تھیں۔ ایک شستہ کا ذکر ہے کہ اُس زمانہ کے ایک مذہبی پیشوا نے آزاد خاں کو خط لکھا جس میں ناداری
اور افلاس کی شکایت درج تھی۔ آزاد خاں نے اسکے جواب میں یہ الفاظ لکھے کہ مجھے جہانتک معلوم ہوا
ہے آپ میں دو عادتیں ہیں ایک حیا۔ دوسری سخاوت۔ اور یہ دونوں صفتیں جس شخص میں پائی
جاتی ہیں۔ غالباً وہ مفلس اور تنگدست رہا کرتا ہے۔ سخاوت نے آپکے ہاتھ کھولدیئے ہیں کہ جو کچھ آپکے

پاس تھا سب اُڑا دیا اور خالی ہاتھ رہ گئے اور حیا کا اثر یہ ہے کہ آپ اپنی پوری حاجت کا اظہار
نہیں کر سکے لہذا میں نے حکم دیا ہے کہ تعداد مطلوبہ کا مضاعف آپکی خدمت میں بھیجدیا جائے اگر آپکی
ضرورت کو یہ تعداد کافی نہو سکے تو اپنی کوتاہ قلمی کا قصور سمجھئے اور اگر کافی ہوجائے تو آیندہ بھی
آپ جسقدر چاہیں فراخ دستی سے خرچ کریں۔ کیونکہ خدا کے خزانہ میں کچھ کمی نہیں ہے ✦
آزاد خاں کے رحم و عدل اور شفقت و مہربانیوں کی حکایتیں بھی نہایت دلچسپی کے ساتھ مورخوں نے
لکھی ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ جیسا وہ رحیم الطبع اور نیک مزاج تھا۔ ویسا ہی سفاک۔ اور
تند خو بھی تھا۔ اسکی غضبناکی اور تند خوئی مزاج نادری اور اسکی سفاکی سے کسیقدر کچھ کم نہ تھی۔ یہاں
کہ جب اہل دربار معمول کے مطابق شرکت دربار کے ارادہ سے چلتے تو آزاد خاں کے قہر و غضب
اور سخت گیری کے خوف سے اپنے اہل و عیال اور عزیز و قریب سے ویسے ہی رخصت ہوتے تھے جیسے کوئی
زندگی سے مایوس ہو کر رخصت ہوتا ہے۔ اُن کی اس مایوسانہ اور حسرتانہ ملاقات سے گھر گھر میں
کہرام مچ جاتا تھا بڑے بڑے منصب دار اسکی سیاست سے کانپتے اور اہل دربار اسکے سطوت
و قہر سے لرزتے تھے۔ اُسکے دسترخوان کی وسعت اسقدر تھی کہ صبح و شام دونوں وقت میں ہزار
قابیں اسکے سامنے چنی جاتیں۔ جنمیں انواع و اقسام کے لطیف اور مزے دار کھانے ہوتے تھے
اور ہر قاب میں کم سے کم ڈیڑھ سیر کھانا ہوتا تھا۔ حکم یہ تھا کہ جسقدر کھانا دسترخوان پر آئے اسمیں سے
کچھ بچکر واپس نجائے۔ بلکہ سب اُسکے سامنے صرف کر دیا جائے۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ آزاد خاں
شکار کی غرض سے فوجی حشمت و شوکت کے ساتھ شہر سے نکلا اور بہت دور جا کر ایک بیابان میں
مصروف شکار رہا۔ کھانے کا وقت آیا تو حکم دیا کہ بدستور دسترخوان بچھایا جائے اور معمول کے
مطابق کھانا حاضر کیا جائے اس حکم کے سنتے ہی کارکنان مطبخ کے آئے ہوئے ہوش و حواس
جلتے رہے اور حیرت و استعجاب کی نظر سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ کیونکہ اس ویرانہ میں اسقدر
اسباب کا مہیا ہونا ناممکن تھا کھانا پکانیکا سامان جو اُن کے پاس تھا وہ بالکل ناکافی تھا اور
اس بیابان میں کسی چیز کا دستیاب ہونا محال تھا جو لوگ باورچیخانہ کی خدمت پر مامور تھے اُنہوں نے
اپنے مسعد کا قطعی فیصلہ کر لیا تھا کہ آج ہمارا جانبر ہونا مشکل اور سخت مشکل ہے مگر اسے اُن کی

خوش قسمتی اور آزاد خاں کا اقبال یا کرامت کہنا چاہیے کہ دفعتہً تین ہزار قابیں جو معمولی کہانے سے لبریز تہیں مع سازو سامان کے نہایت نفاست و اہتمام کے ساتہ شہر سے آموجود ہوئیں خدمتگاروں نے فوراً دسترخوان بچھایا اور تمام امرا نے بدستور سیر ہو کر تناول کیا۔

الغرض آزاد خاں تمام اوصاف جمیلہ اور اخلاق عام کے ساتہ موصوف تھا اور اسکے اصلی و عملی کارنامے ایسی حیرت انگیز نام آوریوں اور فیاضیوں سے معمور تہے جنکو ایشیائی عبارت آرائی کی ضرورت نہیں جو صفات اُس میں پائے جاتے تہے اُس کے متعلق جسقدر مبالغہ کیا جا سکتا ہے خوش قسمتی سے وہ آزاد خاں کے اصلی واقعات ہیں اسکی شایستگی اور تہذیب میں ایک ایسا قدرتی رنگ تہا جسکی وجہ سے وہ تمام رعایا اور فوج پر بہت جلد قابو پا گیا تہا اور بڑے بڑے گردنکشوں اور متکبروں کو اپنا گرویدہ کر لیا تہا جو قومیں خودسر اور باغی تہیں اور ہمیشہ کے طور پر ہمیشہ تاخت و تاراج کیا کرتی تہیں اُن کا نام تک دنیا سے مٹا دیا تہا اور مسافروں کی آمدو شد کی راہیں صاف کرنے کی غرض سے انہیں یہانتک قتل کیا تہا کہ سروں کے بہت سے اونچے اونچے اور بلند مینار قائم کر دیئے گئے تہے جنہیں دیکہنے اور دیکہکر عبرت حاصل کرنے کے لئے لوگ دور دراز شہروں سے آیا کرتے تہے۔ آزاد خاں نے کل چار سال کشمیر کی صوبیداری کی لیکن تعجب اور نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہے کہ اس قلیل عرصہ میں اسنے یہ تمام اہم اور عظیم الشان مراتب کسطرح طے کر لیئے وفات کے وقت اسکی عمر تقریباً ستائیس سال کی تہی کشمیری مورخوں کا بیان ہے کہ جسطرح آزاد خاں کی رحمدلی اور نیک مزاجی کے ترانے ہر طرف گائے جاتے ہیں ویسے ہی اسکے سنگدلی اور مغلوب الغضبی کے فسانے بہی مشہور ہیں۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ آزاد خاں لب دریا مسند پر بیٹہا ہوا تہا اور اسکے امرا مچھلی کے شکار میں مصروف تہے اس اثنا میں ایک معصوم بچی جسکی عمر مشکل ایکسال کی ہوگی آزاد خاں کی مسند پر آئی اور بے غرض پیشاب کر دیا۔ اسپر آزاد خاں کے غصہ کی آگ اسقدر بہڑکی کہ اُسنے معصوم اور ناسمجھ بچی کو بڑی بیرحمی کے ساتہ زمین پر پٹکدیا۔ اور جب اُس صدمے سے اسکی زندگی کا خاتمہ نہیں ہوا تو اُسنے بیگناہ بچی کو بہڑکتی ہوئی آگ میں جہونکدیا اور وہ فوراً جل کر خاک ہو گئی۔

ارسلان خاں مہمند کی بغاوت

ترکستانیوں اور کشمیریوں کی تو بغاوتیں فرو ہوگئیں تھیں۔ لیکن افغانیوں میں جو تیمور شاہ کی طرف سے عام ناراضی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ ارسلان خاں مہمند۔ جو احمد شاہ درانی کے عہد سلطنت سے سرحد کا صوبہ دار تھا اُسے تیمور شاہ کی بہت سی کارروائیاں ناگوار تھیں سلک میں جو یہ برہمی پیدا ہوئی تو خیالات سابق تازہ ہوگئے اور علانیہ عَلَم بغاوت بلند کیا اگرچہ ابتدائے حال میں یہ شخص نہایت کمزور تھا مگر چونکہ شجاعت کا جوہر رکھتا تھا۔ رفتہ رفتہ بڑا اقتدار حاصل کر لیا۔ احمد شاہ درانی کے انتقال کے بعد ایک مدت تک غارتگری کرتا رہا۔ اور مقام دہکا پر جسکی حد پشاور سے شروع ہوکر درخیبر تک پہونچتی ہے چڑھ گیا۔ عاملوں کو شکستیں دیں اور خزانے لوٹ لیئے۔ یہاں بہت سے آفریدی قوم کے لوگ اور دیگر افاغنہ جو دعویدار سلطنت بنکر اُٹھے تھے۔ ارسلان خاں مہمند سے آملے اور اُن کی شرکت سے اسکا پولٹیکل بازو قوی ہوگیا۔ پشاور اور خیبر کے بیچ میں ایک نہایت مستحکم و مضبوط قلعہ تھا جو گورنران کابل کا صدر مقام اور مستقر سلطنت تھا۔ تمام مال خزانہ دفتر یہیں رہتا تھا اور بڑے بڑے گورنران افواج بنوبت یہاں آکر قیام پذیر ہوتے تھے ارسلان خاں نے دفعۃً حملہ آور ہوکر اسپر قبضہ کر لیا اور بیشمار نقد و اسباب ہاتھ آیا جو ایک مدت سے جمع ہوتا چلا آتا تھا۔ قلعہ پر پورا قبضہ ہوگیا تو اطراف و جوانب کے لوگ آکر جوق جوق اسکی اطاعت میں آگئے شاہی لشکر اور آمد و رفت کرنے والے مسافروں اور اہل قافلہ کی راہ بند کر دی۔ تجار و امرا لوگ جبتک معقول نذرانہ پیش نہ کرتے اس راہ سے گذر نہ سکتے تھے اسنے اِس قسم کے لوگوں کے لیئے ایک خاص ٹکیس مقرر کر رکھا تھا۔ کہ جب ادا کر دیا جاتا تو ایک آدمی قافلہ کے ہمراہ کر دیا جاتا اور وہ انہیں درخیبر سے عبور کرا دیتا۔ تیمور شاہ کے کان میں جب یہ وحشت انگیز خبر پڑی تو وہ غصہ سے بیتاب ہوگیا اور انتقام کے خوموش شعلے تازہ ہوگئے۔ اسنے بڑے ساز و سامان کے ساتھ ایک جرار و خونخوار لشکر روانہ کیا اور ممالک محروسہ میں فرامین بھیجے کہ ہر موقع سے اسلام کے حوصلہ مند جنگ پر مستعد ہوں۔ اور اس بغاوت کی بھڑکتی ہوئی آگ کو آب شمشیر سے بجھا دیں۔ چونکہ یہ مقام

سخت پرخطر اور نہایت دشوار گزار تھا۔ اور قطع نظر دشوار گزاری کے ایسا اندیشناک کوہستانی تھا جہاں سے فوج کا گزرنا نہایت دشوار اور سخت مشکل تھا۔ اسلئے افواج شاہی اُسے مغلوب نہ کرسکتی تہی۔ چند مرتبے یورش کی اور ایک دفعہ خود تیمور شاہ بڑے زور شور سے چڑھا مگر قلعہ فتح نہوا اس سے تیمور شاہ ہمیشہ مکدر و پریشان رہتا تھا اور اُسے کسی عنوان چین نہ پڑتا تہا۔ آخرکار قاضی فیض اللہ خاں جو سلطنت کا مدار المہام اور وزیر اعظم تہا۔ جب اُسنے دیکھا کہ اب تلوار سے کام نہیں نکلتا تو ایک نئی تدبیر چلا اور باتوں سے تلوار کا کام نکالا یعنے تدابیر صائبہ سے ارسلان خاں مہمند کو رام کر کے اور مواثیق و عہود سے امان جان کا مژدہ دیکر بادشاہ کے حضور میں حاضر کر دیا۔ اور فوراً حراست میں کر کے بادشاہ کو اُسکے قتل کا اشارہ کیا۔ تیمور شاہ نے قدرے تامل کے بعد فرمایا یہ سچ ہے کہ تاوقتیکہ دشمنان دولت اپنے جرائم و بدعنوانیوں کی کافی سزا نہ پائیں اور اُن کی بغاوت کے بہڑکتے ہوئے شعلوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ نہ کر دیا جائے۔ ملک و سلطنت میں امن و امان کا قائم رہنا مشکل اور سخت دشوار ہے مگر کسی شخص کو امان جان کا مژدہ دیکر پہر اُسکے ساتہ غدر و بیوفائی کا برتاؤ کرنا حقیقت میں سلطنت کا اعتبار اوٹہا دینا ہے اور قطع نظر اسکے قانون شریعت کے مخالف بھی ہے۔ لہذا میں ایسی بیرحمی اور بیوفائی کو پسند کر کے اپنا نام غداروں کی فہرست میں شامل کرنا نہیں چاہتا۔ مگر چونکہ قاضی فیض اللہ خاں۔ ارسلان خاں کے قتل کرنے کا بیڑا اُٹھا چکا تہا اسلئے اُسنے بادشاہ کو ورغلا کر اُسکے قتل پر آمادہ کر دیا۔ اور انجام کار طرح طرح کی سیاست و عقوبت سے مارا گیا اسکی لاش کو ہاتھی کے پاؤں میں باندھکر شہر میں پہرایا گیا اور لوگوں کی عبرت کے لئے سر منظر عام پر لٹکایا گیا +

اسی زمانہ میں فتح خاں یوسف زئی نے علم بغاوت اونچا کیا اور بہت سے لوگوں سے سازش کر کے شاہی بندگی و اطاعت سے منحرف ہوگیا۔ یہ شخص ابتدا میں زمیندار اور مظفر آباد کا رئیس تہا اور کشمیر میں نظر وقعت سے دیکھا جاتا تہا بادشاہ کو اسکے باغی ہونے کی خبر پہونچی تو ایک فوجی دستہ مقرر کیا گیا۔ اور فیض طلب خاں محمد زئی نے گرفتار کر کے حضور شاہی میں پیش کیا بادشاہ نے سزائے موت کا حکم دیا۔ اور عین مجمع عام میں اُسے سولی پر چڑھایا گیا +

اگرچہ صوبہ دار سرہند اور اُسکے ہمراہیوں کی بغاوتیں فرو ہوگئیں اور ارسلان خاں مہمند کیفر

اسکی خودسری و بغاوت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ مگر تیمور شاہ اسکی ریاست پر قابض نہو سکا۔ بلکہ اس زمانہ سے لیکر ۱۲۱۳ ہجری تک ارسلان خاں مہمند کا فرزند ظفر خاں منتظم ریاست رہا۔ اور جبتک زندہ رہا تیمور شاہ سے باغی رہا۔ لیکن اسکی خودسری اور بغاوت نے نہ تو سلطنت ہی کو کوئی زخم پہونچایا نہ رعایا ہی کو صدمہ دیا۔ شاہی عمال نے اگرچہ ظفر خاں کی گرفتاری میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نرکھا مگر وہ ایسی نئی نئی تدبیروں اور پرزور چالوں سے ہمیشہ انکو دہوکہ دیتا رہا۔ اور بڑے بڑے مکر و فسوں کی افسون سے بچا رہا۔ اسکی نظروں میں تیمور شاہ کی اس بدعہدی کا سماں ہر وقت بندھا ہوا تھا جو وزیر السلطنت فیض اللہ خاں کی غداری سے اسکے باپ ارسلان خاں مہمند کے باب میں سرزد ہوچکا تھا۔ الغرض جب تیمور شاہ ظفر خاں کو مطیع نہ کر سکا تو اب اسنے اس کا خیال بالکل چھوڑ دیا اور اس وجہ سے ظفر خاں کے اقتدارات دور تک پھیل گئے چنانچہ مظفر آباد سے حسن ابدال تک اسکی حکومت پھیل گئی اور بے دغدغہ حکم احکام جاری ہوسکے +

تیمور شاہ کی وفات

اسوقت ہجرت کی بارہویں صدی کا آغاز تھا۔ اور تیمور شاہ نے سلطنت کے تیئیس مرحلے طے کیے تھے کہ موت کا پیغام آپہونچا۔ تیمور شاہ کا ابتدائی زمانہ زیادہ تر ملکی بغاوتوں اور باہمی خانہ جنگیوں کی نذر ہوگیا۔ مگر جب وہ ملکی جھگڑوں اور باہمی خانہ جنگیوں سے نجات پاکر آرام سے بیٹھا تو عین اسوقت میں جبکہ وہ اپنے حوصلوں کو پوری آزادی دیتا اور وہ کر دکھاتا جو سلطنت افغانیہ کے بانیوں نے کر دکھایا تھا موت کے پیغام نے یہ سنا کر کہ "اب میری حکومت ہے" اسکی تمام آرزوؤں پر پانی پھیر دیا اور نہ صرف اسکی بلکہ اسکے ساتھ وابستگان سلطنت کی تمام تمناؤں کا خون کر دیا۔ تاریخوں کے دیکھنے سے اس امر کو باور کرنا پڑتا ہے کہ تیمور شاہ کا عہد حکومت شروع ہی سے خرخشہ رہا اور ملکی بغاوتوں نے کبھی اسے چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ مگر تو بھی اسکے وسیع حوصلوں نے فتوحات کا دائرہ تنگ ہونے نہیں دیا اور باوجود زمانہ کی کشمکشوں اور طرح طرح کے فسادات کے بھی اپنے اسلاف سے ایک قدم پیچھے نہیں رہا۔ وہ ابھی تک پشاور میں موجود ہے۔ اور شاید اسی خواہش کے

پورا کرنے میں سرگرم ہے کہ باغیوں کی قوت کا بالکل استیصال کرے اور ملک محروسہ میں جسقدر خرخشے پڑے ہوئے ہیں سب سے ملک کو پاک صاف کرے۔ لیکن زمانہ نے کسی سب آرزوئیں پوری ہونے دی ہیں بہت سے پرفخر خیالات اسکے دل میں بھر رہے ہیں اور بہت سی آرزوئیں اسکی دامنگیر ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ پیغام موت نے سب کو مٹادیا اور اتنی فرصت نہ دی کہ وہ اپنی ایک تمنا بھی پوری کر سکتا +

تیمور شاہ شہر پشاور میں رونق افروز تھا اور اکثر شہزادے جو ہنوز صغیر سن تھے اور حد بلوغ کو نہ پہنچے تھے سب اسکے ہمرکاب تھے۔ ہمایوں شاہ جو تیمور شاہ کا سب سے بڑا نامور اور صائب الرائے فرزند اور ولیعہدی کا دعویدار تھا۔ قندھار کے انتظام میں مصروف تھا۔ اور سلطان محمود جو ہمایوں شاہ سے عمر میں چھوٹا اور فضل و کمال کے لحاظ سے بڑے مرتبہ کا شخص تھا ملک خراسان میں موجود تھا۔ اور شاید اس زمانہ میں شہر ہرات پر فوج کشی کرکے وہاں کے نظم و نسق میں مشغول تھا۔ شہزادہ نامدار شاہ زماں جو ولیعہدی کے معزز و ممتاز منصب سے سرفراز ہو چکا تھا کابل میں حکمرانی کر رہا تھا۔ غرض ان تینوں شہزادوں کے علاوہ باقی تمام اہل و عیال شہر پشاور میں تیمور شاہ کے پاس موجود تھے +

ایک دن تیمور شاہ اپنے چند امرا کے ساتھ شکارگاہ میں تھا وہاں سے واپس آیا تو حرارت محسوس ہوئی اور محل میں پہونچکر سخت بخار چڑھا دو تین روز کے بعد مزاج حد اعتدال سے منحرف ہو گیا۔ اور عام طور پر سخت پریشانی پھیل گئی اطبائے حاذق ہر چند تدابیر میں سرگرم اور معالجہ میں انتہا سے زیادہ کوشش کرتے تھے مگر کوئی تدبیر مفید نہ پڑتی تھی۔ آخرکار سب کے مشورہ سے یہ امر طے پایا کہ پشاور کی آب و ہوا مزاج ہمایوں کے ناموافق ہے بہتر ہوگا کہ تبدیل آب و ہوا کی غرض سے بادشاہ کو کابل جانے کا مشورہ دیا جائے چنانچہ سب نے حاضر ہوکر متفق اللفظ ہوکر عرض کیا کہ یہاں کی آب و ہوا حضور کے مزاج کے مخالف ہے اگر کابل میں چند روز کے لئے تشریف لے چلئے تو وہاں کی آب و ہوا مزاج کے ضرور موافق پڑے گی

تیمور شاہ نے اطبا کی تجویز سے کابل کا قصد کیا اور حکم دیا کہ فوراً سامان سفر مہیا کیا جائے چنانچہ اسی روز خاندان شاہی کے تمام لوگ روانۂ کابل ہو گئے +

جب شاہی جھنڈے نواح چارباغ میں پہونچے جو کابل سے تقریباً چالیس میل ورے ہے تو شہزادہ زماں شاہ
والد بزرگوار کی علالت اور کابل میں تشریف آوری کی خبر سنکر مضطربانہ شہر سے نکلا اور یلغار کرتا ہوا
بہت جلد چارباغ میں آپہونچا والد بزرگوار کی شرف ملازمت سے مشرف ہوا اور قوانین آداب بجا لاکر مزاج
ہمایوں سے استفسار کیا۔ تیمور شاہ نے اپنے نامور فرزند کو بمحبت تمام سینہ سے لگایا اور انتہا درجہ کی
شفقت و مہربانی کی۔ اپنے سواری کے دو گھوڑے جو طلائی ساز و یراق سے آراستہ تھے۔ اُن
دو گھوڑوں کے معاوضہ میں مرحمت فرمائے جو شہزادے کے کابل سے آتے وقت شتاب روی اور
جلو ریزی میں تلف ہوگئے تھے۔ دوسرے دن شہزادہ زماں شاہ والد بزرگوار کو ہمراہ لیکر متوجہ کابل ہوا۔
ایک دن کا واقعہ ہے کہ اثناء راہ میں شہزادہ زماں شاہ اور قاضی فیض اللہ بادشاہ کے سرہانے کھڑے
ہوئے تھے کہ زبان مبارک سے ارشاد ہوا میں نے اس سے تین چار روز پیشتر عالم رویا میں ایک عجیب و غریب
واقعہ دیکھا ہے جسکا اظہار اسوقت مناسب سمجھتا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ چند آدمیوں نے تاج شاہی
میرے سر سے اُتار کر زماں شاہ کے سر پر رکھا اور حکومت کی باگ اُسکے ہاتھ میں دی اس سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ میری عمر کا زمانہ آخر ہوگیا ہے اور زندگی کا پیمانہ لبریز ہوکر کوئی دم میں چھلکا ہی چاہتا ہے
یہ سنکر شہزادہ زماں شاہ اور قاضی فیض اللہ اور دوسرے ممتاز ملازم رونے لگے۔ اور بادشاہ کی آنکھوں میں
بھی آنسو ڈبڈبا آئے۔ اسیوقت بادشاہ نے تمام افسران فوج اور خاندان شاہی اور علما قضاۃ کو جمع
کیا اور نہایت مؤثر لفظوں میں وصیت کی۔ بالخصوص شاہ زماں کو اپنے پاس بلایا اور سینے سے
لگا کر چند نصیحتیں کیں لیکن علانیہ طور پر اس امر کا اظہار نہیں کیا کہ اُسکے بعد کون سا شہزادہ
سریر آرائے سلطنت ہوگا بہر کیف جب بادشاہ داخل کابل ہوا تو اُس کا مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ اور
اشتداد و سختی میں ترقی کرتا گیا یہانتک کہ سنہ ۱۲۰۷ ہجری ساتویں شوال کو انتقال کر گیا +

تیمور شاہ کثیر الاولاد تھا لیکن جن کے نام مشہور ہیں وہ اسجگہ نقل کئے جاتے ہیں۔ ہمایوں شاہ
جو اکبر الاولاد تھا اور سب بھائی بہنوں میں بلحاظ عمر بڑا تھا نہایت بدمزاج اور عیش پسند تھا۔
آخر میں شاہ زماں کے حکم سے اندھا کر دیا گیا اور سنہ ۱۲۳۴ ہجری تک زندہ رہا۔ محمود شاہ۔ یہ شہزادہ
ہمایوں شاہ سے چھوٹا اور شاہ زماں سے بڑا تھا۔ خاقان گیتی ستان شاہ زماں شاہ شہزادہ عباس

شجاع الملک۔ شاہ پور۔ فیروز الدین۔ جو حج کرنے کے بعد حاجی فیروز الدین کے نام سے مشہور ہوا۔

شہزادہ شاہ زماں کی تخت نشینی

تیمور شاہ کا انتقال ہوا تو امرائے سلطنت اور ارکین دربار جیسے مثلاً قاضی فیض اللہ خاں مدار المہام سلطنت نے جو مزاجدان تیمور شاہ اور نہ صرف محفل شاہی کا جلیس و انیس بلکہ اسکا نفس ناطقہ تہا اور امین الملک نور محمد خاں جو مالی و ملکی امور کا منتظم تہا اور ملا عبد الغفار افسر خزانہ اور پایندہ خاں بارک زئی المخاطب بہ سرفراز خاں وغیرہ نے مصلحت وقت کیوجہ سے پادشاہ کے انتقال کی خبر مخفی رکھی اور متفق ہو کر باہمی مشورے سے تمام خاندان شاہی اور درباریوں میں فرامین جاری کئے جنکا عنوان یہ تہا۔ "بادشاہ بنفس نفیس دیوانخانہ میں رونق افزا ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ بارپاباں حضور اقدس حاضر ہو کر اپنے اپنے مراتب و قرائن کے ساتہ کورنش و آداب بجا لائیں اور حضور کے جمال مبارک کے ملاحظہ سے سعادت اندوز ہوں"۔ فرامین کے پہنچتے ہی تمام امرائے عظام دار السلطنت کابل میں حاضر ہوئے اور شاہی خاندان کے سب چہوٹے بڑے ایک علیحدہ مکان میں جمع ہوگئے جب یہ سب لوگ جمع ہوگئے تو جانبازان سلطنت اور خیر خواہان حکومت نے قلعہ کا دروازہ بند کرادیا۔ اور بادشاہ کے واقعہ پر ملال کا نہایت مؤثر اور عبرت خیز الفاظ میں ذکر کیا اور ساتہ ہی استحکام سلطنت کی تدابیر کا مسئلہ چہیڑ دیا۔ امرائے دربار اور ارکین دولت نے باہم عہد و میثاق کیا کہ جہاں تک بن پڑے گا ہم استحکام سلطنت میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹہا نرکہیں گے اور کسی امر میں ذرا اختلاف نکرینگے اسکے بعد تمام شہزادے دیوان خاص میں جمع ہوئے اور فاتحہ خیر کے بعد متفق اللفظ ہو کر بیان کیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو بادشاہ قرار دیا جائے۔ اور جو شخص اس کام کا مستحق سمجہا جائے باقی شہزادے بطوع و رغبت اسکے حکم واطاعت پر سر تسلیم خم کر دیں اور اسکی فرامین واہی سے سر مو انحراف نہ کریں وزیر العدل قاضی فیض اللہ نے کہڑے ہو کر کہا کہ یہ آپ کو معلوم ہے کہ شہزادہ زماں شاہ اپنے والد بزرگوار کے زمانہ زندگی ہی میں کابل کی صوبداری اور ولیعہدی کے ساتہ سرفراز ہو چکا ہے اور جب بادشاہ کسی مہم کے سر کرنے۔ یا سیر و شکار میں تشریف لیجاتے تو تمام ارکین دولت اور امرائے دربار اسی شہزادے کی کورنش کیلئے

حاضر ہوتے تھے۔ اس بنا پر میں خود سے تحریک کرتا ہوں کہ شہزادہ زماں شاہ ہی تخت وتاج کا وارث قرار دیا جائے
چونکہ تمام فوجی افسر اور ندمائے دربار شہزادہ زماں شاہ کے حسن اخلاق اور شمائل کریمانہ سے واقف تھے
لہذا سب کی رائے اسپر قرار پائی کہ شہزادہ زماں شاہ کو سریر سلطنت پر جلوہ آرا کیا جائے۔ لیکن
دوسرے شہزادے اسپر راضی نہیں ہوئے اور اجماع کے خلاف ہر ایک سلطنت کا خواستگار ہوا خصوصاً
شہزادہ عباس نے جو تیمور شاہ کے اخیر زمانہ میں پشاور کا صوبہ مقرر ہوکر مدعی سلطنت تھا بڑے زور سے
اس اجماع کی مخالفت کی اُسنے ایام صوبداری میں چالیس مطلا ستونوں کا ایک وسیع اور عالیشان
کمرہ بنایا تھا۔ اور عام درباریوں کو حکم تھا کہ روزمرہ صبح وشام وہاں حاضر ہوکر کورنش وآداب بجالایا
کریں اسکے دماغ میں ابتدا ہی سے سلطنت کی ہوا بھری ہوئی تھی۔ اور چاہتا تھا کہ والد بزرگوار کی
زندگی ہی میں تخت نشین ہوجائے اسموقع پر اُسنے صاف طور سے کہدیا کہ اگر میرے سوا کسی دوسرے
شہزادہ کو تخت نشین کیا جائے گا تو یاد رہے کہ ہزاروں نعشیں۔ اسی مجمع میں خون میں تڑپتی
نظر آئینگی ہر چند کہ امرا نے شہزادہ عباس کو طرح طرح کی نوازشوں اور عنایتوں کا متوقع وامیدوار
کیا مگر وہ کسیطرح راضی نہیں ہوا۔ آخر کار جب امرا نے دیکھا کہ شہزادے امر سلطنت میں باہم نزاع رکھتے
ہیں تو وہ وہاں سے اُٹھ کر باہر چلے گئے اور ساتھ ہی شہزادہ زماں شاہ بھی اپنے کمرہ میں چلا
آیا ان لوگوں کے اُٹھ جانے کے بعد امرا میں سخت رد وقدح کے بعد یہ امر طے ہوگیا کہ شہزادہ
عباس کو وارث تخت وتاج قرار دیا جائے تمام شہزادوں کے اتفاق رائے سے امرا وارکین
شہزادۂ عباس کے دیوان خانہ میں تخت نشینی کی خوشخبری سُنانے کی غرض سے دوڑے گئے
قاضی فیض اللہ اور امین الملک وغیرہ معتمد سرداروں نے اس موقع کو بہت ہی غنیمت جانا
اور نہایت عجلت کے ساتھ فوجی بہادروں کا ایک خونخوار اور سفاک دستہ شہزادہ عباس کے
مکان پر متعین کردیا۔ جنہوں نے فوراً مکان کا محاصرہ کرلیا اور بڑی استحکام اور مضبوطی
کے ساتھ قلعہ کے دروازہ کو بند کردیا ادہر تو یہ کارروائی ہوئی اودہر تمام معزز وممتاز سردار
زماں شاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اور سب نے ملکر آٹھویں شوال المکرم سنہ ۱۲۰۷ ہجری یوم دوشنبہ کو
شہزادہ نے تخت درانیہ کو زینت دی تمام لوگوں نے اپنی ہمت اور مرتبہ کے لائق نذرانے پیش کئے

اور خلعت فاخرہ اور مناصب معزز زانہ سے سرافراز ہوئے تخت نشینی کی رسم سے فراغت ہونے کے بعد حکم ہوا کہ روپیہ اشرفی پر سکہ ضرب کیا جائے۔ بیت۔ طراز یافت بحکم خدائے ہر دو جہاں رواج سکہ دولت بنام شاہ زماں + اور نگینۂ مہر پر ذیل کی عبارت کندہ کرائی جائے۔ بیت قرار داد ز الطاف خویشتن یزداں + نگین حکم جہاں را بنام شاہ زماں +

ارکین دولت کو جب امر سلطنت کیطرف سے پورا اطمینان ہو گیا جو تمام امور کی بہ نسبت مقدم اور اہم۔ اور عظیم الشان تھا تو اب تیمور شاہ کے جنازہ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے اور نہایت اہتمام و توقیر کے ساتھ شہر کابل کے قریب ایک عمدہ زمین میں دفن کیا چند روز کے بعد شہزادہ زماں شاہ کے حکم سے وہاں ایک بڑا عالیشان مقبرہ تعمیر کیا گیا چنانچہ وہ مقبرہ ابتک موجود ہے اور تیمور شاہ کی یادگار رہا ہے شاہی خاندان کے جو لوگ شہزادہ زماں شاہ کی تخت نشینی کو تسلیم نکرکے بر سر پرخاش تھے اور شہزادہ عباس کے مکان میں تین روز سے محصور تھے آخر کار کھانے پانی کی طرف سے تنگ ہوئے اور عاجز آکر شاہ زماں کی اطاعت پر سر تسلیم خم کردیا اور وزیر السلطنۃ کے توسل سے ملازمت شاہی میں حاضر ہو کر اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ حکم ہوا کہ تمام شہزادوں کو کابل کے اوس قلعہ میں نہایت حفاظت و نگرانی سے رکھا جائے جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے اور شہزادہ شجاع الملک جو ہنوز نابالغ اور بادولت کا برادر حقیقی ہے ہمرکاب رہے چنانچہ اس حکم کی بڑی سرگرمی سے تعمیل ہوئی اور شہزادہ شجاع الملک کا خیمہ سراپردۂ خاقانی کے خیمہ کے قریب نصب کیا گیا +

المختصر جب شاہ زماں نے مالی و ملکی امور کے نظم و نسق سے فی الجملہ فراغت حاصل کی تو اس سنے ایک عالیشان جشن کے مرتب ہونیکا حکم دیا۔ اسوقت زماں شاہ نے عمر کے بائیس مرحلے طے کرکے تئیسویں میں قدم رکھا تھا سامان جشن مہیا ہونے کے بعد بادشاہ رونق افروز مجلس ہوا اور اپنے امرائے معتمد میں سے ہر ایک شخص کو معزز خطاب اور عالی خدمات و مناصب سے ممتاز و سرافراز کیا۔ رحمت اللہ خاں صدوزئی کامران خیل کو جو نہایت ہوشمند اور صاحب تدبیر شخص تھا معتمد الدولہ اور وفادار خاں بہادر کے خطاب سے سربلندی و عزت بخشی اور مدار المہام سلطنت اور مشیر تدبیر مملکت کی خدمت نامزد کی یہ شخص عہد تیمور شاہ میں بڑے اقتدار کا آدمی تھا۔ اور امرائے دربار میں ایک طرح کی خصوصیت خاص

رکھتا تھا۔ لیکن قاضی فیض اللہ خاں کی ناموافقت کیوجہ سے اپنے منصب عالیہ سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ شاہ ولیخاں وزیر سابق کا فرزند حافظ شیر محمد خاں بامی زئی جو اپنے باپ کے مارے جانے کے بعد گوشہ نشین ہو کر غربا کی وضع میں زندگی بسر کرتا تھا اشرف الوزرا اور مختار الدولہ کے خطاب سے مشرف ہو کر وزارت کے اعلے درجہ پر پہونچ گیا۔ امین الملک بدستور قدیم دیوان اعلیٰ کے عہدہ پر قایم رہا اور چند روز کے بعد شہزادہ زماں شاہ نے اسکی پیاری اور ہر دلعزیز دختر کو پردہ نشینان حرم کی سلک میں داخل کر کے رشتہ خسری سے ممتاز فرمایا۔ قاضی فیض اللہ خاں کیطرف سے نعلوم شہزادہ زماں شاہ کے دلمیں کیا کدورت بیٹھ گئی تھی کہ اسپر نظر عنایت اٹھا کر قید کر دیا اور تمام مال و اسباب ضبط کر لیا چنانچہ ۱۲۱۱ھ ہجری تک باحال تباہ قلعہ کابل میں مقید رہا +

شہزادہ زماں شاہ جب ان تمام باتوں سے فارغ ہو گیا تو اب اوسنے شہزادہ ہمایوں کیطرف توجہ کی اور ایک فرمان بایںمضمون روانہ کیا "خدا کے فضل و کرم اور اسکی فرید مہربانی سے تخت سلطنت اور تاج شاہی نے ہمارے بدولت کے وجود مبارک سے رونق پائی اور سب بہائیوں اور ارکین دولت اور فوجی افسروں نے ہمارے آگے سر تسلیم خم کر کے بندگی و اطاعت قبول کی ہے تم کو بھی لازم ہے کہ مرضی الہی سے راضی اور خوشدل ہو کر طوع و رغبت کے ساتہ اطاعت قبول کرو اور قندھار کے نظم و نسق میں بدستور مشغول رہو" شہزادہ ہمایوں کے پاس یہ فرمان پہونچا تو وہ غصہ سے بیتاب ہو گیا اور انتہائے غیظ میں قلم برداشتہ جواب لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ "والد بزرگوار نے قندھار کی صوبداری اور ولیعہدی جو آغاز جلوس سلطنت سے ہماری عالی شان خاندان کا ملک موروثی ہے ہمیں عنایت فرمائی ہے جسمیں کسیکا کوئی حق نہیں علاوہ ازیں سن و سال میں تمام بہائیوں سے میں امتیاز رکھتا ہوں اور فضل و کمال میں سب سے بہتر ہوں تو اس صورت میں ضرور ہے کہ سریر سلطنت میری ذات خاص سے رونق قبول کرے" شاہ زماں کو جب معلوم ہوا کہ برادر کلاں نافرمانی و مخالفت پر آمادہ ہے تو اسنے فوراً قندھار کا عزم مصمم کر دیا۔ اور ایک بڑا جرار و خونخوار لشکر لیکر قندھار پر چڑھا +

ہمایوں شاہ نے جب سنا کہ شاہ زماں لشکر عظیم لیکے چڑھا آرہا ہے تو اوسنے بھی بڑی تیزی کے ساتہ قندھار

حرکت کی اور فوج کثیر کے ساتھ آگے بڑھاتے کہ منزل باغ میں جو قندھار سے تین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے دونوں لشکروں میں مٹھ بھیڑ ہوئی۔ ہمایوں کی طرف سے مہر علیخاں میر آخور۔ سردار مدد خاں اسحاق زئی کا بھتیجا جو خراسان و ترکستان کے بڑے بڑے معرکوں میں فتوحات کا فخر حاصل کر چکا تھا۔ اور شجاعت و بہادری میں بے نظیر تسلیم کیا جاتا فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اور شاہ زماں کی جانب سے سردار پاینده خاں جو جنرل افواج مقرر ہو کر میدان جنگ میں آیا۔ پاینده خاں بڑا جانباز اور بہادر افسر تھا اور لڑائیوں میں ہمیشہ تنہا حملہ آور ہو کر داد شجاعت دیا کرتا تھا اس معرکہ میں حریف کی فوج گو بیس ہزار سے کم نہ تھی مگر تو بھی اسنے اپنا فطری طریقہ چھوڑنا پسند نہیں کیا اور تنہا اتنے بڑے لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ ہمایوں کی فوج سے مہر علیخاں نکلا جسنے پاینده خاں کے قتل کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ اور قسم کھائی تھی کہ جب اسے دیکھہ پائیگا تنہا اسکے قتل کی عزت حاصل کرے گا غرضکہ ہر ایک نے جان توڑ کر شجاعت کے جوہر دکھائے اور دونوں کے ایک ساتھ قتل ہونے نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ دونوں برابر کے حریف تھے +

یہ دیکھکر ہمایوں نے فوج کو حکم دیا کہ سب ملکر یکبارگی حملہ کریں اور لشکر حریف پر دفعتہً پل پڑیں۔ قندھاری فوج کے ابھی قدم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ کابلی لشکر اُن کے سر پر موجود تھا دونوں فوجوں میں سخت معرکہ ہوا اور ایک خونخوار جنگ کے بعد ہمایوں کے اکثر سرداروں نے حریف کے افسروں سے سازش کر لی اور شاہ زماں کی اطاعت پر سر تسلیم خم کر کے اسکے لشکر میں جا داخل ہوئے۔ ہمایوں نے یہ سنا تو خوف زدہ ہو کر راہ فرار اختیار کی۔ اور بقیۃ السیف لشکر کو ساتھ لیکر کوہستان کی طرف بڑھا اسکے بہت سے سردار اس خوف سے کہ اب جان کی سلامتی مشکل ہے۔ ہمایوں کی رفاقت سے کنارہ کش ہو کر اُردوئے شاہی میں شامل ہو گئے اور ہر ایک شخص ملازمت پادشاہ سے مشرف ہو کر اپنے حوصلے کے لائق منصب عالے پر پہونچا۔

اس فتح نمایاں کے بعد ہمایوں کا تمام مال و اسباب جو فوج کی غارتگری میں آیا تھا بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا حوصلہ مند پادشاہ نے وہ تمام ساز و سامان ہمایوں کے سرداروں کو عنایت کیا اور کہا کہ یہ میں اپنی طرف سے تم کو دیتا ہوں +

جب تمام لشکر ہمایوں سے ٹوٹ کر شاہ زماں کی اطاعت میں آگیا اور بجز اُسکے خسر ولدار خاں کے
کوئی متنفس اسکے ساتھ نرہا۔ تو مجبور ہوکر بلوچستان کیطرف نکل گیا اور نصیر خاں کی عملداری میں
جا پہونچا جو ایک نامی گرامی سردار اور خاندان شاہان درانیہ کا باج گزار تھا اُسنے شاہان درانیہ
کے حقوق یاد کرکے ہمایوں کو اپنی پناہ میں لیلیا اور انتہا سے زیادہ عظمت و توقیر کی۔
اور جب شاہ زماں نے میدان صاف پایا تو وہ نصرت و فتح کے شادیانے بجاتا ہوا۔ شہر قندھار
میں داخل ہوا۔ اور چند روز تک شاہانہ جلسے ہوا کئے بعد کو باغیوں اور سرکشوں کی
جستجو کیگئی اور جنپر بغاوت کا الزام لگایا گیا انہیں بقدر جرائم سیاست و تادیب کیگئی جب
ملک میں سب طرف امن و امان پھیل گیا اور بغاوت و سرکشی کے تمام خرخشے مٹگئے۔ تو شاہ زماں
نے اپنے نامور فرزند قیصر کو جو ہنوز صغیر سن تھا اپنی نیابت و ولیعہدی سے ممتاز کرکے
قندھار میں چھوڑا اور عبداللہ خاں نور زئی کو شہزادہ کا مختار اور تمام ملکی و مالی امور کا نائب
و مدار المہام مقرر کیا۔ چند جلیل القدر سردار اور مدبران سلطنت شہزادہ کی خدمت میں متعین
کیئے اور خود کابل کی طرف مراجعت کی۔

اشرف الوزرا شیر محمد خاں کا ہمایوں کے تعاقب میں روانہ ہونا۔

شاہ زماں کو جب یہ خبر پہونچی کہ ہمایوں شاہ بلوچستان میں نصیر خاں بلوچ کی پناہ میں موجود
ہے تو اسکا عزم تھا کہ خود بلوچستان کیطرف فوج کشی کرے اتنے میں نصیر خاں کی ایک
عرضداشت جو عجز و انکسار سے بھری ہوئی تھی پہونچی۔ اسکا مضمون یہ تھا خانہ زاد فرمان
حضور سے باہر نہیں ہے اور نہ کبھی شاہی اطاعت کے دائرہ سے قدم باہر رکھ سکتا ہے ان
دنوں میں شہزادہ ہمایوں بدکردار مصاحبوں اور اوباش ندیموں کے اغوا کی وجہ سے
بندگان عالی کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ موڑ کر اس ملک میں وارد ہوا۔ اور خانہ
غریب خانہ پر قیام پذیر ہوا۔ اگرچہ مجرم کو پناہ دینے والا خود مجرم ہوسکتا ہے مگر چونکہ وہ بادشاہ
مغفور درانی فرزند اور حضور کا برادر ہے اسلئے اُسکو گرفتار کرکے حضور کی خدمت میں روانہ کرنا

ریاست کے ننگ ناموس سے بہت بعید ہے۔ جناب والا! میں حضور کو یقین دلاتا ہوں کہ آپکے بعد ہمایوں شاہ سے کبھی روگردانی اور بغاوت ظہور میں نہ آئے گی۔ اور تادم زندگی کسیطرح کا فتنہ و فساد اسکی طرف سے اشاعت نہیں پائے گا۔ جب تک میں زندہ ہوں خود اس بات کا ذمہ لیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ اپنے وعدہ میں راستباز ثابت ہونگا۔ میں نے ہمایوں شاہ سے بھی ان باتوں کا مضبوط و مستحکم وعدہ لیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا ہے کہ آپ میری زندگی میں بلوچستان سے باہر تشریف نہ لیجائیں اور کھانے پہننے کے متعلق جسقدر ساز و سامان کی ضرورت ہو سب آپکے اقبال و دولت سے غریب خانہ میں موجود ہے۔ میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ ممکن ہوا تو شہزادہ ہمایوں کو راہ راست پر لا کر حضور کی خدمت میں روانہ کرونگا اور جہانتک بن پڑے گا اُن کی اصلاح حال میں دریغ نہ کرونگا۔ غرضکہ حضور شاہانہ عنایت فرما کر شہزادہ ہمایوں کو امان جان کا مژدہ دیں کیونکہ یہ غلام کی سرفرازی و فخر کا موجب ہے"۔

شہزادہ زماں شاہ نے نصیر خاں کی خدمت و قدامت پر نظر کر کے اس مہم سے دست برداری کی اور ایک عرصہ کے بعد جب سلطان محمود کے حالات دریافت کرنے کے لئے جو شہزادہ زماں شاہ کا بڑا بھائی تھا اور خراسان کی حکومت پر متمکن تھا شاہی جھنڈے قندھار سے لشکر خراسان پر سایہ گستر ہوئے تو ہنوز لشکر ہمایوں خراسان کی حدود میں نہ پہونچا تھا کہ سلطان محمود کی عرضداشت بایں مضمون خدمت شاہی میں موصول ہوئی "میں حضرت بادشاہ کا مطیع و فرمانبردار ہوں اور حضور کو بجائے والد مغفور کے سمجھتا ہوں مجھے آپکے فرمانبری سے سرمو انحراف نہیں ہے اور نہ آپکی حکومت و سلطنت سے کسیطرح کی نزاع کا خیال ہے۔ خراسان و شہر ہرات۔ جو والد مرحوم کے وقت سے میری زیر حکومت ہیں وہ اور نیز میں خود بھی آپکے مملوک ہیں۔ میں بڑی خوشی سے انہیں خدام والا کے سپرد کرنے پر آمادہ ہوں لیکن عاجزانہ اور امیدوارانہ التجا کرتا ہوں کہ اگر بادشاہ اِن دونوں کو بدستور مجھے تفویض کریں تو عنایت مربیانہ سے خالی نہیں میں کبھی احکام شاہی سے سرمو تجاوز نہ کرونگا۔ اور دم واپسین تک اطاعت و فرمانبری سے قدم باہر نہ رکھونگا"۔

ہمایوں شاہ کا قندھار پر حملہ شہزادہ قیصر کا مقابلہ اور گرفتاری

مختار الدولہ حافظ شیر محمد خاں جب سید خداداد خاں سے علیحدگی کر کے شاہ زماں کے حضور میں پہونچ گیا تو بیوفا اور غدار سید نے اس فرصت کو بہت ہی مغتنم جان کر شہزادہ ہمایوں کو فوراً تخت نشین کر دیا اور گرد و پیش سے افواج عظیم فراہم کر کے قندھار کیطرف بڑھا اُس کا ارادہ تہا کہ اول شہر قندھار کو فتح کر کے اپنے تحت و تصرف میں لانے پہر دوسرے شہروں کی طرف رخ کرے ہمایوں شاہ فوجی تزک و احتشام کے ساتھ قندھار کیطرف بڑھا تو شہزادہ قیصر کے ہمراہی سردار جو ملک کی نگرانی و حفاظت پر مامور تھے سب طرف سے سمٹ سمٹا کر ایک جگہ جمع ہوئے اور باہمی مشوری اور بحث و گفتگو کے بعد اس امر پر قطعی فیصلہ ہو گیا کہ ہمایوں شاہ سے مقابلہ کرنا چاہیئے اور بڑی سختی اور بیباکی کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے ۔ چنانچہ فوراً فوج کے مسلح ہونیکا حکم دیا گیا اور بڑی تیزی اور عجلت کے ساتھ شہر قندھار سے نکلکر ایک مسطح اور کہلے میدان میں پڑاؤ ڈالدیا ۔ شہزادہ قیصر جو اسوقت صرف سات سال کی عمر رکھتا تہا گھوڑے پر سوار ہوا اور فوج کو ہمراہ لیکر آگے بڑھا ۔ جب دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں تو شہزادہ قیصر کے سرداروں نے اپنی فوج کے برابر کے تین حصے کئے ایک حصہ شہر کی حفاظت و نگرانی پر تعینات ہوا اور پانسو جرار و خونخوار سوار یار محمد خاں صدوزئی کی ماتحتی میں دیگر شہزادہ بلند اقبال کی احتیاط و محافظت میں مقرر کیا شہزادہ ایک بلند سطح پر کہڑا تہا اور یہ پانسو سوار اسکے گردا گرد نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے مسلح موجود تھے ۔ طرفین سے نائرہ قتال نے اشتعال پایا تو شاہی فوج نے بڑی جرأت و دلیری سے مقابلہ کیا اور شجاعت و جانبازی کے جوہر دکہاتی ہوئی فوج ہمایوں میں دلیرانہ گہس گئی تہوڑی دیر تک تو فوج ہمایوں انکے حملوں کو روکتی رہی مگر آخر کار اسکے قدم میدانِ جنگ سے اُٹھ گئے اور لشکر میں راہ فرار کہل گئی ہرچند کہ ہمایوں نے انکے سنبہالنے میں بہت کوشش کی اور تسلی اور دلجوئی کا کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکہا مگر میدان جنگ سے قدم اُٹہنے کے بعد پہر فوج کا جا رہنا بہت مشکل تھا ۔ چنانچہ ہمایوں کی تمام کوشش ضائع ہوئی اور تمام فوج میں ابتری اور بے ترتیبی پہیل گئی دلاورانِ شاہی نے فوج غنیم کو بہاگتے ہوئے دیکہا تو بڑے زور شور سے تعاقب کیا اور قتل و غارت کے ہاتہ کہولدئے اس وقت ہمایوں شاہ چند جانباز سواروں کو ساتھ لیئے ہوئے شہزادہ قیصر کے مقابلہ میں کہڑا ہوا تہا ۔

اپنے لشکر کی بے سروسامانی اور ہزیمت دیکھکر سخت طیش میں آیا اور غصہ سے بیتاب ہوکر بڑی برہمی اور
غضبناکی کے ساتھ بجلی کی طرح چمکتا اور بادل کی طرح گرجتا ہوا شہزادۂ قیصر کے قریب جا پہنچا درانیوں کی جماعت
جو شہزادۂ قیصر کی محافظت پر مامور تھی مقابلہ کے لئے تیار ہوئی مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ شہزادہ ہمایوں ہے
تو اُس سے جنگ کرنا اور اسپر تلوار و نیزے کا ہاتھ چھوڑنا آداب و آئین کے خلاف جانا اور بالمقابل جنگ
کرنے پر فرار ہی ہونے کو ترجیح دی چنانچہ سب لوگ یہ منصوبہ گانٹھکر فرار ہوگئے اور شہزادۂ قیصر تنہا
کھڑا رہا۔ اس دار وگیر میں ہمایوں کے ہاتھ سے شہزادہ کے کلہ پر زخم شمشیر پہونچا اور ہاتھ کی اُنگلیاں بھی
مجروح ہوئیں کم سن اور خوردسال شہزادہ اسپر بھی گھوڑے پر سوار رہا اور اگرچہ سر سے پاؤں تک خون میں
غرق تھا اور کرب و بیچینی سے نڈھال ہوگیا تھا لیکن تو بھی جگہ سے ایک قدم پیچھے ہٹنا اپنی شان کے
خلاف سمجھتا تھا اسی اثنا میں ہمایوں شاہ کے فرزند رشید شہزادہ احمد کی نظر قیصر پر پڑی جونہی
اُسنے شہزادۂ قیصر کو خون میں نہایا ہوا دیکھا بیتاب ہوکر باپ کے پاس دوڑا آیا اور چشم پرنم سے آنسوؤں کی
ندیاں بہا کر کہا کہ حضور یہ زخمی بچہ آپکا بھتیجا اور میرا بھائی ہے اور بھتیجا فرزند کی جگہ ہوتا ہے اسے زخمی
کرنا حضور کو کسیطرح مناسب نہ تھا ہمایوں نے بیٹے کی یہ تقریر سنکر ایک نہایت ٹھنڈا سانس لیا اور
غمناک لہجہ میں بولا فرزند من! یہ نالائق حرکت دانستہ اور عمداً مجھسے ظہور میں نہیں آئی۔ بلکہ شاید
حالتِ غضب میں سہواً میری شمشیر اس تک پہونچ گئی اور اُسے زخمی کردیا جس کا مجھے اسوقت
افسوس ہے اور افسوس کے ساتھ انتہا درجہ کی ندامت ہے یہ کہکر ہمایوں شاہ شہزادۂ قیصر کی طرف
بڑھا اور اظہارِ ہمدردی و شفقت کے بعد گھوڑے سے اُتار کر آغوشِ شفقت میں لیلیا۔ اول جوشِ
محبت سے پیشانی کو بوسہ دیا اور پھر نہایت نرمی کے ساتھ تسلی و دلدہی میں مصروف ہوا۔ چونکہ شہزادہ
والاجاہ کے چہرہ پر زخم کاری لگا تھا اسلئے وہ تکلیف سے بیتاب تھا اور ہمایوں شاہ کی کسی بات کا جواب
نہیں دے سکتا تھا۔ ہمایوں شاہ نے ایک نہایت چابکدست ہوشیار جراح طلب کیا اور اپنے
سامنے بڑی احتیاط کے ساتھ زخموں کو دھو دُھلا کر صاف کرایا اور مرہم لگا کر پٹی باندہ دی
اس سے شہزادے کو فی الجملہ تسکین ہوئی اور اب اُسنے معلوم کیا کہ میں اپنے چچا کے ہاتھ میں گرفتار ہوں تھوڑی
دیر کے بعد کھانے کا وقت ہوا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے ہمایوں شاہ نے شہزادہ کے ساتھ کھانا تناول کیا +

شاہی فوج جو ہتیوں کے تعاقب میں مصروف تھی یہ خبر سنکر کہ شہزادہ قیصر ہمایوں شاہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوگیا حیران و سراسیمہ ہوکر ایک دوسرے کے چہرے کو تکنے اور باہم کہنے لگے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ ہم نے ہمایوں کی کل فوج کو شکست دیکر دشمنوں کو بھگا دیا اور میدان جنگ میں ہماری فتح کا جھنڈا اڑ چکا تھا پھر شہزادہ دشمن کے ہاتھ میں کسطرح گرفتار ہوگیا۔ یہ کہکر تمام فوجی افسروں نے دشمنوں کے قتل و غارت کا خیال چھوڑ دیا اور تعاقب سے دست بردار ہوکر انتقام کے جوش سے لبریز ہوکر بڑی تیزی اور بیتابی کے ساتھ اُلٹے پھرے۔ مگر اتنی دیر میں یہاں سلطنت کا سارا بساط بدل گیا تھا جو فوج شہر قندھار کی حفاظت و نگرانی پر تعینات تھی اُسنے ہمایوں شاہ سے سازباز کرکے شہر کے دروازے کھولدیئے اور سرداروں نے ہمایوں کی اطاعت پر سر تسلیم خم کردیئے قندھار والے یہ دیکھکر کہ خود انکے بڑے بڑے نامور اور مشہور افسر غنیم کی تلواروں کے سامنے نہ ٹھہر سکے ہمت ہار گئے۔ ہمایوں شاہ بڑے کروفر سے شہر قندھار میں داخل ہوا۔ اور قلعہ کی چوٹیوں پر فتح کے پھریرے اُڑنے لگے۔ شہر کے نظم و نسق سے فراغت پانے کے بعد فتح کی یادگاری میں ایک عظیم الشان جشن مرتب ہوا اور ہمایوں شاہ نے اپنے نام سکہ خطبہ کا رواج دیا شاہی افسروں نے جب یہ صورت دیکھی تو اُن کی ہمت ٹوٹ گئی اور عبداللہ خاں نورزئی۔ یحییٰ خاں نقشچی باشی۔ لدو خاں بارک زئی۔ پائندہ خاں کا فرزند فتح خاں بارک زئی جو شاہ زماں کے جانثار اور باوفا سردار تھے یہ سب بالا بالا روانۂ پشاور ہوئے۔ اور زماں شاہ کے حضور میں پہونچکر تمام واقعہ بیان کیا۔ اسی زمانہ میں احمد خاں نورزئی جو اپنی جاگیر سے کچھ خزانہ اور فوج لیکر پشاور جارہا تھا قندھار و ہرات کے درمیان خبر لگی کہ شہزادہ قیصر ہمایوں شاہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوگیا ہے۔ عبداللہ خاں (جو احمد خاں کا حقیقی بھائی ہے) شکست پاکر پشاور پہونچ چکا ہے۔ تمام شاہی فوج تباہ و برباد ہوگئی ہے اور ہمایوں شاہ قندھار میں بڑے جاہ و جلال کے ساتھ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہے۔ اِس خبر کے سنتے ہی وہ غصہ سے بیتاب ہوگیا اور انتہائے غیظ میں اسکی زبان سے یہ لفظ نکلے "ہمایوں کون چیز ہے جو ملک شاہی میں اسطرح کے فتور و فساد برپا کرے یہ اِس کی مجال نہیں کہ قندھار میں تخت نشینی کرکے فخر و مباہات کا پھریرا اُڑائے" یہ کہکر احمد خاں تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوگیا اور خیالات کے وسیع میدان میں ادھر اُدھر چکر لگاتا رہا آخر کار چونک کر کہنے لگا کہ نہیں۔ ہرگز نہیں ہوگا

پہلے اس مہم سے فارغ ہولوں تو پیر شاہ زماں کے حضور میں جاؤں بلکہ اگر منظور خدا ہے تو ہمایوں کو گرفتار کرکے بادشاہ کی حضور میں لیجاؤں "

احمد خاں اس خیال کو اچھی طرح پکا کر اور اپنے ہمراہیوں سے مشورہ لیکر جماعت کثیر کے ساتھ قندھار کیطرف بڑھا اور بڑی تیزی اور عجلت کے ساتھ بڑھا اُدھر ہمایوں نے یہ سنکر کہ احمد خاں جنگ کے ارادے سے بڑھا چلا آرہا ہے اپنی فوج کی ترتیب دیکر قندھار سے نکلا اور مستعد جنگ ہوا چونکہ آجکا دن اخیر ہوگیا تھا اس لئے دونوں فوجیں نہایت خاموشی اور سکوت کے ساتھ صف آرا رہیں اور اسدن کی لڑائی کل کے لئے اُٹھا رکھی گئی احمد خاں اگرچہ بڑا بہادر اور دلیر افسر تھا اور بڑے بڑے مشہور معرکوں میں فتح کا فخر حاصل کرچکا تھا۔ مگر ہمایوں کی فوج کے مقابلہ میں اسکی فوج بالکل ناآزمودہ اور بے سروسامان تھی اسلیئے اسنے یہ تدبیر سوچی کہ دشمن کو دھوکا دیکر قندھار پر قبضہ کرلیا جائے چنانچہ رات کے وقت جبکہ مقابل کی اکثر فوج غافل تھی احمد خاں مسلح ہوا اور بڑے بڑے جانباز اور شجاع افسر لیکر ہمایوں کے لشکر کی پشت سے ہوتا ہوا قندھار کے دروازہ آدھمکا تاکہ پہلے شہر پر قبضہ کرے پھر اطمینان سے جنگ ہمایوں میں مصروف ہو مگر رحیم دادخاں بارکزئی کا فرزند عبدالکریم خاں قندھار کے دروازہ پر موجود تھا اوسنے احمد خاں کو شہر کیطرف بڑھتا ہوا دیکھکر دروازہ بند کرلیا اور اگرچہ احمد خاں نے زرِ نقد اور منصب جاگیر کا بہت کچھ لالچ دیا لیکن اُسنے دروازہ نہ کھولا بلکہ دروازہ کے روشندان میں سے بندوق کا فیر کیا۔ خیر ہوئی کہ احمد خاں بندوق کی زد میں نہ تھا۔ ورنہ اسکا جانبر ہونا بہت مشکل تھا۔

الغرض احمد خاں نے جب دیکھا کہ یہاں میری تدبیر کچھ نہیں چل سکتی تو مایوس ہوکر اُلٹا پھرا اُدھر ہمایوں شاہ یہ خبر سنکر لشکرگاہ سے قندھار کیطرف متوجہ ہوا۔ اور مقام کورکان میں دونوں لشکر مقابل ہوئے تھوڑے عرصہ تک تو دور سے لڑائی ہوتی رہی مگر آخرکار بندوق و نیزہ سے تجاوز کرکے دونوں لشکر شمشیر کیطرف ہاتھ پھینکے اور احمد خاں اپنی فطری شجاعت کا جوش ضبط نہ کرسکا۔ دو تین بہادر افسروں کو ساتھ لیکر ہمایوں پر حملہ آور ہوا۔ ہمایوں تو دشمن کی زد سے بچ گیا مگر سید خداداد۔ اور ملا خداداد جو ہمایوں کی تخت نشینی کے بانی اور بڑے مشہور و جانباز افسر تھے زخمی ہوئے اور یوسف خاں مہماندار باشی۔ جو احمد خاں کی فوج کا ایک بیشل اور ثانی بہادر تھا زخمی ہوکر گرفتار ہوا۔ ہمایوں شاہ چاہتا تھا کہ اسے

اپنے ہاتھ سے سر اسکے قتل ہوئے مگر چند سرداروں کی شفاعت نے اسکی جان بچالی - اور اسکی ضرب المثل بیجگری اور بے دہڑک شجاعت نے ہمایوں شاہ کو امان جان دینے پر مجبور کر دیا احمد خاں ضرب شمشیر اور طپنچہ سے زخمی ہوکر فرار ہوگیا - چونکہ زخم کاری لگے تہے لہذا تقریباً چہ میل کے فاصلہ پر پہونچکر بیہوش ہوگیا اور انتہائے غشی میں گھوڑے کی پشت سے زمین پر آرہا - ملا حسن درویش جو قوم نیچ پاسے تہا احمد خاں کو اوٹھا کر اپنے گہر لیگیا اور معالجۂ جراحت میں مشغول ہوا - ہمایوں شاہ اگرچہ احمد خاں کا تعاقب کرتا ہوا دو میل تک آیا مگر چونکہ وہ بہت دور نکل گیا تہا اسلئے واپس ہونا پڑا ؛

غرضکہ ہمایوں شاہ فتح نمایاں اور کامیابی کے ساتہ قندھار میں داخل ہوکر عیش وعشرت میں مشغول ہوا دوسرے روز احمد خاں کے مخفی ہونے اور ملا حسن درویش کے پناہ دینے کی خبر سنی تو غصہ سے بیتاب ہوگیا - اور فوراً درویش کے حاضر ہونے کا حکم دیا شاہی گارد بڑی تیزی کے ساتہ روانہ ہوا اور درویش کو پابزنجیر کرکے حضور میں پیش کیا ہمایوں شاہ نے اسکی نسبت قتل کا حکم صادر فرمایا - مگر قندھار کے سادات وفقرا اور علما کے ممتاز و پرفخر گروہ نے متفقہ الفاظ میں درویش کی سفارش کی اور بادشاہ نے بڑے تامل کے بعد انکی درخواست منظور کی - اسوقت احمد خاں اپنی زیست سے بالکل مایوس ہوگیا اور جان کے خوف سے اُسے بجز اسکے اور کچہ کرتے دہرتے بن ہی نہ پڑا کہ ہمایوں شاہ سے امان جان کا طالب ہو چنانچہ وہ خود ڈولے میں سوار ہوکر ہمایوں شاہ کے پاس حاضر ہوا - اور اسبات پر مستحکم ومضبوط عہد وپیمان کیا کہ میں ہمیشہ حضور کا خیرخواہ رہونگا اور تابزیست وفادار غلام اور بہی خواہ ملازم ثابت ہونگا - ہمایوں شاہ کو رحم آگیا اور اُسے جان بخشی کا مژدہ دیکر معزز وممتاز منصب سے سرافراز فرمایا اس اثنا میں بہت سے لوگ آہستہ آہستہ قندھار سے نکل بہاگے اور خفیہ طور پر پشاور پہونچکر شاہ زماں سے جا ملے

زماں شاہ کی ہمایوں پر توجہ اور فتحیابی

خاص قندھار اور اسکے اضلاع میں یہ پرزور بغاوتیں اور حادثہ ناگہاں سے برپا تہے اور شاہ زماں کی اکثر فوجیں تسخیر ہندوستان اور تادیب سکھوں کی تیاریاں کر رہی تہیں گو اسکا عہد حکومت شروع ہی سے خانہ جنگیوں اور بغاوتوں میں اُلجہا رہا تاہم ممالک شرقیہ میں اسکی عظمت کا اثر کافی بیٹہ

سے ساتھ پہیل گیا اور روز بروز پہیلتا جاتا تہا گو اس سے پیشتر بہی احمد شاہ درّانی کے زمانہ میں اسلامی فتوحات
کا سیلاب ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں اور بلند مقامات سے گذر گیا تہا۔ لیکن یہ فخر شاہ زماں ہی کی
قسمت میں تہا کہ اسکے عہد میں مغرور اور سرکش سکہوں کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ انہوں نے پہر کبہی ابہنے
کا نام تک نہیں لیا پنجاب سے بُت پرستی قریبًا معدوم ہوگئی اور یہاں کے ممالک ہمیشہ کیلئے علم اسلام کے سایہ
میں آگئے سیکڑوں ہزاروں مسجدیں تعمیر ہوگئیں اور توحید خالص کی دلکش صداؤں سے تمام دشت و جنگل گونج پڑے
شاہ زماں تسخیر ہندوستان کے ارادہ سے پشاور سے نکلنا ہی چاہتا تہا کہ اسکے کانوں میں قندھار کی وحشتناک
صدائیں پہونچیں اور جب اسے معلوم ہوا کہ شاہی فوج کو ہمایوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی اور شہزادہ قیصر
زخمی ہوکر گرفتار ہوگیا سردار احمد خاں نورزئی زخم کہاکر ہمایوں کی اطاعت میں چلا گیا تو اُسے رنج اور رنج کے
ساتہ سخت افسوس ہوا۔ اور اب اُسنے ہندوستان پر فوج کشی کو ملتوی کرکے جرار افواج کے ساتھ
پشاور سے نکلکر قندھار کیطرف بڑھا راستہ میں دو تین روز کابل میں قیام پذیر ہوا اور پہر وہاں سے روانہ
ہوکر سیدھا قندھار کیطرف رخ کیا جب قندھار تہوڑے فاصلہ پر رہگیا تو پاینده خاں بارک زئی کو
فوج کا ایک جرار دستہ دیکر آگے بڑہنے کا حکم دیا۔ ہمایوں شاہ کو خبر ہوئی تو وہ بہی اپنی ساری فوج کو
جمع کرکے قندھار سے نکلا اور چالیس میل آگے بڑھکر فوج ہراول سے مقابل ہوا۔ احمد خاں نورزئی کو
جسکے زخم ہنوز مندمل نہیں ہوئے تہے تہوڑی سی فوج دیکر شاہی لشکر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا
اور خود فوج گراں اور اپنے بہروسے کے آدمی ساتہ لیکر عقب میں کہڑا ہوگیا۔ احمد خاں کی سرگردگی
میں وہی فوج تہی جسپر ہمایوں کو بہی اعتماد نہ تہا اور اسمیں اکثر لوگ ایسے تہے جو شاہی فوج سے سازباز
رکہتے تہے بلکہ شاہ زماں کے خیر خواہ اور ہمایوں شاہ کے بدخواہ تہے احمد خاں اس شکستہ دل فوج کو
ساتہ لیکر مجبورًا آگے بڑھا اور چونکہ یہ دن آخر ہوگیا تہا اسلئے طرفین میں سے کوئی شخص میدان میں
نہیں آیا رات ہوئی تو ہمایوں شاہ اپنے معتمد علیہ آدمیوں کو ساتہ لیکر ہرات کی جانب بہاگ کہڑا ہوا اور
یلغار کرتا ہوا مقام فراہ میں جو ہرات اور قندھار کے بیچ میں واقع ہے جا پہونچا سردار احمد خاں جو جبرًا
اور قہرًا ہمایوں شاہ کے ہمراہ تہا اور بطریق تقیہ پیش جنگ اور ہراول فوج متقرر ہوا تہا۔ پاینده خاں کے
پاس پہونچا اور اسکی سفارش سے ملازمت شاہی میں مستفیض ہوا۔

ہمایوں شاہ کے فرار ہونے کی خبر قندھار میں شایع ہوئی تو پاینده خاں کی بی بی جو نہایت صالحہ اور عفیفہ عورت تھی اور قطع نظر صلاحیت وعفت کے انتہا سے زیادہ عاقلہ اور مردانہ سیر تھی فوراً گھر سے نکل کھڑی ہوئی اور افغانی چھرا کمر میں اُڑس منہ پر نقاب ڈال گھوڑے پر سوار ہو ہمایوں شاہ کے محل میں پہونچی اور بڑی پہرتی سے شہزادہ قیصر کو جو ہنوز ہمایوں کی قید میں تھا محل سے نکال تخت ولیعہدی پر بٹھا دیا اول خود آداب ومجرا بجالائی اور پھر تمام حاضرین سے تخت نشینی کی رسمیں ادا کرائیں اور ساتھ ہی اسبات کی منادی کرادی کہ اسوقت سے ہمایوں کا حکم مٹگیا اور حضرت شاہ زماں کا دور دورہ ہوگیا۔ اس ہل چل اور ہرج مرج کے وقت میں مرتضےٰ خاں نے جو پاینده خاں سے رشتۂ دامادی رکھتا تھا غارتگری کا ہاتہ کھولا اور بڑی بیرحمی اور سفاکی سے بازاروں میں تاخت وتاراج اور لوٹ کھسوٹ شروع کردی پاینده خاں کی بی بی نے یہ بیرحمی پسند نہیں کی اور غارتگری سے بزجر مانع آئی لیکن جب مرتضےٰ خاں اور اسکے اوباش ہمراہیوں نے غارتگری کا ہاتہ بند نہیں کیا تو پاینده خاں کی بی بی نے کمر سے چھرا کھولا۔ اور مردانہ وار مرتضےٰ خاں پر حملہ کیا مرتضےٰ خاں بھی آمادہ جنگ ہوا مگر ہنوز اُسنے تلوار نہ اُٹھائی تھی کہ عورت کا چھرا اسکے پیٹ کے پار ہوچکا تھا مرتضےٰ خاں زخمی ہوکر گھوڑے سے گرا تو عورت نے فوراً گرفتار کرلیا عبدالستار شاہ جو ایک نہایت صادق اور نیک نہاد درویش تھا اور مرتضےٰ خاں سے بہت کچھ راہ ورسم رکھتا تھا پاینده خاں کی بی بی کے پاس گیا اور نرمی کے لہجہ میں کہا کہ جس شخص کو تو نے گھائل کر کے دستگیر کیا ہے حقیقت میں وہ نیسلا عزیز اور جیتا داماد ہے فے الواقع اسنے سخت غلطی کی کہ تیری نصیحت آمیز اور نیک انجام بات کو رغبت کے کانوں سے نہیں سنا اور تسلیم کرنے والے دل سے قبول نہیں کیا لیکن میں سفارش کرتا ہوں کہ اب تجھے اُسپر رحم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر بادشاہ اُسکی اس بے عنوانی اور نالایق حرکت پر مطلع ہوگا تو جان لیئے بدون نچھوڑیگا۔ بہتر یہ ہے کہ تو اسے خلعت فاخرہ دیکر رخصت کر۔ اور قصور کو معاف فرما۔ عورت چونکہ بڑی ہوشیار اور زیرک تھی درویش کے فرمانے کے بموجب عمل میں لائی اور مرتضےٰ خاں کو خلعت اور کچھ زر نقد دیکر رخصت کیا۔

صبح ہوئی تو شاہ زماں فتح ونصرت کا نقارہ بجاتا ہوا فوجی کروفر کے ساتہ داخل قندھار ہوا اور میرزا خورستم خاں اور پاینده خاں کے فرزند کو ہمایوں کے تعاقب میں رخصت کیا دونوں سردار تمام گرمسیر تک

پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہمایوں کا پتہ لگنا سخت مشکل ہے۔ کیونکہ وہ کوہستان کی طرف چلا گیا ہے اور پہاڑوں کی دشوار گذار گھاٹیوں میں مخفی ہے۔ ناچار واپس آئے اور شاہ زماں کے حضور میں ساری کیفیت عرض کی بادشاہ نے ہرات میں سلطان محمود کو بایں مضمون فرمان لکھا کہ اگر ہمایوں تمہارے ہاتھ لگے تو فوراً گرفتار کر کے ابد دولت کے حضور میں روانہ کر دو۔" سلطان محمود کے پاس یہ فرمان پہونچا تو اُسنے نہایت سنجیدگی اور متانت سے جواب لکھوا کر روانہ کیا جسکا مضمون یہ تھا۔" میں حضور کو والد مغفور سے کسیطرح کم نہیں سمجھتا اور آپکی اطاعت و فرمانبرداری کو بالکل والد کی حکم برداری سمجھتا ہوں۔ مگر چونکہ ہمایوں شاہ میرا بڑا بھائی ہے اور نہ صرف میرا بلکہ حضور کا بھی برادر کلاں ہے اسلیئے امیدوار ہوں کہ اسکے سُراغ لگانے اور تلاش کر کے گرفتار کرنے سے معاف رکھا جاؤں۔"

شاہ زماں نے ازسرنو قندھار کے نظم و نسق کیطرف توجہ کی اور شہزادہ قیصر کو بدستور سابق ولیعہدی کے معزز منصب سے سرافراز فرمایا اور جب یہاں کا انتظام خاطر خواہ انجام پا گیا تو خود تسخیر ہندوستان کے عزم سے روانہ کابل ہوا۔ مختار الدولہ حافظ شیر محمد خاں وزیر السلطنۃ کو افواج عظیم کے ساتھ بلوچستان کیطرف روانہ کیا تاکہ نصیر خاں بلوچ کے بھتیجے کے شر و فساد کو شہر سے مٹادے جسنے ازراہ معزدیروازی نصیر خاں کے فرزند محمود خاں کو معطل کر کے ملک بلوچستان کو اپنے قبضہ میں کر لیا تھا اور خود تخت نشین ہو کر ملک کے باشندوں پر ظلم کرتا تھا ہرچند کہ ایک عرصے سے باشندگان شہر کی نالشیں بادشاہ کے پاس پہونچ رہی تھیں مگر ہمایوں کی پرزور بغاوت اور ہراتیوں کی سرکشیوں نے اسے اسطرف متوجہ نہیں ہونے دیا اب جو کچھ فرصت ہوئی تو وزیر السلطنت کو نصیر خاں کے برادر زادہ کی تنبیہ و تادیب کے لئے روانہ کیا اور خود تسخیر ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا +

مختار الدولہ بہادر شاہ زماں کا یہ حکم پاتے ہی روانہ بلوچستان ہوا اور وہاں پہونچکر کارہائے نمایاں کیئے طرفین سے فوجیں صف آرا ہوئیں اور ایک ایسا سخت اور عظیم الشان معرکہ ہوا جسمیں بہت سے درانی اور بلوچ تیغ آبدار کے نذر ہوئے آخر کار بہت جانفشانیوں اور سخت تردوات کے بعد مختار الدولہ وزیر السلطنۃ فتحیابی اور کامیابی کے ساتھ بلوچستان کی مسند حکومت میں داخل ہو گیا اور شہر کے قلعوں پر فتح کے پھریرے اُڑا دیئے بلوچ خاں کے دار الخلافہ میں پہونچا تو نصیر خاں کے فرزند محمود خاں کو تخت نشین کیا

اور بلوچستان کے تمام کارگزاروں اور سرکشوں کو جدید جانشین نصیر خاں کے مطیع و منقاد کر دیا سب لوگوں نے محمود خاں کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور تمام متکبروں کی گردنیں اسکے آگے جھک گئیں +

مختار الدولہ جب بلوچستان کے نظم و نسق سے فراغت پا چکا تو نصیر خاں کے فرزند محمود خاں کو بادشاہ کی قدمبوسی کے لیے ہمراہ لیکر واپس ہوا۔ اور بہت جلد حضور شاہی میں پہونچکر فتحکا مژدہ سنایا +

بادشاہ نے نصیر خاں کے نامور فرزند محمود خاں کو چندروز تک اپنے ہاں مہمان رکھا۔ اور اس کے تالیف قلوب اور خاطر و مدارات میں، کوئی وقیقہ اُٹھا نہ رکھا عیش و عشرت کے شاہانہ جلسے ختم ہوئے تو بادشاہ نے محمود خاں کو عنایات خسروانہ اور لطاف شاہانہ سے سرافراز فرماکر بلوچستان کیطرف رخصت کیا اور نہایت شان و شوکت اور عزت و توقیر کے ساتھ رخصت کیا۔ محمود خاں نہایت خوشدلی اور مسرت کے ساتھ شاہی عنایتوں اور مہربانیوں سے مالامال ہو کر داخل بلوچستان ہوا اور ۱۲۱۳ھ ہجری تک نہایت کامیابی اور نیکنامی کے ساتھ تخت نشین رہا۔ بلوچستان اور نہ صرف بلوچستان بلکہ اُس کے تمام اطراف و جوانب کے باشندے خان مذکور کے حلقۂ اطاعت میں آ گئے اور بڑے بڑے مغروروں اور گردنکشوں کی گردنیں اسکی سیاست اور عدل و انصاف کے آگے جھک گئیں۔ محمود خاں کے انتقال کے بعد بھی بہت دنوں تک اسکی اولاد اور سلسلۂ خاندان میں حکومت و سلطنت باقی رہی چنانچہ ۱۲۶۳ھ ہجری تک نصیر خان نامی جو محمود خاں کی اولاد میں ایک بڑا ذی وجاہت اور با حشمت و شوکت اور قطع نظر اسکے بہادر اور شجاع آدمی تھا۔ بالاستقلال بلوچستان کی حکومت پر قابض رہا۔ اور نہایت فارغ البالی اور اطمینان کے ساتھ ایک عرصہ تک حکمرانی کرتا رہا +

شاہ زمان کا ہندوستان کی طرف بڑھنا اور نواحِ ملتان میں محمد خان کے ہاتھ میں ہمایون شاہ کا گرفتار ہونا

شاہ زمان جب اِن عظیم الشان خانہ جنگیوں اور ملک کی پُرزور بغاوتوں اور آئے دن کے نئے نئے ہنگاموں سے فارغ ہوا تو ہندوستان کی تسخیر اور متکبر گردنکش سکھوں کی تنبیہ و تادیب کے قصد سے ایک بڑی خونخوار اور آراستہ فوج کے ساتھ ۱۲۰۱ھ ہجری میں کابل سے روانہ ہو کر

سندھ کی جانب بڑھا اور نہایت تزک و احتشام کے ساتھ بڑھا۔ پچاس ہزار سوار جو نہایت جرار و بیباک تھے۔ طلا کار وردیوں سے آراستہ تھے اور سر سے پانوتک فولادی ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ قلب فوج میں شاہ زماں نہایت تکلف پوشاک زیب جسم کئے ہوئے تھا۔ اور ایک نہایت خوبصورت عربی النسل گھوڑے پر سوار تھا۔ جو طلائی ساز و یراق سے پیراستہ تھا۔ تمام فوج چاروں طرف سے اسطرح حلقہ کئے ہوئے تھی جیسے چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے۔ الغرض یہ فوج ایسی شان و شوکت اور آن بان سے کابل سے نکلی کہ بڑے بڑے معمر اور مسن لوگ جنہوں نے ہزاروں فوجی تماشے دیکھے تھے اس نظارہ کو دیکھکر عشعش کرتے تھے اور محو حیرت ہوکر تعجب کرتے تھے۔ یہ آراستہ فوج نہایت ترتیب کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھی چلی جاتی تھی اور شاہ زماں نہایت استقلال اور ہم آہنگی کے ساتھ اسکی ہم آہنگی و ترتیب میں کوشش کرتا ہوا قدم اوٹھا رہا تھا۔ چندروز میں یہ فوج اسی ترتیب و آراستگی کے ساتھ نواح سندھ میں پہونچی اور بادشاہ نے لب دریائے نزول اجلال فرمایا۔ دو ایک روز قیام کرکے اور لشکر کو قدرے آرام دیکر قلعہ اٹک سے دریا کو عبور کیا اور موضع حسن ابدال۔ اور نواح رہتاس کو اپنا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا۔ تفریح طبع کے لئے کئی روز تک مصروف سیر و شکار رہا۔ اور جب اسکی طبیعت بالکل سیر ہوگئی تو اوسنے احمد خاں بارک زئی اور بہادر خاں محمد زئی وغیرہ چند مشہور اور ممتاز فوجی افسروں کو جو بہت سے خطرناک معرکوں میں فتح کا فخر حاصل کرچکے تھے سات ہزار جرار و خونخوار سوار کی سرکردگی میں تسخیر ولایہ کے لئے جو دریائے جہلم اور چناب کے درمیان نہایت سرسبز و شاداب مقام تھا روانہ کیا۔ اودھر بدقسمت ہمایوں شاہ افواج شاہی سے شکست پاکر اور ناموافق ایام کے تلخ و زہریلے گھونٹ پیکر نواح قصبہ لیہ میں جو ملتان سے تقریباً پچیس میل کے فاصلے پر ڈیرہ اسمعیل خاں کی جانب واقع اور دریائے سندھ و جہلم کے بیچ میں پڑتا ہے آپہونچا اور اس کا بخت بد فرجام اور اتفاق ناملائم کشاں کشاں یہاں لے آیا۔ اسوقت اسکے ہمراہی میں کل سو سوار تھے جو سب کے سب سردار یا سردار زادے تھے اور وہ بھی بے ساز و سامان اور نہایت شکستہ حال سلطان احمد جو ہمایوں شاہ کا نامور فرزند تھا اور حسن خوبصورتی زیبائی و رعنائی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا باپ کے ہمرکاب تھا۔ ہمایوں شاہ راستہ کی تکان سے عاجز ہوکر ایک نہایت گنجان اور سایہ دار درخت کے نیچے گرمی بھر آرام لینے کی غرض سے بیٹھا ہوا تھا۔

اور اسکے ہمراہی گھوڑوں کے آب ودانہ کی تدبیر میں مصروف تھے اسنے اپنا شاہانہ لباس اُتار کر فقروں کا بھیس بھر لیا تھا اور ارادہ تھا کہ جسطرح بن پڑے کشمیر میں پہونچکر اُسے اپنے قبضے میں لے آئے۔ اور سامان جنگ۔ جمع کر کے بنائے فساد کو محکم ومضبوط کرے +

چونکہ اس سے پیشتر شاہ زماں کی جانب سے ممالک محروسہ کے تمام حکام وامرا کو اطلاع عام دی جاچکی تھی۔ اور چاروں طرف یہ حکم عام نافذ کر دیا گیا تھا" کہ ہمایوں جس موقع پر پہونچے فوراً گرفتار کر لیا جائے اور خیرخواہان سلطنت کو لازم ہے کہ جسجگہ اسکا سراغ لگے موجودہ جمعیت کو ساتھ لیکر اسکی گرفتاری میں نہایت مستعدی او سرگرمی کے ساتھ کوشش کرے اور گرفتار ہوجائے تو فوراً حضور بادولت میں روانہ کیا جائے" اس منادی عام کا مضمون تمام جاگیرداروں اور صوبداروں کے کانوں میں پہونچ چکا تھا اور نہایت دہشتناکی کے سانہ پہونچ چکا تھا۔ ہر شخص ہمایوں کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ اور اپنی عزت افزائی کے لیئے ہر چہار طرف اسکا متلاشی اور جویاں تھا۔ محمد خاں صدوزئی جو قصبہ لیتہ کا حاکم اور بڑا وجیہ دولا اور جوان تھا۔ یہ خبر پاکر کہ ہمایوں شاہ مع چند سواروں کے فلاں درخت کے نیچے موجود ہے فوراً مسلح ہوکر اُٹھ کھڑا ہوا اور پانسو مسلح اور معرکہ آرا سواروں کو ساتھ لیکر ہمایوں کے سر پر جا دھمکا بدقسمت ہمایوں چونکہ کئی روز کا تھکا ماندا تھا درخت کے سایہ کو آسایش کی جگہ خیال کر کے تھوڑی دیر کیلئے سوگیا تھا۔ مگر اسکی بدقسمتی نے اس تھوڑے سی دیر کے آرام کو بھی اسکے لیئے تجویز نہیں کیا گھوڑوں کی ٹاپوں کی خطرناک آواز اوس کے کان میں پہونچی تو فوراً چونک پڑا اور آنکھیں کھولکر دیکھا تو دشمن کو سر پہ کھڑا پایا اس سراسیمگی اور پریشانی کی حالت میں ہمایوں جھٹ اُٹھ بیٹھا اور تلوار کا قبضہ پکڑ کر کھڑا ہوگیا۔ محمد خاں نے اول نہایت لجاجت وسماجت کے ساتھ اپنی ہمدردی وہوا خواہی کا اظہار کیا اور نہایت عاجزی کے لہجہ میں عرض کیا کہ حضور شہر میں قدم رنجہ فرماکر نیاز مند قدیم کی عزت افزائی فرمائیں۔ اور غریب خانہ پر رونق افروز ہوکر بندہ کو ممنون ومشکور کریں۔ میں حضور کی بشرط خدمت کما حقہ بجا لاؤں گا اور کبھی غدار وبیوفا ثابت نہونگا لیکن جب ہمایوں شاہ اسپر راضی نہیں ہوا اور محمد خاں نے سمجھ لیا کہ میری لجاجت آمیز باتوں کا جادو ہمایوں پر نہ چل سکے گا تو وہ ایک اور تدبیر ملا۔ یعنے ہمایوں کو باتوں میں لگاکر آسانی سے گرفتار کر لینا چاہا +

ہمایوں شاہ اصل میں بڑا دماغ عالی فکر اور دور اندیش آدمی تھا اور اگرچہ بخت و اتفاق کی ناسازگاری کیوجہ سے اسکی تمام تدبیریں اُلٹی اور کوششیں ضایع ہوتی چلی جاتی تہیں۔ تاہم وہ فکر و تدبیر سے غافل نہ تھا۔ محمد خاں کے طرز کلام اور مسلح سواروں کے ہجوم ہی سے تاڑ گیا تھا کہ دال میں کالا ضرور ہے اور اب اس ظالم کے پنجے سے نجات پانا بہت مشکل ہے۔ مگر پھر بھی وہ اپنی تدبیر اور جوش شجاعت کے ظاہر کرنے سے نہ چوکا۔ فوراً اپنے ہمراہیوں کو مسلح ہو جانیکا اشارہ کیا اور خود تلوار پکڑ کر دلیرانہ کھڑا ہو گیا۔ سلطان احمد باپ کا اشارہ پاتے ہی اپنے ہمراہیوں سمیت حملہ آور سواروں پر ٹوٹ پڑا۔ اور سخت معرکہ ہوا۔ چونکہ محمد خاں کے مقابلہ میں ہمایوں شاہ کے ہمراہی کچھ بھی نہ تھے اور باوجود اسکے نہایت بے سروسامان اور سخت پریشان تھے لہذا اُن میں سے اکثر لوگ تو قتل ہو گئے اور کچھ زخمی۔ شہزادہ احمد یہ دیکھکر اپنی فطری شجاعت کا جوش ضبط نہ کر سکا اور تنہا دشمن کی جماعت میں گھس گیا حملہ آور فوج کے ایک سوار نے بندوق فیر کیا۔ اور گولی شہزادے کے سینہ پر لگی اور ایسی کاری لگی کہ وہ مجروح ہو کر گھوڑے کی پشت سے زمین پر آرہا۔ اور فوراً جان دیدی۔ ہمایوں شاہ جو اپنے نامور اور بہادر فرزند کا عاشق و شیدا تھا یہ دیکھکر بیتاب ہو گیا اور ایک بے اختیارانہ اور مضطربانہ حالت میں تڑپکر گھوڑے کی پشت پر سے گر پڑا۔ شہزادہ احمد کی مردہ لاش سینہ سے لگائی اور بے اختیارانہ جوش کے ساتھ بہت دیر تک روتا رہا۔ اور اس رقت وگریہ کی نوبت یہانتک پہنچی کہ وہ بیطاقت ہو کر بیہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو اپنے تئیں دشمن کی حراست میں دیکھا +

ہمایوں شاہ اگرچہ دشمن کی حراست میں آچکا تھا۔ تاہم محمد خاں کو اسکی طرف سے بہت کچھ اندیشہ تھا وہ فوراً آگے بڑھا۔ اور ہمایوں شاہ کے قدموں میں گر کر اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ شہزادے کی مردہ لاش کو اس سے علیحدہ کیا اور نہایت خوشامد سے گھوڑے پر سوار کر کے شہر میں لایا پیچھے محمد خاں کے ہمراہیوں نے ہمایوں کے تمام رفقا کو گرفتار کر لیا۔ اور مقتولوں کی لاشیں دفن کر کے شہر کی طرف لوٹے اسوقت تک ہمایوں کے ہوش بجا نہ تہے اور نہ اُسے اُس ذلت اور شاہ زمان کی بدسلوکی کا علم تھا۔ آئندہ پیش آئی ورنہ وہ ضرور اس ذلت

و بے عزتی پر موت کو ترجیح دیتا اور اگر دشمن کے ہاتھ سے نہیں مارا جاتا تو فوراً خودکشی کر لیتا
اُسے یقین تھا کہ اگر میں شاہ زماں تک پہونچ جاؤنگا تو اسکی رحمدلی اور برادرانہ الفت کا جوش
پھر بھی شفیع ہوگا - اور اگر تخت نشینی کی عزت نہ ملے گی تو کم سے کم جان ضرور بچ جائے گی - مگر
افسوس شاہ زماں کی عدالت سے جو حکم اسکی نسبت صادر ہوا - وہ اسکی امید و توقع کے سراسر خلاف
تھا - اور سچ پوچھئے تو نہایت وحشیانہ اور ظالمانہ حکم تھا +

محمد خاں قصبہ لیہ میں پہونچا تو اسنے نہایت عجلت کے ساتھ شاہ زماں کی خدمت میں ہمایوں کی
گرفتاری کی کیفیت لکھ بھیجی بادشاہ نے حسن خاں قزلباش کو جو شاہی خدمتگاروں کا افسر اور
نہایت بیباک و سفاک شخص تھا حکم دیا کہ قصبہ لیہ میں پہونچکر ہمایوں کی دونوں آنکھیں نکال
ڈالے - اور پالکی میں سوار کر کے روانہ کابل کرے - بیرحم حسن خاں بادشاہ کا حکم پاتے ہی قصبہ
لیہ میں پہونچا اور بڑی بے رحمی اور بے دردی سے ہمایوں کی دونوں آنکھیں نکال ڈالیں
پھر پالکی میں سوار کر کے بادشاہ کے حضور میں لے گیا حکم ہوا کہ ہمایوں کو اسیحالت میں کابل
پہونچا دیا جائے اور جہاں اور شہزادے قید ہیں وہیں اسکو بھی مقید کرنا چاہیئے +

جس روز ہمایوں کی گرفتاری اور شہزادہ احمد کے قتل کی خبر مقام رہتاس یا حسن ابدال میں پہونچی
وہ دن بھی عجب تماشے کا دن تھا کہ ایکطرف سے امراء عظام اور ارکین دربار کی صف سے تہنیت
و مبارکی کے نعرے اٹھ اٹھ کر گونج رہے تھے اور ایک جانب سے تعزیت کی جگر خراش اور جانگزا
صدائیں پیدا ہو کر لوگوں کے دلوں میں رقت پیدا کرتی اور شاہی حرمسرا کی مستورات میں
شور محشر برپا کرتی تھیں +

اسی اثنا میں قندھار و ہرات کے حکام اور صوبہ داروں کی متواتر عرضیاں بادشاہ کے حضور میں
پہونچیں جنکا مضمون یہ تھا کہ "سلطان محمود نے خاص شہر ہرات میں علم بغاوت اونچا کیا ہے
اور سرکشی و بغاوت کی نہ بجھنے والی آگ تمام ملک میں بھڑکانا چاہتا ہے - ہمایوں شاہ کے
انتقام کے پر جوش ولولے اسکے دل و دماغ میں متمکن ہو گئے ہیں اور ہرات کے تمام باشندے
اس بارے میں اسکے ہم خیال ہیں - شاہ زماں کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ غصہ سے جھلا سا گیا

اور انتقام کے فراموش شدہ حوصلے از سر نو تازہ ہو گئے۔ اسنے مہم پنجاب سے دست کشی کرکے اور گردنکشان ہندوستان کی تادیب کو کسی دوسرے موقع پر ملتوی رکھکر خراسان کیطرف بڑہنے کا ارادہ کیا۔ اور چاہا کہ سلطان محمود کی آتش نزاع کو تیغ آبدار کی تحریک سے بجھا دے۔ چنانچہ تمام افواج شاہی حسن ابدال سے لوٹ کر خراسان کی طرف بڑہی اور بڑی تیزی اور خونخواری کے ساتھ بڑہی +

سات ہزار جرار سوار اور کچھہ پیادہ فوج جو احمد خاں بارک زئی۔ اور بہادر خاں محمد زئی کی سرکردگی میں تسخیر دولابہ کے لئے روانہ کی گئی تھی اسکی کیفیت یہ ہوئی کہ احمد خاں بارک زئی نے بادشاہ سے رخصت ہو کر دریائے جہلم کو عبور کیا اور جہلم کے اُس پار جاکر سکھوں سے مقابل ہوا۔ اگرچہ کئی بار سکھوں نے شکست کھائی لیکن آخر کار بہت سے مغرور اور متکبر افسروں نے ایک جماعت کثیر جمع کرکے گجرات کے متصل دولہ مقام میں جنگ عظیم کی اور جانبین سے سخت معرکہ ہوا۔ سردار احمد خاں نے گو اس معرکہ میں اپنی فطری شجاعت کے بہت کچھہ جوہر دکھائے اور بڑے کارنمایاں ظاہر کئے لیکن جب دیکھا کہ سرداروں میں نا اتفاقی کا عام مرض پھیل گیا ہے اور فوج درانیہ بیدل ہو کر جنگ سے اُکتا گئی ہے تو اُوسے یقین ہو گیا کہ اب میرا کامیاب ہونا اور دشمنوں کو شکست دیکر فتحیاب ہونا مشکل اور بہت مشکل ہے۔ لہذا اُسنے نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے مع اسباب و سامان کے اُردوے شاہی کی جانب رخ کیا اور جنگ کرتا ہوا دریائے جہلم کو دوبارہ عبور کرکے جس راستہ سے آیا تھا اسی راہ سے لوٹ کر شاہی لشکر میں جا داخل ہوا +

ہرات و خراسان میں بغاوت کی شعلہ انگیز آگ اسقدر بھڑک اُٹھی تھی اور سلطان محمود کا فساد و فتنہ ملک میں اسقدر پھیل گیا تھا کہ شاہ زماں کی تدابیر کا پانی بالفعل اسکے بجھانے کے لئے ناکافی تھا۔ اسلئے اُسنے چند روز تک اُس مہم کو ملتوی رکھا اور فوجی سامان کی درستی میں نہایت سرگرمی کے ساتھہ مشغول ہوا۔ خود کابل میں جلوہ آرا ہوا۔ اور افغانی سرداروں کو فوج کی ترتیب و آراستگی میں کوشش بلیغ کرنے کا حکم دیا۔ اس اثنا میں میرزا غلام محمد خاں۔ شاہ عالم عالی گوہر بادشاہ ہندوستان کا نامہ نامی لیکر زماں شاہ۔ کے حضور میں پہنچا۔ جسکا خلاصہ مضمون یہ تھا:

”ناعاقبت اندیش اور گردنکش سکھوں نے چاروں طرف فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے اور قتل۔

غارتگری کا ہاتھ کھول رکھا ہے۔ ہندوستان کے باشندے بڑی خطرناک حالت میں زندگی بسر کرتے اور جان و مال سے دل برداشتہ ہیں اگر حضور تشریف لائیں تو اس خونخوار قوم کا فتنہ فرو ہو۔ اور ہندوستانیوں کو امن و اطمینان نصیب ہو۔" جب شاہ عالم بادشاہ ہند کا یہ نامہ شاہ زمان کے پاس پہونچا تو وہ تھوڑی دیر اسکے مضمون پر غور کرتا رہا۔ اور پھر یہ مضمون جواب لکھا کہ "چونکہ موسم گرما سر پر ہے اسلئے بالفعل ہندوستان کے عزم سے معذور ہوں افواج درانیہ ہندوستان کی گرمی کی متحمل نہیں ہے اور وہ ایسے موسم میں لشکر کشی کو ناپسند جانتی ہے لہذا موسم گرما کے منقضی ہونے کے بعد آپکے ارشاد کی تعمیل ہو سکے گی۔ باقی والسلام"۔ جواب مضمون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گرمی کے موسم کا صرف بہانہ تھا ورنہ حقیقت میں جو بات بادشاہ کو ہندوستان کے عزم سے باز رکھنے والی تھی وہ سلطان محمود کی فتنہ انگیزی تھی ÷

زمان شاہ کی دار السلطنتہ ہرات کی طرف توجہ اور سلطان محمود سے جنگ

سلطان محمود کے شر و فساد جب انتہا سے گزر گئے اور اسکی فتنہ انگیزی و سرکشی کی خبریں جستہ جستہ لوگوں میں پھیل گئیں تو زمان شاہ کابل سے روانہ ہوکر اشرف البلاد قندھار میں پہونچا اور وہاں خدم و حشم اور لشکروں کے جمع کرنے انکے ساز و سامان فراہم کرنے میں چند روز تک مصروف رہا۔ اور جب سامان جنگ خاطر خواہ بہم پہونچ گیا تو بادشاہ ایک عظیم الشان اور خونخوار فوج لیکر ہرات کیطرف بڑھا۔ اس سفر میں تقریبًا کل افسران فوج اور سرداران جان نثار اور ارکین سلطنت امرار دولت بادشاہ کے ہمرکاب تھے اور ہر شخص جوش انتقام سے بھرا ہوا نظر آتا تھا۔ لشکر شاہی نہایت تیزی سے بڑھا ہوا چلا جاتا تھا اور اپنے دلیری و شجاعت کے جوہر دکھانے کے شوق میں دنیا و مافیہا سے بیخبر تھا۔ مقام میون میں شاہی خیمے تنگئے اور یہیں لشکر نے اپنا پڑاؤ ڈالدیا۔ اُدھر سلطان محمود کو بادشاہ کے بڑھنے کی خبر ہوئی تو لڑائی کی طیاریوں میں مصروف ہوا اور فوج گراں لیکر دریائے ہیرمند سے عبور کرآیا جو تگریس۔ سے قندھار کی جانب مائل ہے یہاں پہونچکر اُسے اپنی تمام فوج کو نظر انتخاب سے دیکھا اور میر ہزار خاں کے نامور اور بہادر فرزند محمد عظیم خاں الکوزئی کو

جو نہایت مشہور سپہ سالار اور سلطان محمود کا جنرل افواج تھا پیش خیمۂ جنگ مقرر کیا۔ اور چالیس ہزار سفاک سواروں کی سرگروہی میں شاہ زمان کے مقابلہ کو بھیجا۔ شاہ زماں نے محمد خاں درانی کے بھتیجے سردار مہر علیخاں میراخور کو ہراولی فوج کا سردار مقرر کر کے آگے بڑھنے اور دشمن کو روکنے کی اجازت دی۔ محمد عظیم خاں بے روک ٹوک بڑھا چلا آیا اور میدان خاکریز میں مقام کیا۔ ادہر سے سردار مہر علیخاں بادشاہ سے رخصت ہو کر روانہ ہوا اور دونوں فوجیں صف آرا ہو کر آمادۂ جنگ ہوگئیں۔ طبل جنگ کی مہیب آوازوں نے سب کے دلوں پر قبضہ کر لیا۔ اور آتشی آلات نہایت تیزی کے ساتھ داغے جانے لگے۔ قریباً دوپہر تک ہنگامۂ کارزار گرم رہا۔ اور جانبین سے آگ کے گولے برستے رہے آخرکار محمد عظیم خاں کی فوج نے چند ایسے متواتر اور تابڑ توڑ حملے کئے جنہیں مہر علیخاں باوجود کمال تجربہ کاری اور بہادری کے روک نہ سکا۔ سلطان محمود کی فوج اپنی دلاوری اور چیرہ دستی سے شاہی توپخانوں میں داخل ہوگئی اور تمام توپیں اپنے قبضہ میں کر کے آتش بار گولے برسانے لگی مہر علیخاں کے لئے یہ موقع نہایت نازک اور خطرناک تھا فوج کی صفوں میں بالکل ابتری پھیل گئی ایک کو سنبھالا تو دوسری بگڑ گئی اور اسکی درستی کی تو یہ ابتر ہوگئی۔ مجبور ہو کر اسے پس پا ہونا پڑا اور میدان جنگ چھوڑ کر پیچھے ہٹا *

اتنے میں خود بادشاہ فوج ہراول کے قریب پہونچگیا اور ہزیمت خوردہ فوج کی ابتری مشاہدہ کر کے سب کو تسلی دی تاج شاہی جو بیش قیمت جواہرات اور گرانبہا موتیوں سے مرصع اور چار جیغوں سے مرتب تھا جنمیں سبز زمرد اور انمول الماس بدخشانی لعل رمانی یاقوت لگے ہوئے تھے سر سے اُتار ادا سادی ٹوپی پہنکر انتہا درجہ کے خضوع خشوع کے ساتھ خدائے توانا قادر کی درگاہ میں فتح و فیروزی کی درخواست کی امراء عظام اور ہواخواہان دولت نے خیال کیا کہ شاید خود بدولت کا ارادہ فرار کا ہے جبھی تو یہ صورت اختیار کی ہے۔ لہذا سب نے ملکر عرض کیا کہ حضور! یہ کیا بات ہے جسکی وجہ سے تاج شاہی سر مبارک سے اُتار کر سادہ ٹوپی زیب فرق فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ یہ وقت ہماری سپہگری اور جنگ آزمائی کا وقت ہے آج ہم معرکۂ جنگ میں اپنی شجاعت و جوانمردی کے نمونے دکھا کر ثابت کر دینگے کہ سپہگری کے فن میں ہم کیسے ہوشیار اور قابل تعریف ہیں۔ ہم نے

مصلحت وقت کی بنا پر سپاہیانہ ٹوپی سر پر رکھی ہے۔ تاکہ فوج غنیم ہمکو بالکل نہ پہچان سکے تم لوگ چونکہ ہمیشہ جان نثاران دولت اور بہی خواہان سلطنت ثابت ہوئے ہو اسلیے آج بھی تمسے استدعا کیجاتی ہے کہ نہایت اطمینان اور دلجمعی سے مستعد جنگ رہو+

یہ کہکر بادشاہ نے کمان کا چلہ چڑھایا اور تیروں کا بھرا ہوا ترکش ہاتھ میں لیکر مستعد جنگ ہوا۔ محمد عظیم خان نے اپنی تمام فوج کو یکبارگی حملہ کر دینے کا حکم کیا اور وہ سب طرف سے سمٹ سمٹا کر آفت ناگہاں کی طرح شاہی فوج پر ٹوٹ پڑے ادہر سے شاہی فوج نے اپنے بادشاہ کا حکم پاتے ہی جنبش کی اور سخت معرکہ ہوا۔

زمان شاہ نے جب دیکھا کہ معرکہ کارزار گرم ہے اور مخالف فوج ہر طرف سے ہجوم کرکے شاہی لشکر کو پامال کیے دیتی ہے تو اسنے اپنی فوج کی طرف متوجہ ہو کر کہا "کوئی ہے" یہ سُنکر نواب خاں ایشک آقاسی فوراً آداب بجا لایا اور نہایت عاجزی کے لہجہ میں عرض کیا غلام حاضر ہے۔" اتنے میں توکل خاں اور کشن خاں جو اُن جرار غلاموں کے نامور سردار تھے جو تیمور شاہ کے زمانہ میں دولت ایمان سے مشرف ہو کر مسلمان ہو گئے تھے حاضر ہو کر عرض کیا کہ "غلام بھی حاضر ہیں۔ جیسا ارشاد ہو تعمیل کیجائے۔" توکل خاں نے یہ بھی عرض کیا کہ حضور کا تاج شاہی فرق مبارک سے اُتار لینا ہم غلاموں کی شکستگی خاطر کا موجب ہے۔ ارشاد ہوا کہ توکل خاں! یہ سپہگری کا وقت ہے۔ اور جب یہ ہے تو اس وقت سپاہیانہ ٹوپی تاج شاہی سے اولے ہے انشاء اللہ فتح و نصرت کے بعد جب میں تخت سلطنت پر جلوس کرونگا تاج خسروی سر پر رکھونگا+

القصہ بادشاہ نے نواب خاں ایشک آقاسی کو رخصت کیا کہ اخلاص و ارادات کا طریقہ ادا کرے اور اپنی جان نثاری اور ہوا خواہی کا ثبوت دے اور جب وہ مسلح ہو کر رخصت ہوا تو فرمایا جا خدا کو سونپا خدا پر بھروسہ کرکے دشمنوں سے معرکہ آرا ہو اور کارہائے نمایاں ظاہر کر نواب خاں اور کشن خاں آداب بجا لا کر جنگ کے لیے رخصت ہوئے اور میدان جنگ میں وہ رستمانہ حملے اور مردانہ جنگیں کیں کہ دشمنوں کی صفوں کو اُلٹ دیا اور ادہر سے اُدہر تک تمام لشکر غنیم میں ہلچل ڈالدی۔ محمد عظیم خاں شکست کھا کر بھاگا اور ایسا مضطربانہ بھاگا کہ ہرات کا راستہ بھول کر قندھار کی جانب منہ اُٹھائے چلا گیا۔ قریہ ذکر میں جو قندھار سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے پہونچا اور عبد الحمید درویش کے گھر میں پناہ گزیں ہوا۔ لیکن درویش موصوف نے فوراً برہنہ شمشیر اسکے ہاتھ میں دیکر اور گردن میں کفن باندھکر زمان شاہ کے حضور میں روانہ کیا اور اپنے فرزند ملا جان محمد کو اسکی سفارش کرنے کی غرض سے ہمراہ بھیجا محمد عظیم خان جو بادشاہ کے حضور میں پہونچا تو قدموں میں گر پڑا اور دست بستہ عرض کیا کہ گنہگار نمکحرام غلام حاضر ہے

اور اس بات کا امیدوار ہے کہ حضور کا کوئی ادنیٰ ملازم اِس شمشیر سے مجھے قتل کرے اور اس کفن میں لپیٹکر دفن کردے گا۔

بادشاہ نے آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ محمد عظیم خاں! میں نے تیرے ساتھ کسیطرح کی بُرائی نہیں کی اور جہانتک مجھے یاد پڑتا ہے میں کہہ سکتا ہوں اور نہایت وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ہمیشہ تیرے ساتھ رعایت و مہربانی کا برتاؤ کیا۔ بلکہ اکثر موقعوں پر خلعت فاخرہ اور ساز و یراق سے آراستہ گھوڑے اور بیش قیمت و عمدہ تلوارین عطا کر کے اقران و امثال میں تیری عزت افزائی کی اور ممتاز عہدہ سے سرفرازی بخشی کیا اس کی تلافی یہی تھی جو تجھسے ظہور میں آئی۔ یہ سنکر محمد عظیم خاں دوبارہ بادشاہ کے قدموں میں گر پڑا۔ اور زار و قطار روتے ہوئے عرض کیا "حضور! غلاموں سے ہمیشہ خطا اور آقا سے عطا ہوا کرتی ہے"۔ ساتھ ہی ملا جان محمد نے آگے بڑھکر بادشاہ کو دعا دی۔ اور محمد عظیم خاں کی سفارش کے بارے میں یہانتک کوشش کی کہ بادشاہ کو درویش کی شفاعت اور محمد عظیم خاں کی ندامت و پشیمانی پر رحم آگیا چنانچہ بہت سی رد و کد کے بعد بادشاہ امیر مذکور کے جرایم سے درگزرا اور اسکے جریدۂ اعمال پر قلم عفو کھینچکر جدید عہد و پیمان کر کے جان بخشی کا مژدہ سنایا۔

اِس شکست اور عظیم الشان شکست نے سلطان محمود کو بیچین کر دیا معرکۂ جنگ سے قدم اُکھڑ گئے اور بے انتہا خوف و ہراس اِس کے دلمیں بیٹھ گیا۔ اُسنے گھبرا کر محمد خاں ہزارہ کو طلب کیا جو ایک معزز اور بااقتدار پارٹی کا ممتاز ممبر تھا۔ اور شتابانہ لہجے میں بولا کہ اب کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ اُسنے استقلال کی آواز میں عرض کیا کہ حضور خاطر جمع رکھیں جبتک میرے قالب میں جان باقی ہے آپ کو سر مو ضرر نہیں پہونچ سکتا۔ یہ کہکر محمد خاں ہزارہ لشکر کیطرف متوجہ ہوا اور معتمد علیہ فوجی افسروں کو جمع کر سلطان محمود کو ساتھ لے روانہ ہرات ہوگیا دیگر سرداران خراسان جو ظاہر میں سلطان محمود کی دوستی اور ہمدردی کا دم بھرتے تھے مگر باطن میں شاہی امراسے اتحاد و باز رکھتے تھے۔ میدانِ جنگ میں بحیس و حرکت کھڑے ہوئے لڑائی کا رخ دیکھ رہے تھے۔ اسی اثنا میں النتوس جمشیدی جو خراسان کے سرداران میں ایک باعزت اور بڑی شان و شوکت کا افسر تھا۔ اور خراسانی افسروں کی سازش سے ناواقف محض تھا آیا اور اِن لوگوں کو معرکۂ جنگ میں کھڑے دیکھکر بولا۔ کہ تم یہاں کیوں کھڑے ہو سلطان محمود کبھی کا روانۂ ہرات ہوگیا تم بھی اگر سلامتی جان چاہتے ہو تو میدان جنگ سے ہٹ کر ہرات کی جانب رخ کرو کیونکہ بدون بادشاہ کے آتش جنگ بھڑکانا اور مخالف کی تیغ بے دریغ سے قتل ہونا مردانگی نہیں ہے لہذا مناسب اور بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم فوراً

کوچ کر جاؤں عقب سے جنگ کرتا ہوا اور مال و متاع کو سمیٹتا ہوا خراسان پہونچ رہوں گا اور انشاء اللہ سلامتی و بہبودی کے ساتھ پہونچوں گا۔ النتوس جمشیدی کی یہ تقریر سنکر سرداران خراسان بولے کہ تو امور سلطنت اور بادشاہوں کے طرز و روش سے واقف نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ سکوت اور خاموشی کے ساتھ ہمارے رفاقت میں کھڑا رہ اور دیکھہ کہ پردۂ غیب سے کیا چیز نمودار ہوتی ہے +

یہاں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ امین الملک نور محمد خاں باتر بادشاہ کے حکم سے فوج کا ایک بڑا زبردست دستہ ساتھ لیئے ہوئے دور سے نمودار ہوا اور سرداران خراسان کی طرف بڑھا چلا آیا قریب پہونچا۔ تو ایک سرخ شال برچھے پر رکھکر ہلائی جس سے خراسانی کو معلوم ہو گیا کہ لڑنے کے لیئے نہیں بلکہ صلح کی غرض سے آرہا ہے۔ الغرض امین الملک جب بہت ہی قریب ہوا تو گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور سلام علیک کے بعد ایک ایک سردار کو جدا جدا آغوش میں لے کر بڑی گرمجوشی سے معانقہ کیا۔ معمولی مزاج پرسی اور تسلی و دلدہی کے فقرات ادا کرکے کہا کہ تم سب لوگ میرے ہمراہ چلے آؤ۔ میں تمہیں ابھی بادشاہ کے حضور میں لیجا کر آداب و کورنش کی سعادت سے مشرف کرتا اور شاہی انعام و اکرام سے ممتاز و سرفرازی بخشتا ہوں۔ امین الملک کا یہ کہنا تھا کہ زماں خاں اور دیگر سرداران خراسان اسکے پیچھے ہولیئے اور جوش مسرت میں بھرے ہوئے شاہی خیمے تک پہونچ گئے امین الملک نے آگے بڑھکر باریابی کی اجازت حاصل کی اور تمام خراسانی افسروں کو پیشگاہ بادشاہی میں حاضر کرکے اُن کے قصوروں کی معافی کی درخواست کی خراسانی سردار جو امین الملک کے پیچھے دست بستہ کھڑے تھے اس کا اشارہ پاتے ہی سعادت کورنش سے مشرف ہوئے اور بادشاہ کے گرد حلقہ کیئے کھڑے ہو گئے زماں شاہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے قصوروں سے درگزر کرنے کو طیار ہوں بشرطیکہ تم مضبوط عہد اور پکا اقرار کرو کہ اسکے بعد کبھی مجھسے دغا نہ کروگے۔ خراسانی افسروں نے موکد و مغلظ قسمیں کھاتے ہوئے اتفاقیہ لفظوں میں عرض کیا کہ جبتک حیات مستعار باقی ہے ہم سے بجز خیر خواہی حضور پر نور قبلۂ عالم کے اور کوئی بات ظہور میں نہیں آئیگی اور ہم ہمیشہ خدام والا کے بہی خواہ اور وفادار غلام ثابت ہوں گے +

اتنے میں بادشاہ کی نظران لوگوں کے سروں سے تجاوز کرکے النتوس جمشیدی پر جا پڑی جو سب کے پیچھے سینہ پر ہاتھ رکھے گردن زمین کیطرف جھکائے نہایت سکوت و خاموشی کے عالم میں کھڑا تھا۔ امین الملک نے بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی النتوس کو تخت کے برابر لاکھڑا کیا اور اوسنے نہایت ادب سے

سلام کرکے تخت کو بوسہ دیا۔ اور عندالاستفسار عرض کیا کہ جس بات پر میرے بھائیوں نے عہد کیا ہے اسی پر میں بھی عہد و پیمان کرتا ہوں لیکن قسم نہیں کھاتا اور اسقدر عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ میں اپنے قول و قرار میں جھوٹا نہیں ہوں اور میرے بھائی جو حضور کے سامنے کھڑے ہیں محض جھوٹے اور دروغ گو ہیں۔ زماں خاں جو خراسان کے سرداروں میں ایک بڑا ذی وجاہت اور باآبرو سردار تسلیم کیا جاتا تھا النتوس جمشیدی کی یہ تلوار سے زیادہ گھائل کر دینے والی بات سنکر غصہ سے بیتاب ہو گیا۔ اور کپکپاتی ہوئی آواز میں النتوس کو برسر دربار بُرا بھلا کہنے لگا۔ مگر دیگر سرداروں نے فوراً روک دیا۔ اور سب نے متفق ہو کر عرض کیا کہ قبلۂ عالم! ہم نے جو عہد و پیمان حضور اقدس کے سامنے کیے ہیں ہم اقرار کرتے ہیں اور دلی اقرار کرتے ہیں کہ کبھی اُن کے برخلاف نہ کرینگے۔ اور النتوس جمشیدی بھی جو ہمارا ہمدرد بھائی ہے ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے عہد و پیمان کے خلاف نہ کرے گا۔

الغرض بادشاہ زماں شاہ نے تمام رؤسائے خراسان کی جان بخشی کی اور عفو جرائم کی خوشخبری دیکر سبکو خلعت فاخرہ اور طلائی غلاف کے بیش قیمت چھرے عطا کرکے فرمایا کہ اب تم اپنے بلاد و اوطان کیطرف روانہ ہو جاؤ کیونکہ تمہارے اہل و عیال خرابی و اضطراب میں ہونگے۔ لیکن تمہیں اپنے عہد و پیمان کو یاد رکھنا چاہیئے اور ساتھ ہی یہ بات بھی ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہیے کہ جسوقت طلب کیا جائے فوراً حضور میں حاضر ہو جاؤ۔ تمام خراسانی افسر بادشاہ سے رخصت ہو کر باطمینان تمام اپنے شہروں اور وطنوں کی جانب روانہ ہو گئے اول چشت میں پہونچے اور حضرات خواجگانِ چشت قدس اللہ سرہم کی زیارت سے مشرف ہو کر ایک رات وہاں قیام کیا کھانے کی دیگیں چولھوں پر چڑھا دیں اور حضرات خواجگان چشت کی نیاز سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں میں جا داخل ہوئے۔

جس شب کو یہ سب لوگ چشت میں تھے باہمی مشورہ سے ایک شخص کو مع چند عرضیوں کے سلطان محمود کیخدمت میں روانہ کر چکے تھے جنکا مضمون یہ تھا کہ "ہم افسرانِ خراسان۔ شاہی فوج کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے تھے اور بہت سے حیلے حوالوں سے جان بچاکر یہاں تک پہونچے ہیں۔ اگر حکم ہو تو حاضر خدمت ہو جائیں۔ ورنہ اپنے مکانوں کی چار دیواری کے اندر بیٹھکر زندگی کا باقی حصہ بسر کر دیں۔" سلطان محمود اصل میں بڑا ہوشیار اور جہاندیدہ آدمی تھا اُسنے اِن کی عرائض کے جواب میں فوراً کہلا بھیجا کہ معرکۂ جنگ میں فتح و شکست کا حصہ لینا سپاہیوں کا کام ہے تم بے کھٹکے حضور میں حاضر ہو جاؤ اور میں وعدہ کرتا ہوں

کہ پھر کسی قسم کی سرزنش وملامت نہ کرونگا۔ خراسانی سرداروں نے اِس مضمون پر اطلاع پائی تو اپنے گہروں سے
نکلکر سلطان محمود کی ملازمت میں پہونچے اور نہایت گہیری گہیری قسمیں کہاکر ظاہر کیا کہ ہم نے صرف جان کے
خوف اور حفظِ ننگ وناموس کیوجہ سے زماں شاہ کے ساتھ عہد وپیمان کیئے ہیں اور موکد وشدید قسمیں
کہائی ہیں اور اِس حیلے سے شاہی غضب سے نجات پاکر حضور تک پہونچے ہیں۔ لیکن دل سے حضور کی
غلام اور وفا غلام ہیں ہم بدستور قدیم حضور کی خیر خواہی اور جان نثاری میں حاضر ہیں اور خدا کو شاہد کرتے
ہیں کہ ہمیشہ اِسی جان نثاری اور بہی خواہی کا ثبوت دیں گے یہ کہکر تمام سرداروں نے عہد وپیمان کی تجدید
کی اور دوبارہ قول وقرار کو قسموں سے موکد کیا۔ مگر القوس خاں جمشیدی نے جسطرح زماں شاہ کے
روبرو قسم کہانے سے انکار کیا تہا یہاں بہی قسم نہیں کہائی۔ سلطان محمود ہرات میں آیا اور چند روز اطمینان سے
بیٹھا تو اُسے اپنی اِن حرکات ناشایستہ پر سخت ندامت ہوئی اور آخر کار اُسنے اپنی والدہ محترمہ کو مع
ایک عرضداشت کے زماں شاہ کی خدمت میں روانہ کیا جسکا مضمون یہ تہا کہ "میں اپنی اُن غلط کاریوں اور بیجا
حرکتوں پر افسوس اور افسوس کے ساتھ سخت ندامت پاتا ہوں جو مجھسے جہالت اور نادانستگی کی حالت میں وحشی اور کم ظرف
مشیروں کے مشورے سے ظہور میں آئیں۔ میں استدعا کرتا ہوں کہ حضور میرے جرائم کی گندگی کو عفو کے
پانی سے دہو دیں اور مجھے اپنا مخلص بہائی تصور فرمائیں"۔ جب وہ پردہ نشین حجاب عصمت یعنی سلطان محمود
کی ماں داخلِ قندھار ہوئی اور زماں شاہ کی اجازت سے محل خاص میں رونق افزا ہوئی تو اداے نیاز اور
اظہارِ حقوق مادری کے بعد اپنے فرزند کی عرضداشت شاہ زماں کے حضور میں پیش کی بادشاہ نے اپنے سوتیلی
ماں کی اِس تکلیف اور حقوق سابقہ پر نظر کرکے برادرِ عالیمقدار کے جرائم پر قلم عفو کھینچدیا اور ایک نہایت
تسلی ودلجوئی سے بہرا ہوا فرمان سلطان محمود کے نام جاری فرمایا۔ سلطان محمود کی ماں نے بادشاہ کو خوش و
خرم پایا تو تخلیہ کے موقع پر گذارش کی کہ اگر بادشاہ سلطان محمود کی دختر کو اپنے فرزند کے لیئے اور اپنی
صاحبزادی کو اُسکے فرزند کے لیئے پسند کریں تو بہت ہی انسب ہو اوسکے لیئے شاہ زماں نے تہوڑی دیر سکوت
کیا اور پہر فرمایا مادر من! آپ کی یہ دونوں درخواستیں بہی منظور ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اول سلطان محمود
کا فرزند کتخدائی کے لیئے یہاں آئے اور جب شادی کا سرانجام تکمیل پا چکے تو میرا فرزند ہرات جاکر دولہن
کو ساتھ لیے آئے۔ سلطان محمود کی والدہ نے اِسبات کو قبول کیا اور اپنے فرزند کے مزید اطمینان کے
لیئے ہرات کی جانب متوجہ ہوئی +

چونکہ زماں شاہ کو یقینی اور نہایت معتبر ذریعے سے معلوم ہو چکا تھا کہ سلطان محمود کی بغاوت اور سرکشی محمد خاں قاچار والی ایران کی امداد اور استظہار کی وجہ سے تھی اور اسنے اِس امید پر کہ خراسان و ہرات میرے مقبوضات میں داخل ہو جائیں سلطان محمود کو اِس بغاوت پر آمادہ کیا تھا لہذا اسنے محمد خاں قاچار کی تنبیہ و تادیب کا عزم بالجزم کرکے لشکر کے مسلح ہونے کا حکم دیا اسی اثنا میں دفعتاً والی ایران کا ایلچی ایک عرضداشت جو اظہار ارادت و عقیدتمندی کو شامل تھی۔ اور ایران کے طرح طرح کے بیش بہا تحفے اور انواع و اقسام کے ہدیے اور ساز و سامان سے آراستہ و پیراستہ گھوڑے لیکر اردوے معلے میں داخل ہوا۔ اور باریابی کی اجازت کے بعد بادشاہ کی شرف آداب سے مشرف ہوکر عرضی اور تحفے تحائف پیش کیے بادشاہ نے ایلچی کے دربار میں داخل ہونے سے پیشتر تمام فوجی افسروں کو حکم دیدیا تھا کہ ہلاح جنگ سے آراستہ ہوکر منتظر حکم رہیں اور اِس میں ایک غرض یہ بھی مضمر تھی کہ سفیر ایرانکا بہادران لشکر شاہی کی شوکت و حشمت چشم عبرت سے دیکھے اور واپس ہونے پر اپنے آقا سے تمام کیفیت بیان کرے۔ الغرض بادشاہ نے محمد خاں قاچار والی ایران کے تحائف و ہدایا نظر قبول سے دیکھے اور ایلچی کو رخصت کرتے وقت کدو خاں بارکزئی کو حکم ہوا جو نہایت دانشمند اور خدا پرست اور صادق القول اور تجربہ کار آدمی تھا کہ مع اطمینانی فرمان اور تحائف و خلعت کے ایلچی کے ہمراہ جائے اور محمد خاں قاچار کے دربار میں حاضر ہوکر پیش کرے۔ چنانچہ کدو خاں بادشاہ کا اشارہ پاتے ہی طیار ہوگیا۔ چلتے وقت بادشاہ نے کدو خاں کو اپنے اصطبل خاص کا ایک نہایت عمدہ گھوڑا اور خلعت فاخرہ عطا فرمایا اور خلوت میں ارشاد کیا کہ شاہ ایران کے لشکر کو اچھی طرح سے معاینہ کیجیو اور جو کیفیت معلوم ہو بے کم و کاست ہمارے حضور میں عرض کیجیو۔ کدو خاں آداب بجالایا اور ایلچی کے ہمراہ روانہ ایران ہوا۔ اسکے بعد بادشاہ قندھار سے روانہ ہوکر رونق افروز کابل ہوا۔

سلطان محمود کی ماں ہرات میں پہونچی تو اسنے فرزند ارجمند کے آگے عبرت آمیز نصایح اور دلپسند نصیحت کے بہت سے اوراق اُلٹے اور طرح طرح سے سمجھایا بجھایا کہ بیٹا اس مرتبہ میں نے شاہی لشکر کے صدمے سے تجھے بچالیا ہے دیکھ خبردار اسکے بعد کوئی ایسی بات تجھ سے ظہور میں نہ آئے جو بادشاہ کی مرضی کے خلاف ہو جو روٹی ٹکڑا خدا نے تجھے دے رکھا ہے اسپر قناعت کر اور میدان حرص میں بھول کر بھی قدم نہ ڈال۔ سلطان محمود نے ماں کے سامنے قسم کھائی اور عہد کیا کہ اسکے بعد سے جبتک دم میں دم باقی ہے مجھسے کوئی ایسی حرکت ہرگز صادر نہوگی جو بادشاہ کے خلاف مرضی ہو۔ الغرض زماں شاہ کو سلطان محمود کیطرف سے خاطر خواہ اطمینان ہوگیا تو

اُسنے تسخیر ہندوستان کا عزم کیا اور بڑی تزک و احتشام سے عزم کیا +

زماں شاہ نے ملک ہندوستان کی تسخیر کا عزم کیا تو امرا دولت اور ارکین دربار نے حاضر خدمت ہوکر متفقہ الفاظ میں گزارش کی کہ ہنوز سلطان محمود طریق اطاعت پر راسخ دم ثابت قدم نہیں ہے اور ہیں اس کی اس ظاہری اطاعت اور تملقانہ مدارات پر کسی طرح بھروسہ نہیں ہوسکتا۔ ممکن ہے کہ حضور ہندوستان کی طرف تشریف لیجائیں اور وہ مایہ فساد موقع پاکر علم بغاوت اونچا کرے اور فتنہ و فساد کی آگ ہر طرف بھڑکا دے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور سفر ہندوستان کو جو خراسان سے بہت دور ہے بالفعل ملتوی کرکے کسی اور وقت کے لیے اُٹھا رکھیں اور مخالف کو کامیاب ہونے کا موقع نہ دیں بادشاہ نے فرمایا کہ اگرچہ سلطان محمود کے عہد و پیمان پر مجھے بھی اعتماد نہیں ہے۔ لیکن اس کی والدہ کے قول و قرار مجھے ضرور تسلی دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اُسنے میرے سامنے ایسے مضبوط و محکم پیمان کیے ہیں جنہیں میں نہایت اطمینان و بھروسے کے قابل سمجھتا ہوں اسصورت میں مجھے امید نہیں ہے کہ اُس کی طرف سے بغاوت و سرکشی ظہور میں آسکے یا وہ ہماری مرضی کے خلاف کوئی بات اُٹھاسکے +

ملک ہندوستان کی تسخیر اور گردنکش سکھوں کی تنبیہ کے لیئے زماں شاہ کا عزم

زماں شاہ جس تاریخ سے تخت نشین ہوا ہمیشہ ملک پنجاب اور ہندوستان کا دلفریب منظر اسکے زیر نظر رہا وہ اپنی تمام دلی مسرتوں اور پرجوش ولولوں کا اسی خاتمہ سمجھتا تھا کہ جس طرح بن پڑے پنجاب و ہندوستان کے صاف اور وسیع میدانوں کو سرکشوں اور متمردوں بالخصوص سکھوں کے خار و خس اور گندگی سے پاک صاف کردیا جائے لیکن ابھی تک اُسکی یہ آرزو دل ہی دل میں پھر رہی ہے کیونکہ اُس کا عہد حکومت شروع ہی سے باہمی خانہ جنگیوں اور پُرزور بغاوتوں میں اُلجھا رہا۔ اور ایک دن بھی خونریزیوں سے خالی نہیں گیا ۱۲۰۷ھ ہجری سے لیکر جو اُسکی حکومت کا ابتدائی زمانہ ہے ۱۲۱۱ھ ہجری تک تمام ملک بغاوتوں کا دنگل بنا رہا اور آئے دن ایک نہ ایک نیا جھگڑا کھڑا ہوتا رہا۔ لیکن اب وہ تمام ہنگامے فرو ہوگئے اور مخالفوں کی بغاوتوں کے علم یک بیک جھک گئے

اس تھوڑے سے اطمینان کے حاصل ہوتے ہی زماں شاہ نے تسخیر ہندوستان کے عزم کا اشتہار دیدیا اور کابل سے کوچ کرکے پشاور میں آ دھمکا یہاں چند روز قیام کرکے جنگ کا ساز و سامان مہیا کیا اور جب سامانِ جنگ حسب دلخواہ طیار و آمادہ ہوگیا تو جمادی الاخری ۱۲۱۱ہجری میں پشاور سے نکلا اور نہایت تزک و احتشام سے نکلا۔ مختارالدولہ حافظ شیر محمد خاں بہادر سراشرالوزرا کو سپہ سالار فوج مقرر کیا۔ اور دو لاکھ روپے انعام میں دلوائے اور چار ہزار مغرق خلعتیں بعض جان نثار افسروں کو تقسیم کیں۔ کوچ کے روز افغانی فوج اس سرو سامان اور جاہ و حشم کے ساتھ آراستہ ہوکر نکلی کہ پشاور کے بڑے بڑے جہاندیدہ اور معمر لوگ جو فوجی جاہ و حشم کے ہزاروں تماشے دیکھ چکے تھے حیرت زدہ رہ گئے +

یہ فوجی سلسلہ پشاور سے چلکر دریائے سندھ پر ٹھیرا اور گذرگاہ اٹک سے کشتیوں کے پل کو عبور کرتا ہوا حسن ابدال میں پہونچا پھر یہاں سے سرائے کالی اور راولپنڈی اور رہتاس کو طے کرتا ہوا دریائے جہلم پر آ دھمکا یہاں بادشاہ نے نزول اجلال فرماکر ایک دو روز قیام کیا۔ ان بعد دریائے جہلم کو عبور کرکے گجرات کے رستہ پر پڑیا اور شاہ دولہ سے ہوتا ہوا دریائے چناب کے کنارہ پر پہونچا جو پنجاب کے تمام دریاؤں میں نہایت وسیع اور عظیم الشان دریا ہے۔ جبوقت چناب کے ساحل پر لشکر پہونچا ہے شام ہوگئی تھی اور مشرقی افق سے سیاہی پھیلتی ہوئی چلی آتی تھی۔ لہذا بادشاہ نے حکم دیا کہ شب اسی کنارہ پر بسر کردی جائے اور علے الصباح دریا پایاب ہوکر اوس کنارہ پہونچنا چاہیئے صبح ہوئی تو لشکر طیار ہوا۔ اور دریائے چناب کو عبور کرکے گوجرانوالہ اور امین آباد کی راہ سے لاہور کے قریب پہونچگیا اور شاہ درے میں۔ جو لاہور سے مغرب کیجانب تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے قیام کیا چونکہ اب دریائے راوی بیچ میں حائل تھا اسلیئے بادشاہ نے اسی موقع پر پڑاو ڈالنے کا حکم دیا +

اس سفر میں پشاور سے لاہور تک لشکر کی کمک مختارالدولہ حافظ شیر محمد خاں کے ہاتھ میں تھی اور وہ سپہ سالار فوج مقرر کیا گیا تھا۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ خیمگاہ شاہی سے ہمیشہ بارہ کوس آگے رہے اور اُردوے معلے کے لیئے رستہ صاف کرتا جائے اسوقت مختارالدولہ کی سرکردگی میں تیس ہزار سوار جرار موجود تھے جنمیں سے اکثر درانی اور بعض دیگر اقوام کے لوگ تھے ان میں سے ہر ایک شخص بہادری و شجاعت میں بے نظیر تھا اور ہر وقت جان نثاری کے لیئے آمادہ۔ بادشاہ نے کوچ کے وقت مختارالدولہ کو تاکیدی حکم دیا تھا کہ پشاور سے لاہور تک کوئی شخص دہقانوں کی کھیتی اور رعایا کے مال و اسباب سے

تعرض نہ کرے اور اُن پر غارتگری کے ہاتھ نہ کھولے ✦

تھوڑے اور ہامر وسکھ شاہی فوج کے اسطرف بڑہنے کی خبر سنکر سرائے کالی اور دریائے جہلم وچناب اور راوی سے بھاگ کر امرتسر کے پہلو موضع بانجھ میں پناہ گزیں ہوئے اور کچھ لوگ بیاہ وستلج کے دوآبوں اور لکھی کے جنگلوں میں جا چھپے اور اپنے اہل وعیال اور اموال واثقال شمالی کوہستان میں جنبو کی جانب روانہ کردیئے الغرض افواج شاہی کے خوف سے ہر گوشہ واطراف میں جاگھسے اور دشوار گذار کوہستانوں اور سنگلاخوں میں پناہ گزیں ہوگئے ✦

القصہ جب مختار الدولہ بہادر دریائے راوی کو کشتیوں کے پل کے ذریعے سے عبور کرکے قلعہ لاہور کے نیچے پہونچا تو فوج کو آراستہ کرکے اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ ترتیب دے کر بڑی کروفر اور حشمت وشوکت کے ساتھ داخلِ شہر ہوا بادشاہ کے حکم سے سارے شہر میں عام منادی کرادی گئی تین روز تک تمام اہل شہر روشنی کریں اور بادشاہ کے جلوہ آرا ہونے کی خوشی میں لاہور کے باشندے رسم چراغاں تازہ کریں۔

لہنا سنگہ حاکم لاہور شاہی فوج کی آمد آمد کی خبر سے نہایت مضطرب وبیقرار تہا اور اُسنے اس وقت بجز اسکے اور کچھ کرتے دہرتے بن ہی نہیں پڑتا تہا کہ لاہور کو چھوڑ کر کہی اور طرف روانہ ہوجائے۔ چنانچہ اُسنے مختار الدولہ کے لاہور میں پہونچنے سے پیشتر ہی قلعہ کی کُنجی میاں شاہ چراغ الدین کے حوالہ کردی جو شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی سلسلۂ اولاد میں ایک نہایت معزز اور ممتاز شخص تھے اور مشائخ پنجاب میں بڑی قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

غرض کہ بادشاہ زماں شاہ غرہ رجب سنہ ۱۲۱۱ ہجری کو داخلِ قلعہ لاہور ہوا اور اُردوئے شاہی قلعہ کے نیچے سے کنار شہر اور دریائے راوی کے ساحل تک برابر پہیل گیا ✦

بادشاہ نے شہر میں داخل ہوکر اور قدرے اطمینان سے کر اپنی فوجی افسروں کو بُلا کر حکم دیا اور تاکیدی حکم دیا کہ دس پندرہ ہزار جنگی سوار شہر لاہور کے قریب سے دس دس میل کے فاصلے پر بطریق طلایہ رات دن پہرے پر کڑے رہیں اور نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے کھڑے رہیں لوگونکا بیان ہے کہ بادشاہ کو لاہور میں داخل ہوئے۔ دوسرا یا تیسرا دن تہا کہ چند باشندگانِ لاہور نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ لاہور کے ہندو مسلمان دونوں قوموں کے تاجروں اور دُکان داروں نے تمام دُکانیں بند کرکے سارے لاہور کو اندوہ وغم کا ماتمکدہ بنا رکھا ہے بادشاہ

یہ سنکر غصہ سے بیتاب ہوگیا اور طیش میں آکر ارشاد فرمایا کہ اگرچہ یہ گستاخ اور بے ادب گروہ سزا وار قتل اور مستوجب عذاب و سیاست ہے لیکن بالفعل انکے لیئے اتنی ہی سزا بس کرتی ہے کہ انسے جزیہ لیا جائے اس حکم کے نافذ ہونے کی دیر تھی کہ شاہی محصل تعمیل حکم پر نہایت مستعدی اور سرگرمی سے آمادہ ہوگئے تحصیلدار ہر ایک شخص کے دروازے پر بیٹھ گیا اور مقررہ جزیہ جبراً وصول کرنے لگا گو ابتدا میں لاہور کے عام مسلمان بھی اس جزیہ سے بری نہو سکے۔ لیکن بعد کو انسے یہ تاوان معاف کردیا گیا طامع اور حریص ہندوؤں نے جنکی سرشت میں بخل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ضرب و شلاق پر بھی جزیہ دینے سے انکار کیا اور جب سیاست تک کی نوبت پہونچی تو انمیں سے بہت سے لوگ کوؤں میں گرگر کر ہلاک ہوگئے اور اسوجہ سے تمام شہر لاہور میں ایک عظیم الشان اضطراب اور انتہا درجہ کا آشوب عام طور پر پھیلگیا متعصب مورخین اس واقعہ کی نسبت زمان شاہ کی طرف کرکے اس کے بے لوث اور پاکدامن پر ظلم کا نجس اور بہت گندہ دھبہ لگا کر اسے سفاک بیرحم ظالم اور نمعلوم کیا کیا کہکر یاد کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو شخص قوانین سیاست اور قواعد سلطنت کی مصلحت کو نظر انداز نکریگا وہ ہمیشہ ایسے موقعوں پر بادشاہوں اور حکمرانوں کو ان برے اور گندے القابوں سے یاد کرتے ہوئے سخت نادم ہوگا سچ پوچھیے تو اس ظلم و ستم کو لاہور کے باشندوں نے عمداً اور دیدہ و دانستہ آپ اپنے لیئے مول لیا کہ رسم چراغاں کو جو ایک نہایت سہل اور آسان امر تھا باوجود سلطانی حکم کے سننے اور امن و امان کی خوشخبری پانے کے یکلخت موقوف کردیا اور قطع نظر اسکے دکانوں کو بند کرکے گھروں میں بیٹھ گئے اسپر قاعدہ سیاست کا تقاضا تھا کہ بادشاہ انہیں حکم عدولی اور بغاوت کی سزا دے اور سخت سزا دے۔ مگر پھر بھی رحمدل بادشاہ نے تحمل اور عالی حوصلگی سے کام لیا کہ صرف جزیہ اور وہ بھی ہر شخص کی وسعت کے موافق اکتفا کیا ورنہ چاہتا تو سب کو ایک سرے سے قتل کرا دیتا اور اسپر بھی کوئی شخص اسے ظالم اور بیرحم اور سفاک کہنے کی جرأت نکرتا۔ کیونکہ شاہی حکم سے عدول کرکے بغاوت کا جھنڈا اونچا کرنا ایسا سخت اور سنگین جرم ہے جسکی تلافی بجز قتل عام کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی ✣

الغرض جب سلطانی جھنڈوں کے نزول اجلال کی خبر نے ملک پنجاب میں اشاعت پائی اور زمان شاہ کے لاہور میں جلوہ آرا ہونے کی بشارت شدہ شدہ اہل پنجاب کے کانوں میں پہونچی تو اسطرف کے اکثر مسلمان سردار جیسے نہال بھٹی اور نظام الدین خاں رئیس قصور اور دیگر زمیندار ملازمت والا میں

مستفید ہونے اور یارو اں طرف سے جوق جوق لوگ آنے لگے ہراول فوج کے افسر کو حکم ہوا کہ ان لوگوں کو اپنی ہمراہی میں رکھے اور کمال احتیاط و ہوشیاری سے آگے بڑھے ۔ اگرچہ فوج ہراول کو کوچ کئے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا مگر صرف ایک مرتبہ سے زیادہ سکھوں سے مقابلہ کی نوبت نہیں آئی اِس مقابلہ میں صرف چالیس سکھ سردار قتل کو پہونچے جن کے سر بادشاہ کے حضور میں حاضر کئے گئے اسی اثنا میں سلطان محمود کے فساد برپا ہونے کی متواتر خبریں پہونچیں اور بڑی تیزی اور خستناکی کے ساتھ پہونچیں ۔ شاہ زماں نے یہ وحشت ناک خبریں سنکر سکھوں کی مہم اور انتظام پنجاب اور ویرانی امرتسر کو جسکا وہ عہد کر چکا تھا موقوف کئے واقعی عن نفس الامری خبر کے انتظار میں خاموشی کے ساتھ بیٹھ گیا ۔ تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ خبر پہونچی کہ تین ہزار سکھ قلعہ شیخوپورہ میں جو لاہور سے پندرہ میل کے فاصلہ پر شمال کیجانب واقع ہے موجود ہیں چنانچہ مختار الدولہ بہادر بادشاہ کے حکم سے چند توپ خانے اور ایک جرار و سفاک فوج لیکر اسطرف روانہ ہوا شیخوپورہ کے قریب پہونچا تو قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ مگر ملا عبد الغفار زماں کی سفارش کیوجہ سے جو پیشتر سکھوں کی قوم میں ایک نہایت معزز اور برآوردہ شخص تھا اور مرحوم احمد شاہ دُرانی کے عہد میں اسلام سے مشرف ہو کر علاء . . . . . . کے مُلا کے لقب سے مشہور و معروف تھا اور شاہی دربار میں وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔ بادشاہ نے اُن کی جان بخشی کر دی اور مختار الدولہ کو محاصرہ اوٹھا کر واپس آنے کا حکم ہوا ۔ یہ لوگ بادشاہ کے خراج گذار اور رعیت قرار دیئے گئے اور ایک عرصہ تک شاہی حکم پر تسلیم خم کیئے رہے ۔ بادشاہ کا عزم تھا کہ ملک پنجاب کے انتظام اور بندوبست کے بعد شاہجہان آباد کے دار الخلافہ اور ہندوستان کی مستقر حکومت میں پہونچکر وہاں کا نظم و نسق عمدہ طور پر کر دے اور مرہٹوں کو انکی بغاوت اور سرکشی کی قرار واقعی سزا دے لیکن چونکہ ہندوستان کی قسمت میں نہ تھا کہ متمرد مرہٹوں اور سرکش جاٹوں اور دیگر امور سلطنت کے مفسدوں کے پنجہ ظلم سے نجات پائے ۔ لہذا اِسی زمانہ میں زماں شاہ سلطان محمود کے فساد و بغاوت کی خبر سنکر لاہور سے دار الخلافہ خراسان کو واپس ہوگیا ۔

زماں شاہ کی لاہور سے خراسان کیجانب مراجعت اور سلطان محمود کی تباہی

زماں شاہ کی لاہور سے مراجعت کرنیکی وجہ یہ ہوئی کہ عطار محمد خاں علی زئی بادشاہ سے بغاوت کر کے

پانچ ہزار فوج کے ساتھ معہ اہل و عیال قندہار سے کوچ کر گیا اور ہرات میں پہونچکر سلطان محمود کو بہکایا کہ قندہار اصل میں تمہارا حصہ ہے اور زماں شاہ نے ظلماً اُسے اپنے قبضے میں لے لیا ہے اگر تم اپنے آبائی حصہ کو لینا چاہتے اور مالک سلطنت بننا چاہتے ہو تو یہی وقت ہے جسمیں تمہیں کامیابی کی پوری پوری امید ہو سکتی ہے۔ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں اور نہ صرف مشورہ دیتا ہوں بلکہ تمہاری امداد پر بہزار جان مستعد ہوں کہ تم فوراً علم جنگ اونچا کرو اور مردانہ ہمت صرف کرکے اپنا حق حاصل کرو اسوقت دُرّانی فوج کا فراہم ہونا اور شاہی فوج کو متفرق و پریشان کر دینا اور قندھار و کابل دونوں کو شاہی قبضہ سے نکال لینا نہایت آسان اور سہل بات ہے بلکہ یہ سب باتیں میرے ذمہ ہیں۔ سلطان محمود بمقتضائے ایام جوانی سلطنت و حکمرانی کی خواہش میں شورش و بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اور فوراً جدید فوج کی فراہمی میں کوشش کی تھوڑے ہی عرصہ میں بہت لوگ اُسکے ساتھ ہو گئے اور وہ قریباً بیس ہزار فوج ساتھ لیکر جسمیں اکثر خراسانی اور کچھ دُرّانی تھے خراسان کی مستقر حکومت سے نکلکر قندھار کی طرف بڑھا۔ حاجی کریمداد خاں کے نامور فرزند زماں خاں اور دیگر بہی خواہان سلطنت نے زماں شاہ کے حضور میں پے در پے عرضیاں روانہ کیں جنکا مضمون یہ تھا کہ سلطان محمود نے پھر علم بغاوت بلند کیا ہے اور ملک میں شورش عام مچا رکھی ہے اُسکا ارادہ ہے کہ ایک فوج عظیم لیکر قندھار کیطرف بڑھے اور بادشاہ کی غیبت میں تخت و تاج کا مالک بن بیٹھے ✤

زماں شاہ اس وحشت ناک خبر کے سنتے ہی ۱۲۱۱ھ ہجری غرہ شعبان کو لاہور سے چل کھڑا ہوا اور دریائے راوی کو کشتیوں کے پل کے ذریعے سے عبور کیا اور دریائے چناب کو جو پنجاب میں سب سے بڑا دریا ہے سودھرہ کی راہ سے جو وزیر آباد سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے طے کرکے گجرات میں پہونچا یہاں ایک دن قیام کیا اور دُرّانیوں میں سے چار جفاکار اور بد اطوار آدمیوں کے جنہوں نے قوم سادات کی بستی کو تاراج کیا تھا پیٹ چاک کرکے قتل کرا دیا۔ دوسرے روز دریائے جہلم کو عبور کرکے اُس پار پہونچا یہاں تین روز قیام کیا اور احمد خاں بارک زئی کو جہلم اور سندھ کی درمیانی حکومت عنایت فرمائی۔ بہادر خاں محمدزئی کو معہ پانسو سواروں کے اور دوستان شاں دُرّانی کو ہزار سوار دیکر رخصت کیا۔ نوراللہ خاں خٹک کو پانسو اور شنگش کو ہانی کو تین سو سوار یوسف زئی کو دو سو سوار دیکر روانہ فرمایا علیٰ ہذا القیاس ہر ایک سردار کو اُسکی حیثیت کے مطابق انعام و اکرام سے گوہری بہرہ ور کر دیا حسن خاں قزلباش کو جسکی ماتحتی میں چار ہزار

سفاک و خونخوار غلام تھے احمد خاں بارک زئی کے ماتحت کرکے حکم فرمایا کہ ملک دوآبہ کے انتظام کرنے اور قلعہ پنڈ دادن خاں کے خالی کرنیکے بعد مع فوج و حشم حضور بدولت میں پہونچے +

غرضکہ شاہی لشکر کوچ بہ کوچ دہتاس اور راولپنڈی اور سرائے کالی اور حسن ابدال کی صعب اور دشوار گذار گھاٹیاں طے کرتا ہوا دریائے سندھ تک پہونچگیا اور گذرگاہ اٹک سے کشتیوں کا پل بناکر دریائے سندھ کو عبور کرکے سترھویں شعبان ۱۲۱۱ ہجری کو داخل پشاور ہوا - یہاں متواتر پانچ روز تک قیام فرمایا اور اٹھارھویں تاریخ کو رونق افزائے کابل ہوا +

کابل پہونچکر معلوم ہوا کہ سلطان محمود کی آتش فساد جو چندروز سے اطراف قندھار میں بڑے زور شور سے بھڑک رہی تھی شاہی جھنڈوں کے اس طرف بڑھنے کی خبر سے سرد ہوگئی اور وہ مایۂ فساد قندھار سے دست کشی کرکے ہرات کی جانب واپس ہوگیا - بادشاہ نے چندروز کابل میں قیام فرمایا - اور لشکر کو حکم ہوا کہ احمال و اثقال کھولکر کچھ آرام کریں استنے میں چند دولتخواہوں کی عرائض سے دریافت ہوا کہ سلطان محمود لڑائی کے قصد سے سامان حرب اور آلات جنگ کی فراہمی و ترتیب میں مشغول ہے اور نہایت مستعدی اور سرگرمی سے مشغول ہے - شہر ہرات کے باہر ایک وسیع اور پر فضا میدان میں خیمے تنے ہوئے ہیں اور ہر طرف سے درانی اور خراسانی فوج جوق جوق چلی آتی ہے - بادشاہ نے یہ خبر معلوم کرکے فوج کو مسلح ہونے کا حکم دیا اور جسقدر لشکر موجود تھا ہمراہ لیکر روانہ ہوا - قندھار میں پہونچکر دوبارہ لشکر کی ترتیب دی اور فوجی افسروں کو فاخرہ خلعتیں اور انعام و اکرام دیکر مالا مال کردیا شاہی فوج سامان جنگ سے تیار ہوچکی تو ہرات کیطرف بڑھنے کا حکم ہوا - یہ فوج ابھی قندھار کی چاردیواری ہی میں تھی کہ افغانوں کی ایک جماعت نے عطا محمد خاں المخاطب بہ حافظ خاں کو قتل کردیا - جو اس شورش و فساد کا بانی اور سلطان محمود کی بغاوت و سرکشی کا محرک تھا اس مایۂ فساد کا قتل خود بادشاہ کے حکم سے ظہور میں آیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ محمد زماں خاں جو بادشاہ کا محرم راز اور واقف اسرار تھا اطراف ہرات میں اسی غرض سے بھیجا گیا تھا اور اسنے مخفی طور پر عطا محمد خاں کا کام تمام کردیا اسوقت عطا محمد خاں ایک محفوظ مکان میں مست خواب تھا اور رات کی تاریکی کی وجہ سے کوئی شخص کسی شخص کو پہچان نہ سکتا تھا محمد زماں خاں ایک جری اور منچلے بہادر افغانی کو جو دولک کے نام سے مشہور تھا ساتھ لیکر اسکے خوابگاہ میں پہونچا اور گلولہ تفنچہ کی ضرب سے قتل کرڈالا - مفسد اور باغی

عطا محمد خاں کے قتل کی خبر جب عام لوگوں میں شائع ہوئی تو سلطان محمود اور اسکے لشکر کے دلمیں
شاہی رعب و داب نے بہت کچھ اثر کیا اور اُسنے مجبور ہوکر ایک عرضداشت جو عجز و انکسار۔ اور
اظہار انقیاد و فرمانبرداری سے پُر تھی۔ اور ساتھ ہی جرایم اور تقامیر کی معذرت کو مشعر تھی۔ روانہ خدمت
شاہی کی جسکا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ "مبلغ دو لاکھہ روپیہ نقد جو ہر سال خرچ و اخراجات کے لیئے حضور
مغفور شاہ بابا کیطرف سے معین تھا حضور کی عہد سلطنت میں مجھ تک نہیں پہونچا امیدہے کہ بادشاہ
حساب کرکے جسقدر رقم واجب الادا ہو مرحمت فرمائیں اور آیندہ سال بسال عنایت ہوتی رہے"
زماں شاہ نے اس عریضے کے جواب میں ذیل کے فقرے ارقام فرمائے "گذشتہ ایام کی رقم کی ادائی
پہنچنا مشکل ہے لیکن آیندہ حضرت شاہ بابا کے عہد کے موافق مقررہ رقم بھیجنے میں دریغ نہوگا"
سلطان محمود اسپر راضی نہیں ہوا۔ اور فوراً آمادۂ جنگ ہوگیا کیونکہ درانیوں کی ایک بہت بڑی
جماعت شاہی لشکر سے علیحدہ ہوکر سلطان محمود کے ساتھ متفق ہوگئی تھی اور وہ ہی اُسے شب و روز
زماں شاہ سے جنگ کرنے پر اُبھارتی اُکساتی رہتی تھی۔ ادہر بادشاہ سلطان محمود کی حرکات
ناشایستہ اور اصرار بیجا سے تنگ ہوگیا تو اپنے نامور فرزند سلطان قیصر کو سردار احمد خاں۔ اور
میر آخور یعنے داروغۂ اصطبل کی معیت میں بطریق ہراولی روانہ فرمایا اور عقب سے چند فوجی افسر جنکو
فتوحات پنجاب کا فخر حاصل تھا اور جنکے ہاتھ میں ایک بڑے خونخوار لشکر کی کمان تھی قندھار کے
نامور اور مشہور سرداروں میں سے منتخب کرکے روانہ کئے اور ارشاد فرمایا کہ موضع فراہ میں پہونچکر
جو قندھار و ہرات کے درمیان ایک سو بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے ٹہر جائیں اور اسی جگہ
کو اپنا صدر مقام اور ہیڈ کوارٹر مقرر کریں +

سلطان قیصر فراہ میں پہونچکر ٹھہر گیا اور ادہر سلطان محمود کی طرف سے ایک عظیم الشان فوج شاہی
لشکر کے مقابلہ میں روانہ ہوئی۔ جانبین سے دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں اور کئی روز تک سخت
معرکہ رہا اتنے میں خود بادشاہ مع افواج جرار کے مقام فراہ میں جلوہ آرا ہوا لیکن جو دشواریاں اور
سختیاں اس سفر میں بادشاہ کو پیش آئیں بیان میں نہیں آسکتیں غلے کی کمیابی ایک طرف تھی اور
گھاس و چارے کا قحط ایکطرف بہت سی مویشیاں اور اکثر سواریاں تلف ہوگئیں اور لشکری لوگ
امراض مختلفہ میں مبتلا ہوگئے سب سے بڑی خرابی اور تکلیف وہ بات جو اسوقت تمام لشکر کو پیش آئی

وجہ سے اس کی کمی تھی کہ شاہی خزانے میں برائے نام ایک پیسہ نہ تھا۔ اور فوجی لوگ عسرت اور تنگ حالی میں بُری طرح زندگی بسر کرتے تھے لیکن اسے زماں شاہ کی خوش قسمتی اور فضل الٰہی شامل حال کرنا چاہیئے کہ باوجود ان تکالیف اور مصائب کے وفادار افسروں اور جان نثار فوجیوں نے بادشاہ کی اطاعت سے مُنہ موڑا۔ اور جان بازی کے جوہر دکھانے کے لئے ہمہ وقت تیار رہے +

سلطان محمود کا شکست کھا کر کوہستان کی طرف بھاگنا

زماں شاہ فراہ میں پہونچا تو سلطان محمود کی والدہ حضور شاہی میں حاضر ہوئی اور درخواست کی کہ بادشاہ اس آتش نزاع کو صلح اور مدارا کے پانی سے بجھا دے لیکن ابھی یہ مسئلہ چھڑا ہی تھا اور جانبین سے بڑے زور شور سے اسپر بحث ہو رہی تھی کہ دفعتاً خبر پہونچی کہ سلطان محمود اپنے برادر حقیقی شہزادہ فیروز الدین اور اہل و عیال سمیت دو سو سواروں کو لیکر ہرات سے فرار ہو کر آوارہ دشت کربت ہو گیا اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ معتمد الدولہ مدار المہام نے قلیج خاں قلعدار ہرات کو بادشاہ کیطرف سے صلے کی اُمیدیں اور قہر کا خوف دلا کر اپنے موافق کر لیا قلعدار نے بغاوت کا علم اونچا کر کے سلطان محمود کو قلعہ میں بند کر دیا۔ اور سپہ سالار افواج صادق خاں اور میرزا ابراہیم خاں کو جو سلطان محمود کا مختار اور باوفا مختار تھا فریب سے قلعہ میں بلا کر قید کر لیا۔ لشکر نے جب دیکھا کہ قلعہ ہاتھ سے جا چکا اور دونوں سردار لشکر قلعدار کے ہاتھ میں گرفتار ہو چکے ادھر بادشاہ افواج کثیر کے ساتھ یلغار کرتا آ رہا ہے تو مجبوراً رات کیوقت ہر ایک نے اپنے وطن اور گھر کی راہ لی اور سلطان محمود کو تنہا چھوڑ گئے اسوقت سلطان محمود اپنی تنہائی اور بیکسی پر رو دیا۔ اور جسطرح بن پڑا شہزادہ فیروز الدین اور اہل و عیال کو ساتھ لیکر دو سو سواروں کی ہمراہی میں ترکستان کے کوہستان کی جانب نکل بھاگا۔ زماں شاہ کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اپنے چند فوجی افسروں کو ہمراہ لیکر فتح و فیروزی کے نقارے بجاتا ہوا شہر ہرات میں داخل ہوا جو تمام خراسان کے شہروں میں نہایت آباد اور پُر فضا شہر تھا۔ قلعہ میں داخل ہو کر بادشاہ نے چندے دم لیا۔ اور حافظ شیر محمد خاں بہادر کو سلطان محمود کے گرفتار کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ وزیر السلطنت فوراً ہرات سے روانہ ہوا اور چند منزلیں سلطان محمود کے تعاقب میں طے کیں۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ سلطان محمود

ترکستان کے دشوار گذار کوہستان میں پناہ گزیں ہے تو اسکی گرفتاری سے مایوس ہوکر مراجعت
کی اور بادشاہ کے حضور میں پہونچکر تمام واقعہ بیان کیا اس فتح کی خوشی میں بادشاہ نے ایک
عظیم الشان جشن کا حکم دیا اور جب سامان جشن مہیا ہوگیا تو تمام اراکین دربار اور افسران فوج کی
موجودگی میں سلطان قیصر کو ولیعہدی کے ممتاز عہدے سے سرفراز فرمایا مشکی خاں خواجہ سراکو
شہزادہ کے تمام کارخانجات کے اہتمام کی خدمت حوالہ کی اور سردار احمد خاں نورزئی ۔ اور
زماں خاں کو ہرات کی صوبہ داری پر مقرر کرکے ایک شایستہ فوج اُن کی ماتحتی میں سپرد کی
اور قلیچ خاں کو ہرات کی قلعداری مرحمت کی ۔ خراسان کے سرداروں اور سلطان محمود کے
ہمراہیوں میں سے جن لوگوں نے شاہی اطاعت پر گردن تسلیم خم کردی تھی اُنہیں کشمیر کے
بیش قیمت کمربند اور شملے اور طلا کار غلافوں میں چھپائے ہوئے عمدہ جہرے عنایت
کرکے سرفراز فرمایا +

بادشاہ زماں شاہ قلعہ ہرات میں مصروف جشن تہا کہ دو خاں جسکا سابق میں مجملاً ذکر ہوچکا ہے اور جو محمد خاں
قاچار والی ایران کے ایلچی کے ساتھ بادشاہ کے حکم سے قاصد بنکر گیا تہا ایران سے مراجعت کرکے حضور میں
پہونچا اور عرض کیا ۔ خدا اور رسول اور قبلۂ عالم کے جنیبۂ تاج کی قسم میں نے جہانتک دیکھا اور غور سے دیکھا
فوج قاچار کو نہایت آرام طلب اور کاہل ضعیف و کمزور پایا ۔ اگر شاہی فوج کا ایک دستہ بھی جس میں صرف
دس بارہ ہزار سواروں سے زیادہ نہوں ایران کیطرف روانہ کیا جائے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا
ہوں کہ محمد خاں قاچار اُسکے مقابلہ کی ہرگز جرأت نہ کرسکے اور فی الفور راہ فرار اختیار کرے ۔ اگر
غلام کی نسبت حکم عالی صادر ہو تو ابھی تہوڑی سی فوج ہمراہ لیکر لشکرکشی پر آمادہ ہوجائے ۔ بادشاہ نے
اسکے جواب میں ابھی کچھہ ارشاد نفرمایا تہا ۔ اور کدو خاں کے بیان پر غور کر رہا تہا کہ محرم ۱۲۱۲ھ کو
محمد خاں قاچار کے قتل ہونے کی خبر پہونچی اور معلوم ہوا کہ قاچار مذکور ایک غلام کے ہاتھ سے سرحد روس
میں قلعہ شُشہ کے قریب قتل ہوا اور اپنے ہی بھتیجے باباخاں کے اشارے سے قتل ہوا ۔ اوّل
اوّل بادشاہ اس خبر کے سننے سے سخت متاثر ہوا مگر پہر کچھہ سوچکر ارشاد فرمایا کہ حافظ شیر محمد خاں
بہادر شاہ رخ مرزا کے دونوں نامور فرزند کو عباس مرزا اور نادر مرزا کو ہمراہ لیجائے اور مشہد مقدس
میں پہونچکر ان دونوں کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ دیکر کمال استقلال اور استحکام کے ساتھ

انتظام کرے اور جب مشہد مقدس کا پورا پورا انتظام ہوجائے تو حضور بادولت میں حاضر ہو عباس میرزا اور
نادر میرزا دونوں شاہ رخ میرزا کے فرزند اور رضا قلی میرزا ابن نادر شاہ کے پوتے تھے کچھ عرصہ ہوا تھا کہ یہ
دونوں محمد خاں قاچار کے دست تظلم سے عاجز ہوکر اور مشہد مقدس کو خدا حافظ کہکر زمان شاہ کی پناہ میں
آگئے تھے بادشاہ نے یہ موقعہ انکے حق میں بہت ہی مناسب خیال کرکے انکی مستقر حکومت پر بااطمینان
تمام پہونچا دیا اور وزیر السلطنت حافظ شیر محمد خاں کو وہاں کے انتظام کے لئے مقرر کیا جسنے اس
مہم کو نہایت سچائی اور دیانت داری سے اپنا فرض منصبی سمجھکر ادا کیا اور جب دونوں شاہزادوں کے
خاطر خواہ مشہد مقدس کا انتظام ہوگیا تو وزیر السلطنت وہاں سے رخصت ہوکر خدمت شاہی میں آحاضر ہوا
ان سب باتوں سے فراغت ہونیکے بعد زمان شاہ نے سلطان محمود کے ہمراہیوں کو جو قریباً دس ہزار
جرار سوار تھے ساتھ لیکر کابل کیطرف مراجعت کرنے کا ارادہ کیا نواح خراسان کے سرداروں نے
بادشاہ سے مستحکم عہد کیا اور حلفاً معاہدہ لکھا کہ اگر سلطان محمود اس ملک میں دوبارہ آئے اور شورش
و بغاوت کا مقصد ہو تو اسکی جواب دہی ہمارے ذمے ہے اور اگر خدانخواستہ اس معاہدہ کے خلاف
کوئی بات ہمسے ظہور میں آئے تو بیشک ہم سیاست سلطانی اور عقوبت شاہی کے متوجب و
سزاوار ہیں۔ بادشاہ نے ان لوگوں کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا اور خراسان کے اطراف
و جوانب کو ممالک محروسہ کی فہرست میں شامل کرکے دلجمعی اور اطمینان کے ساتھ روانہ کابل ہوا۔
رجب کی ابتدائی تاریخوں میں بڑے کر و فر اور شان و شوکت سے کابل میں پہونچا اور فتح ہرات کی
خوشی میں ایک عظیم الشان جشن مرتب کیا +

اسی مہینے میں فیض اللہ خاں کا نامور فرزند اور علی محمد خاں روہیلہ رامپوری کا سعادتمند پوتا نواب غلام محمد خاں
جو اہل فرنگ کے جور و ستم سے مجبور ہوکر اور کسی حیلہ سے نجات پاکر حرمین محترمین کی زیارت کی غرض
سے حجاز کو جاتا تھا دکن اور جے نگر اور کوہاٹ اور پشاور ہوتا ہوا اور فادار خان بہادر کی وساطت سے
معہ دوسو پیادوں اور پچاس اونٹوں کے جو اسباب سے لدے بھرے تھے کابل میں پہونچا۔ اور
بادشاہ کی ملازمت سے شرف اندوز ہوا۔ عنایت خسروانہ اسکے حال پر بلند دل ہوئی اور خلعت
و افزونی مراتب سے سرفراز ہوکر دربار شاہی میں باریابی کی اجازت حاصل ہوئی نواب غلام محمد خان نے
جب بادشاہ کو اپنے حال پر متوجہ دیکھا تو اپنی ریاست کی تباہی و بربادی کا تمام واقعہ بکم وکاست

عرض کیا اور حضور شاہی سے استمداد و کمک کی درخواست کی بادشاہ نے اطمینان بخش کلمات سے اسکی تسلی کی اور نوید امداد سے خورسند فرماکر سور و پے روزانہ بطریق مہمان نوازی مقرر کئے وکیل الرعایا کی وسیع اور پُر فضا حویلی اسکے قیام کے لئے نامزد فرمائی اور تمام ضروریات کے مہیا کرنے میں خاص توجہ مبذول کی ان باتوں کو ایک مہینہ کا عرصہ گزر گیا تو بادشاہ نے وزیر السلطنت حافظ شیر محمد خاں کو طلب کرکے حکم دیا کہ پیش خیمہ مبارک شاہی پشاور کیطرف روانہ کرو کہ ما بدولت ملک پنجاب اور ہندوستان کی تسخیر کی جانب متوجہ ہونگے امرائے دربار اور فوجی افسروں نے عرض کیا کہ ہم کمترین اور وفادار غلاموں نے ابھی دو ہزار میل کی مسافت طے کی ہے جسکی وجہ سے خود ہم اور ہمارے گھوڑے انتہا درجہ کے ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں تفضلات سلطانی سے امید ہے کہ عزم مبارک کو کم از کم دو مہینے کیلئے ملتوی رکھا جائے کہ اسمیں ہمارے گھوڑے بھی فربہ اور تیار ہو جائیں اور ہم میں بھی کچھہ سکت آجائیگی راستی کی کوفت جو اسوقت ہمکو پہونچی ہے سب نسیاً منسیاً ہو جائیگی اور ہم تازہ دم ہو کر جان نثاری اور جانبازی کے جوہر دکھانیکی جرأت کرسکینگے بادشاہ نے فوجی افسروں کی اس التماس کو طوعاً وکرہاً قبول کیا اور دو مہینے تک آرام کرنے اور سامان سفر مہیا کرنیکی اجازت دی ہر محصلوں کو وصول مالیت یعنے رقم خراج وصول کرنیکے لئے کشمیر و سندھ کیجانب روانہ کیا اور ایک جماعت کو خیمہ و خرگاہ اور زنبورکوں کے تیار کرنے پر تعینات فرمایا۔ زمان شاہ کے متعلق جسقدر واقعات سابق میں قلمبند ہوئے وہ واقعات ہیں جو چودہویں شعبان ۱۲۱۲؁ھ تک وقوع میں آئے اسکے بعد حالات اگرچہ بعض تاریخوں میں قدرے توضیح کے ساتھ درج ہیں مگر چونکہ وہ کچھہ ایسے دلچسپ اور قابل ذکر نہ تھے اسلئے ہم نے انکو عمداً قلم انداز کر دیا +

اس سفر ہندوستان میں جو امرائے دربار اور ارکان دولت زمان شاہ کے ہمرکاب تھے ہم اون کے اسمار کی فہرست مختصر طور پر بتانا چاہتے ہیں کیونکہ ہر حکومت میں بعض اہل دربار اور عہدہ داران ملک اپنی زور لیاقت اور حسن تدبیر سے وہ اقتدار حاصل کر لیتے ہیں کہ ان کے واقعات زندگی اور کارنامے سلطنت کی تاریخ کا ایک ضروری حصہ بنجاتے ہیں اور اس بنا پر انکے عام حالات زندگی پر بھی ایک سرسری اور اجمالی نظر ڈالنا تاریخ نویس کا فرض ہو جاتا ہے۔ لہذا ہم نہایت مختصر طور پر بتانا چاہتے ہیں کہ جس زمانہ میں زمان شاہ دار الخلافہ قندھار سے ہندوستان کا سفر کر رہا تھا اوس وقت اوسکے ساتھ کون کون امرا اور عہدہ دار تھے +

(۱) رحمت اللہ خاں صدوزئی کامران خیل المخاطب بہ معتمد الدولہ وفادار خاں بہادر یہ شخص زمان شاہ کی شہزادگی کے زمانے میں اسکا ندیم خواص رہا۔ اور چونکہ ابتدا میں اسی کے پُر زور ہاتھوں نے سلطنت کی ڈوبتی کشتی بچالی تھی اسلئے زمان شاہ کے نزدیک اسکا اقتدار بہت کچھہ بڑھ گیا تھا اور دربار میں کسی شخص کو اسکی مخالفت کا یارا نہ تھا تمام امرائے عالیشان اسے اپنا سرتاج سمجھتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں اسکی طرف رجوع کرتے تھے اسکا باپ فتح اللہ خاں بھی مرحوم احمد شاہ کے عہد میں وفادار خاں کے خطاب سے ممتاز تھا اور دربار شاہی میں ہمیشہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ رحمت اللہ خاں کی دختر شجاع الملک کے عقد نکاح میں تھی جو زمان شاہ کا حقیقی بھائی تھا یہ شخص نہایت عیش پسند خوشامد دوست پُر فنون بظاہر خوش خلق شیریں گفتار تھا اور اسوقت کم و بیش

سال کی عمر رکھتا تھا +

(۲) اشرف الوزرا مختار الدولہ حافظ شیر محمد خان بہادر - یہ شخص نہایت فصیح و بلیغ اور نکتہ شناس تھا اسکے عام اخلاق اور شریفانہ عادات اور بلند حوصلگی اور عالی دماغی سب لوگوں میں مشہور تھی عام لوگوں کے ساتھ نہایت لطف و محبت سے پیش آنا اور دادخواہوں کے حال پر از بس توجہ کرنا اس کا پہلا کام تھا - لوگوں کی سفارش کرنے پر اور تقصیرات کے معاف کرانے میں خاصکر دلچسپی تھی - اس کا باپ اشرف الوزرا شاہ ولی خان بامی زئی تیمور شاہ کے دربار کا معتمد علیہ اور اعلیٰ درجے کا وزیر السلطنت تھا حافظ شیر محمد خان اپنے باپ کے قتل ہونے کے بعد غربا کی طرح معمولی طور پر زندگی بسر کرتا تھا اور عزلت گزینی کو تمام تعلقات پر ترجیح دیتا تھا جب زمان شاہ سریر سلطنت پر جلوس فرما ہوا تو اُسنے اسے مختار الدولہ کا خطاب دیکر وزارت کے عالی منصب سے سرفراز فرمایا اور تمام ایلات درانیہ کا سردار مقرر کیا فارسی مورخوں نے اسکی بابت یہ الفاظ بیان کیے ہیں کہ "اشرف الوزرا مختار الدولہ نہایت خدا ترس رعایا پرور کریم النفس شریف العادت شخص تھا"

(۳) امین الملک نور محمد خان بابر - تیمور شاہ کے عہد سے لیکر اسوقت تک تمام ممالک محروسہ کی دیوانی خدمت سے معزز و سرفراز تھا اور جسکی ماتحتی میں ہمیشہ چار ہزار سفاک و خونخوار غلاموں کا دستہ رہا کرتا تھا نہایت خلیق و بامروت آدمی تھا چونکہ بادشاہ نے اسکی لیاقت اور حسن تدبیر کا اندازہ کر لیا تھا اسلیئے ہر بات میں اسپر اعتماد کرتا تھا اور وزارت مالی معزز کا منصب عطا فرمایا تھا اسکی ایک لڑکی جو حسن و خوبصورتی میں بے نظیر اور عقل و دانش میں بیمثال تھی بادشاہ کے عقد میں تھی اِسوجہ سے بادشاہ اسکی اور بھی عزت کرتا اور گاہ بگاہ اپنے مشورے میں شریک کر لیا کرتا تھا اِس کا سارا چال چلن بالکل مہذبانہ اور عادات و اخلاق شریفانہ تھے اور قطع نظر اسکے رتبقا پرور اشراف دوست عالی حوصلہ رحمدل پرلے درجے کا تھا لیکن باوجود اِن تمام باتوں کے اقوام درانیہ کے نزدیک چنداں وقعت نہیں رکھتا تھا -

یہ تینوں امرا جنکا اوپر ذکر ہوا سلطنت کے مضبوط و مستحکم رکن اور بادشاہ کے بازو سمجھے جاتے تھے باقی اور لوگ جو برائے نام وزیر کہلائے اُن کی گمنام اور چند روزہ وزارت کوئی تاریخی اثر نہیں رکھتی اور اسلیئے اگر اُن کے حالات ہم قلم انداز کر دیں تو شاید نامناسب نہوگا +

عہدہ وزارت کے علاوہ زماں شاہ کے دربار میں جو لوگ دیگر مناصب پر مقرر تھے اپنے فن میں بےمثیل اور یگانہ روزگار تسلیم کئے جاتے تھے اور سلطنت کیطرف سے بھی انکی بہت کچھ عظمت وعزت ہوتی تھی۔ جیسے مرزا رضا علیخاں مستوفی الممالک جو مرحوم احمد شاہ کے زمانے سے اسوقت تک اپنی خدمت پر قائم تھا اور نہایت راستبازی اور دیانتداری سے اپنا فرض منصبی ادا کرتا تھا۔ میرزا ابراہیم خاں موسوی جو بہت سے کارہائے نمایاں سلطانی کی خدمتوں سے مشرف وممتاز تھا میرزا محمد علیخاں موسوی المخاطب بہ کفایت خاں اسکا باپ میرزا ہادی خاں لاری احمد شاہ اور اسکے نامور فرزند تیمور شاہ کے عہد میں پیشی کا منشی تھا لیکن جب اسکا انتقال ہوگیا تو خود میرزا محمد علیخاں اس معزز منصب سے ممتاز ہوا اور کفایت خاں کا خطاب حاصل کیا زماں شاہ کے زمانے میں کشمیر و پشاور کے صوبے کی نیابت ملی اور اپنی حسن لیاقت سے دونوں صوبوں کو راضی اور خوش رکھا۔ یہ شخص اگرچہ عیش پسند اور عیاش مزاج تھا لیکن زبان آوری۔ اور فصاحت وبلاغت اور فیاضی وسخاوت اور اہل دربار سے رسائی پیدا کرلینے میں لاثانی اور ضرب المثل تھا اور ساتھ ہی ماہر علوم اور دانتف فنون بھی تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ زماں شاہ کے عہد میں وفادار خاں کی نسبت زبان درازی کرنے کی سزا میں پایہ اقتدار سے گرادیا گیا تھا جسکی وجہ سے بہت روز تک نہایت تنگ حال اور عاجز رہا لیکن ۱۲۱۳ھ ہجری میں بادشاہ کی والدہ محترمہ کی سفارش اور وفادار خاں نے اسکے قصور سے درگزر کرنے اور اسکے جرائم پر قلم عفو کھینچدینے کیوجہ سے پھر اسکا بازار پُر رونق ہوگیا اور خان زماں کا خطاب حاصل کرکے اپنے پہلے منصب پر قائم ہوگیا۔ اسکا بھائی میرزا احمد خاں بھی بڑا دانا اور ہوشیار آدمی تھا اور فیاضی وسخاوت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔

میرزا شریف خاں منشی بڑا نامور فاضل تھا اور بڑے سے بڑے مضمون کو مختصر لفظوں میں اس خوبی سے ادا کرتا تھا کہ مضمون کا اصلی انشا اور زور پورا قائم رہتا تھا میر ہوتک خاں بہ زماں خاں کا نامور فرزند اور سردار جہاں خاں کا بھتیجا تھا جو ممالک محروسہ کی داروغگی دفتر و اخبار اور ہرکارہ باشی کے منصب سے معزز تھا۔ اسکی خوش اخلاقی اور حسن قابلیت کی ہر جگہ تعریف ہوتی تھی اور انتظام وتدبیر کی ہر موقع پر داد دی جاتی تھی علے ہذا القیاس خواجہ سرا یعنی کی ایک کثیر جماعت بھی اس سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھی جنہیں سب سے معزز اور باوقار التفات خاں نامی خواجہ سرا تھا یہ ابتدا میں زکریا خاں صوبدار لاہور کی خاندان میں زندگی بسر کرتا تھا جو سلاطین تیموریہ کے امرا میں ایک بڑا باشان وشوکت اور مقتدر امیر تسلیم کیا جاتا تھا مگر

احمد شاہ درانی کے زمانے میں اسنے وہ رسائی پیدا کی کہ امرا دربار سے ملکر بادشاہ کا معتمد علیہ قرار دیا
اور عہد زماں شاہ میں تو وہ سرخروئی حاصل کی کہ جواہر خانہ اور مطبخ اور خزانہ کی کنجیاں اپنے ہاتھ میں
لیلیں اور مدار و غگی خزانہ کے ممتاز لقب سے پکارا گیا اصلیں یہ شخص نہایت سلیم الطبع اور صادق القول
تھا اور امانت و دیانت داری میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا۔ دوسرا خواجہ سرا یوسف علیخاں نامی تھا
جو التفات خاں کا نائب اور اسکا آوردہ تھا اگرچہ اسکے متعلق کوئی خدمت شاہی نہ تھی۔ مگر دربار میں
اوسکی ویسی ہی عزت کیجاتی تھی جیسے ایک بڑے معزز منصبدار کی اسکی ماتحتی میں ہمیشہ دوسو سوار
رہتے تھے اور بادشاہ کا حکم تھا کہ جس وقت چاہے بغیر اجازت دربار میں چلا آئے یہ اصل میں
نواب شجاع الدولہ بہادر کے سلسلۂ خاندان میں سے تہا اور اپنے تئیں سادات کی طرف نسبت کرتا تھا
فوجی افسروں اور عہدے داروں کی فہرست نہایت طول طویل ہے مختصر یہ کہ اس سفر میں امین الملک
نور محمد خاں بابر سپہ سالار فوج اور شاہی لشکر کا کمانڈر انچیف تہا اور کمانڈر انچیف بھی اول درجے کا
اسکی ماتحتی میں بارہ ہزار فوج تہی جو ہر وقت اسکے ہمراہ رہتی تہی۔ صادق خاں اور حسن خان دوسرے
درجے کے سپہ سالار تھے جنکی اطاعت میں تین سو حبشی سواروں کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور تین ہزار
دیگر سوار ہمرکاب تھے مشکی خاں جو شہزادۂ قیصر کی حفاظت پر متعین تھا تیسرے درجے کا کمانڈر انچیف
تھا جسکے حکم میں بارہ ہزار شاہی غلام ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے انکے علاوہ اور بھی فوجی افسر تھے
جنکے نام میں نے طوالت کی وجہ سے قلم انداز کر دیئے ہیں +

فوج کی ٹھیک تعداد بتانی بہت مشکل ہے مگر تاریخ سے جسقدر ثبوت ملتا ہے صرف یہ ہے کہ بادشاہ کے
ساتھ جو فوج قندھار سے چلی تھی شتر سواروں اور پیادوں کے علاوہ چھیاسی ۸۶ ہزار تھی اور اگر
پیادوں کو شمار کیا جاوے تو نوے ہزار تعداد تھی جنمیں سے اکثر لوگ بندوق اور نیزہ اور شمشیر
سے مقابلہ کرنے والے اور بعض آتش فشاں آلات سے لڑنے والے تھے ان کے علاوہ پندرہ
ہزار سوار اور تھے جو بہاولپور اور ملتان اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور ڈیرہ غازی خاں وغیرہ سے
آ آکر فوج شاہی میں شریک ہوئے تھے الغرض ملک پنجاب تک پہونچتے پہونچتے بادشاہ کی
سرکردگی میں باستثنائے فوج پنجاب اور رؤسا اور صوبہ داران ممالک محروسۂ درانیہ
ایک لاکھ سفاک و خونخوار سوار جمع ہوگئے اور اس تزک و احتشام کے ساتھ بادشاہ ہندوستان کی

جانب متوجہ ہوا +

شاہ زماں کے ممالک محروسہ کے جو صوبدار اِس سفر میں بادشاہ کے ساتھ تھے اُنکے نام ذیل میں درج ہوتے ہیں

(۱) مخلص الدولہ عبد اللہ خاں صوبدار کشمیر جو ملازموں اور فوج کی تنخواہ ادا کرنے کے بعد علاوہ فرماِشات پشمینہ و شال وغیرہ کے سات لاکھ روپیہ نقد سال بسال حضور شاہی میں روانہ کیا کرتا تھا یہ شخص نہایت خوش ہمت منصف مزاج اور رحمدل تھا اور اپنی حسن تدبیر اور ذاتی قابلیت سے قریبًا چالیس لاکھ روپیہ سالانہ کشمیر سے وصول کیا کرتا تھا جسمیں سے سات لاکھ روپیہ بادشاہ کو اور کچھ وفادار خاں کی خدمت میں نذرانہ کے طور پر روانہ کرتا اور باقی کشمیر کے انتظام میں فوجی ملازموں اور دیگر عہدہ داروں کو دیا کرتا تھا +

(۲) مظفر خاں بہادر صفدر جنگ صدوزئی صوبدار ملتان جو اَبًا عن جدٍ رئیس ملتان اور باشندہ ملتان تھا اِس کا باپ شجاع خاں عہد تیمور شاہ میں اسی منصب صوبداری پر تعینات تھا اور نہایت سچائی اور دیانتداری سے اپنا فرض منصبی ادا کرتا تھا اِس ملک کی آمدنی بہت کم تھی کیونکہ اس کے بہت سے حصے اور شاخیں علیحدہ ہوکر دوسروں کے قبضے میں چلی گئی تھیں۔ اکثر علاقوں پر تو بھاول خاں قابض تھا اور کچھ علاقے سکھوں کے قبضے میں چلے گئے تھے اور ملک جھنگ میں قوم سیال کی ریاست و زمینداری تھی چنانچہ یہ سارا ملک اسی قوم کے نام سے مشہور تھا اور اب بالکل ملتان سے علیحدہ اور خارج ہوگیا تھا اسکی کل آمدنی اور تمام محاصل سکھ لیتے اور باہم خورد بُرد کرتے تھے۔ ملتان کا باقی حصہ قوم صدوزئی کی جاگیر میں تھا۔ جو سلاطین درانیہ کی ہمقوم و رشتہ دار تھی۔ الغرض اس کشمکش میں مظفر خاں کو ملتان سے کوئی معقول رقم حاصل نہیں ہوتی تھی اور وہ صرف تین لاکھ روپیہ نقد علاوہ فرمائشی تحفوں اور ہدیوں کے بادشاہ کی خدمتمیں سال بسال روانہ کیا کرتا تھا۔ یہ شخص خوش دیانت منصف مزاج صاحب تمکین عالی منش تھا اور اسقدر ہیبت و رعب رکھتا تھا کہ فوج صدوزئی کے بڑے بڑے جانباز اور شجاع لوگ اسکے سامنے نقش دیوار کی طرح بےحس و حرکت کھڑے رہتے تھے اور تمام رؤسا اور فوجی افسر اسکی محفل میں اسطرح بیٹھتے کہ گویا بے روح کے جسم ہیں اسکی عملداری میں کسیکو اتنی طاقت و جرأت نہ تھی کہ کسی پر کسی قسم کی تعدی و زیادتی کرسکے اسنے ملتان کے قریب بڑے بڑے مضبوط و مستحکم قلعے تعمیر کرلئے تھے اور اُنہیں مختلف اقسام کے غلوں اور ذخیروں سے معمور کر رکھا تھا۔ شجاع گڈھ جو ایک نہایت آباد اور مشہور مقام ہے ابتک اسکی یادگاری ہے ہے وہاں

(۱) عبدالرحیم خاں ہوتکی صوبہ دار ڈیرہ اسمٰعیل خاں یہ شخص زماں شاہ کا خسر تھا اور چونکہ اسکی لڑکی حسن وجمال میں لاثانی اور بے نظیر تھی اسلئے بادشاہ کو بہت محبوب تھی اور اسی سلسلۂ محبت کیوجہ سے بادشاہ اپنے خسر کی بھی عزت وحرمت قائم رکھنے کی کوشش کرتا تھا مگر چونکہ وہ اصل میں رعیت آزار اور سخت غصیلا تھا ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے بہت سے باشندے اسکے نہ صرف مخالف ہی تھے بلکہ جانی دشمن ہوگئے تھے اور اسیوجہ سے وہ حسب دلخواہ وہاں کی حکومت پر قابض نہ تھا چنانچہ اتنے بڑے ملک سے صرف چار لاکھ روپیہ سالانہ اور وہ بھی بمشکل وصول ہوتا تھا جسمیں سے کچھ تو بادشاہ کی خدمت میں پہونچتا تھا اور کچھ خادموں کی تنخواہ میں صرف ہوجاتا تھا +

(۲) میر فتح علیخاں سندھی ٹھٹھہ اور بھکر کا حاکم تھا یہ شخص اگرچہ ان شہروں پر بالاستقلال حکمرانی کرتا تھا اور خاص شہر حیدر آباد اسکا مستقر الحکومت اور دار الخلافہ تھا مگر ان شہروں اور نیز ملک بلوچستان میں سلاطین درانیہ کا خطبہ وسکہ جاری تھا اور یہ تمام بلاد زماں شاہ کے باجگزار کہلائے جاتے تھے میر فتح علیخاں سال بسال ایک معقول رقم حضور شاہی میں بطور خراج روانہ کیا کرتا تھا اور چھ ہزار مسلح سوار ہمیشہ اسکی طرف سے بادشاہ کے ہمرکاب رہا کرتے تھے +

(۳) زرداد خاں پوپل زئی جو پشاور کا صوبدار اور وہاں کا حاکم تھا اس سفر میں بادشاہ کے ہمرکاب تھا یہ شخص سات لاکھ روپیہ سالانہ جو پشاور اور اسکے اضلاع کے محاصل سے بچتا تھا بادشاہ کے نذر کیا کرتا تھا +

(۴) عبداللہ خاں کابلی المخاطب بہ جان نثار خاں جو اسوقت بھی کابل میں حکومت کرتا تھا پرلے درجے کا متقی اور پرہیزگار اور متشرع تھا اسنے کابل سے تمام نامشروع باتیں جو ایک عرصہ سے رائج ہوگئی تھیں نہایت قابلیت اور حسن تدبیر سے یکلخت موقوف کردیں اور جتنے غیر مہذب اور بے نتیجہ امور اخلاق انسانی پر برا اثر ڈالنے والے تھے سب کو جڑ پیڑ سے اکھیڑ دیا اسوجہ سے بادشاہ اس نیک نیت اور بہی خواہ ملک وقوم صوبہ سے بہت خوش تھا اور اکثر موقعوں پر انعام واکرام سے مالامال کرکے اپنا جوش دلی مسرت ظاہر کیا کرتا تھا +

(۵) امین الدولہ محمد خاں صدوزئی حاکم لیہ بڑا بہادر اور دلیر شخص تھا اسنے شہزادہ ہمایوں کو گرفتار کرکے بادشاہ کے حوالہ کیا تھا اور چونکہ اقوام درانیہ اس وجہ سے اسکی مخالف اور دشمن تھی لہذا وہ انکے خوف سے بادشاہ کے حضور میں باریابی کی طاقت نہ رکھتا تھا جس زمانہ میں ہمایوں شاہ برسر پرخاش تھا اور زماں شاہ سے سخت معرکہ آرائیاں ہورہی تھیں تو بہتیرے درانیوں کے سردار زادے جو ہمایوں شاہ کے رفیق تھے امین الدولہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے اس بنا پر درانی چاہتے تھے کہ جسطرح ممکن ہو اسے سزائے قتل دینی چاہیئے لیکن وہ اپنی خداداد قابلیت اور پولٹیکل لیاقت سے ہمیشہ ان لوگوں سے بچتا رہا اور آخر تک درانیوں کے قابو میں نہ آیا اسوجہ سے بادشاہ نے بھی اسکو اپنے حضور میں حاضر ہونے سے منع کردیا تھا

سلطان حیدر اور سلطان قیصر جو زماں شاہ کے نامور فرزند تھے قندھار کی صوبداری پر متعین تھے یہاں کی ساری آمدنی درانیوں کی تنخواہوں اور جاگیروں میں صرف ہوتی تھی - الغرض عہد زماں شاہ میں اسکے تمام ممالک محروسہ کی

آمدنی ایک کروڑ سے متجاوز تھی اور امرا شاہی کا مواجب سالانہ اگرچہ بنسبت ہندوستانی امیروں کے بہت کم تھا اور اس بنا پر چاہیئے تھا کہ شاہی خزانہ بہت معمور اور لبریز ہوتا۔ مگر باہمی خانہ جنگیوں اور پرزور بغاوتوں کا کچھ ایسا تار بندھا کہ ہمیشہ آمدنی سے زیادہ اور بہت زیادہ خرچ ہوتا رہا یہانتک کہ اس سفر میں جب بادشاہ نے خزانے کی پڑتال کی تو کچھ بھی نقد روپیہ برآمد نہیں ہوا۔ مجبوراً جواہرات وغیرہ فروخت کرکے کچھ روپیہ بہم پہونچایا اور اسی سفر ہندوستان میں خرچ کیا زماں شاہ اصل میں نہایت منصف رحمدل متواضع رقیق القلب خداشناس خوش خلق بادشاہ تھا لیکن افغان مغول اور اوزبک کی جاہل و سفاک قوموں نے اسے نہایت تنگ مزاج بنا دیا تھا یہ دونوں سرکش و تند قومیں اپنی خودسری و بغاوت سے اسے ہمیشہ برہم کرتی رہتی اور اسکے اشتعال طبع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی تھیں مجبوراً اسے سیاست کا کوڑا ہاتھ میں لینا پڑا۔ اور سرکش مغول و افغانوں کی گردن غرور توڑنے کے لیئے سیاست کے سخت قانون ایجاد کرنے پڑے اور باوجودیکہ پیٹ چاک کرنے ناک کاٹنے آنکھیں نکلوا ڈالنے کی سزائیں مقرر ہوئیں مگر تو بھی وہ بدکردار اور ظالم و بیرحم قومیں اپنی بیجا حرکات اور خلق خدا پر ظلم و تعدی کرنے سے باز نہ آئیں +

سنہ ۱۲۱۳ ہجری کے آغاز تک زماں شاہ بادشاہ کی عمر تقریباً تیس سال کی تھی اسوقت اسکی ڈاڑھی بالکل سیاہ تھی اور مدور اب تک چار نامور فرزند ہو چکے تھے سب سے عمر میں بڑا سلطان حیدر تھا۔ دوسرا سلطان قیصر جو لحاظ عمر سلطان حیدر سے چھوٹا لیکن عقل و دانش میں اس سے افضل اور بڑا تھا تیسرا سلطان ناصر چوتھا سلطان منصور۔ زماں شاہ کی والدہ محترمہ جو اسوقت تک زندہ تھی اسکی نگیں مہر اس سجع سے منقش و آراستہ تھی۔ بیت

سپہر رشک بر واز بلندی جاہم کنیز فاطمہ و مادر زمان شاہم

آمدم برسر مطلب جب زماں شاہ سلطان محمود کو ہزیمت دے چکا اور وہ اپنی اہل و عیال اور حاجی فیروز الدین خاں برادر حقیقی سمیت افواج شاہی کے مقابلہ سے مفرور ہوکر آوارہ جبال ترکستان ہوا۔ تو زماں شاہ باطمینان تمام ہندوستان کی تسخیر کے قصد سے کابل میں جلوہ آرا ہوا اور وہاں سے سامان حرب مہیا کرکے نہایت تیزی کے ساتھ متوجہ ہندوستان ہوا لاہور میں نزول اجلال فرماکر پنجاب کا از سر نو بند و بست کیا اور دوبارہ فوج کی ترتیب و آراستگی میں مشغول ہوا علی محمد خاں روہیلہ کا نامور پوتا غلام محمد خاں جو اس سفر میں اردوئے شاہی کے ہمراہ تھا زماں شاہ بادشاہ کا رہبر اور بدرقہ مقرر ہوا تھا اور چاہتا تھا کہ جہانتک جلد ممکن ہو بادشاہ ملک پنجاب کے انتظام کرنے کے بعد فوج جرار کے ساتھ دار الخلافہ شاہجہان آباد کی جانب روانہ ہو مگر اسی اثنا میں دولت خواہوں کی وقائع و عرائض سے دریافت ہوا کہ سلطان محمود نے ہرات کیجانب پھر سر نکالا اور قندھار کے بعض سرداروں کی سازش کیوجہ سے دوبارہ علم بغاوت بلند کیا۔ بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ قندھار کے بعض نامور اور مشہور رئیس چاہتے ہیں کہ سلطان محمود کو پھر ہرات میں طلب کریں بلکہ ہرات کے ساتھ قندھار کو بھی اسکے حوالے کر دیں +

یہ متوحش اور شعلہ انگیز خبریں جب بادشاہ کو پہونچیں تو وہ غصہ سے بیتاب ہوگیا اور نہایت عجلت کے ساتھ قندھار
پہونچا تحقیق کے بعد اُن دو تین سرداروں کو سزائے قتل دی جو حقیقت میں سلطان محمود کے ساتھ متفق ہوگئے تھے مگر سردار
پاینده خان کو جلانے اور تحریک دینے سے بہت سے امرا اور روسا کو بھی بیگناہ تہ تیغ کیا گیا جو سلطان محمود سے علیحدہ اور بالکل
علیحدہ تھے اس سے باقی امرا، دربار اور اراکین دولت میں سخت تشویش پھیل گئی اور انہیں یقین ہوگیا کہ اب ہم پاینده خان کے
ہاتھوں سے زندہ نہیں رہ سکتے کیونکہ اسکا دلی منشا ہے کہ ہم لوگوں کے اعدام و افنا کے بعد اپنے فرزندوں کو جو تعداد میں کثیر ہیں
دخیل امر سلطنت کر دے یہ مشورہ کر کے سب باہم متفق ہوگئے اور حضور زمان شاہ میں پاینده خان کیطرف سے جھوٹی سچی باتیں اور
چغلیاں جا لگائیں یہانتک کہ بادشاہ کا مزاج اسکی طرف سے منحرف ہوگیا اور رفتہ رفتہ یہانتک نوبت پہونچی کہ سلام مجرے
سب یکلخت معدوم ہوگئے اور دربار میں آمد و رفت کی سخت ممانعت کردی۔ بادشاہ کی اس برہم مزاجی اور ناخوشی کے
آثار جب پاینده خان کے نامور فرزندوں پر ظاہر ہوئے جو اٹھارہ بھائی نہایت جوان و پہلوان اور بہادر و دلیر تھے اور مختلف
عورتوں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جیسا کہ تفصیلاً عنقریب ذکر ہوگا تو انہوں نے اپنے محترم و بزرگ باپ کی خدمت میں
حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمیں قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کا مزاج آپ کی طرف سے بگڑ گیا ہے بہتر اور انسب معلوم ہوتا
ہے کہ قبل اسکے کہ بادشاہ آپکی نسبت حکم قتل صادر فرمائے ہم سب قندھار سے بھاگ کر شہر گرشک میں جو ہمارا وطن اور ملک ہے
چلے جائیں اور اس وجہ سے بادشاہ کے پنجۂ غضب سے رہائی پائیں پاینده خان نے بیٹوں کی یہ تقریر سنکر جو سراسر دلسوزی اور خیرخواہی
پر مبنی تھی کہا فرزندان من! جو کچھ تمنے کہا بہت ٹھیک اور درست کہا حقیقت میں بادشاہ کا رخ میری جانب سے
پھرا ہوا ہے اور میں کسیوقت اسکے قہر و سیاست سے مطمئن نہیں ہوں قندھار کو چھوڑ کر کسی امن و پناہ کی جگہ نکلجانا
نہ صرف قرین مصلحت ہے بلکہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان بچانے اور ننگ و ناموس محفوظ رکھنے کے لیئے ضروری اور لابدی
امر ہے لیکن قندھار سے بھاگنے اور کسیجگہ پناہ لینے میں ایک تھوڑی سی خرابی نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ہم یہاں سے
بھاگے تو ضرور ہے کہ اثنار راہ میں کسی امیر یا افغانی کے مکان میں مخفی ہونگے اور جس شخص کے مکان میں پناہ گزیں ہونگے
وہ ہمیشہ تمہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیگا اور کہے گا کہ سردار پاینده خان تمہارا باپ جان بچانے کے خوف سے بھاگ کر ہمارے
گھر میں پناہ گزیں ہوا تھا یہ ایک ایسی عار و شرم کی بات ہے جسے میں تمہارے لئے ہرگز پسند نہیں کرتا اور بھاگ جانے
پر بادشاہ کے ہاتھ سے قتل ہو جانیکو ترجیح دیتا ہوں یہ بہتر ہے کہ بادشاہ مجھے قتل کر ڈالے اور میرے گوشت پوست کو جو
مٹھی بھر سے زیادہ نہیں ہے آگ میں جلا کر پانی میں بہاوے لیکن فرزندان من! میں اس گریز اور فرار کو ہرگز
پسند نہیں کرتا جو تمہارے لیئے موجب طعن اور دوامی عار کا باعث ہو +

آخر الامر زمان شاہ نے پاینده خان کو سرداروں کی بد اندازی کیوجہ سے قتل کرا دیا اسکا فرزند فتح خان جو سب بھائیوں سے
جرأت اور ہمت میں بڑھا ہوا تھا تمام بھائیوں اور انکی اہل و عیال کو ساتھ لیکر قندھار سے نکل کھڑا ہوا اور دشمنوں سے

بچتا دشوار گذار راہیں اور غیر معروف رستہ طے کرتا ہوا اپنے اصلی وطن میں پہونچ گیا۔ وطن میں پہونچکر اہل وعیال کو اطمینان واسکے ساتھ رکھا اور خود مع دیگر برادروں کے سلطان محمود کی خدمت میں پہونچکر سب نے دست بستہ عرض کیا کہ اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں اور اسلیے حاضر ہوئے ہیں کہ تم بادشاہ کے بڑے بھائی ہو اور حق سلطنت رکھتے ہو لہذا آپ ہم تمہیں بادشاہ بنائیں اور تخت قندھار پر جلوہ آرا کرینگے۔ سلطان محمود نے ان کی یہ اجنبی اور نامانوس باتیں اوّل اوّل نہایت بے پروائی سے سنیں لیکن جب اسنے اِن بہادروں اور جان بازوں کو اس بارے میں نہایت سرگرم اور مستعد پایا تو تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد سر اٹھاکر کہا کہ میں سلطنت کا دعویدار کسطرح بن سکتا ہوں؟ اسکے لیے چاہئیے بے شمار فوج انتہا سے زیادہ خزانہ، رشیرا حال یہ ہے کہ نہ تو خزانہ ہی پاس رکھتا ہوں نہ فوج وحشم ہی پھر کس بل پر مدعی سلطنت بن سکتا ہوں فتح خاں نے عرض کیا کہ حضور خزانے اور فوج کی طرف سے بالکل مطمئن ہو جائیں اِن دونوں کا بہم پہونچانا اور حضور کی مرضی کے موافق بہم پہونچانا میرے ذمہ ہے۔ سلطان محمود خدا سے چاہتا تھا کہ جسطرح بن پڑے ایک دفعہ تو حکومت کی باگ ہاتھ میں لیلے اور بادشاہ بن بیٹھے فتح خاں کی اس امداد کو تائید غیبی سمجھا اور اسے اپنا وزیر قرار دیکر دونوں سامان فوج کی درستی میں نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ مشغول ہوئے اودھر زماں شاہ بادشاہ پایندہ خاں اور دوسرے بڑے بڑے سرداروں کے قتل واستیصال سے خلقی نسبت سے اپنی مخالفت کا گمان تھا مطمئن ہوا تو شہزادہ حیدر کو قندھار کی ولیعہدی سے سرفراز فرماکر اور ایک فوج عظیم بعض معتمد علیہ سرداروں کی ہمراہی میں دیکر دوبارہ متوجہ ہندوستان ہوا۔ قندھار سے برآمد ہوکر کوچ بکوچ ملک پنجاب میں پہونچا اور یہاں کچھ روز قیام پذیر ہوکر از سر نو درستی فوج اور اصلاح ساز وسامان میں مشغول ہوا۔ فتح خان کے حق میں یہ موقع بہت اچھا تھا اسنے اپنی قوم کے بہت سے لوگ جنکے کار نمایاں عالم میں مشہور تھے منتخب کئے اور ہتیار افاغنہ ملازم رکھکر ایک نہایت آراستہ اور شایستہ فوج بہم پہنچائی اور جب خاطر خواہ تمام سامان مہیا ہوگئے تو فتح خاں وزیر سلطان محمود کو ہمراہ لیکر قندھار پر چڑھ گیا رات کا وقت تھا اور ہر طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی سلطان حیدر جو قندھار کا ولیعہد تھا میٹھی نیند میں پاؤں پھیلا سوتا تھا اور اسے مطلق خبر نہ تھی کہ فتح خاں اور سلطان محمود قندھار پر یورش کرنے والے ہیں اتنے میں فتح محمد خاں قندھار میں پہونچ گیا اور نہایت جرأت ودلیری سے چند بہادران فوج کو ہمراہ لیکر نوبت خانہ شاہی پر کمند کے ذریعے سے چڑھ گیا اور پاؤں میں سے جوتی نکال کر نہایت زور سے نقارہ پر ماری اور ساتھ ہی باواز بلند یہ الفاظ زبان سے نکالے دور دور محمود شاہ بادشاہ درانی ست" یہ الفاظ ایسے وحشتناکی کے ساتھ لوگوں کے کانوں میں پہونچے کہ سب کے ہوش وحواس جاتے رہے اور نہایت سراسیمگی اور اضطراب کی حالت میں ایک دوسرے کو تکنے لگے اودھر فتح خاں نے بڑی تیزی کے ساتھ نوبت خانہ سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھولا اور محمود شاہ مع فوج کے داخل قلعہ ہوا شہزادہ حیدر کی طرف سے جو فوج دروازے پر متعین و محافظ تھی سلطان محمود کا غلبہ اور تسلط دیکھکر مطیع ومنقاد ہوگئی اور تمام اہل شہر مجبوراً اسکی اطاعت میں آگئی اب سلطان محمود کے لیے رستہ بالکل صاف تھا اور وہ نہایت اطمینان سے آگے بڑھا چلا جاتا تھا فتح خاں نے شہزادہ حیدر اور اوسکے وزرا کو قید کرلیا اور سلطان محمود کو تخت سلطنت پر متمکن کر دیا +

سلطان محمود تخت سلطنت پر جلوہ آرا ہوا تو اسنے اپنے نام کا خطبہ پڑہے جانے اور سکہ جاری ہونے کا حکم دیا اور شہر قندھار اور اسکے اطراف وجوانب میں اپنے نام کی عام منادی کرائی فتح خاں نے تمام خزانہ شاہی جو قندھار میں موجود تہا اپنے قبضے میں کرلیا اور قریباً پچاس ہزار جرار و خونخوار سوار نوکر رکہکر تسخیر کابل کے عزم سے مع سلطان محمود ادہر روانہ ہوا۔ زمان شاہ نے یہ کیفیت تو لاہور سے واپس ہوا۔ اور سلطان محمود سے جنگ کرنے اور اسکی ان پندور بغاوتوں کی بہڑکتی ہوئی آگ بجہانے کی غرض سے مضطرب و سراسیمہ متوجہ کابل ہوا لاہور سے روانہ ہوتے وقت اپنے ہمراہی سرداروں سے مشورہ لیا کہ تم میں سے جو شخص لاہور میں رہنا منظور کرے میں اسے یہاں کا حاکم مقرر کرجاؤں لیکن کسی سردار نے لاہور کی حکومت نظر قبول سے نہیں دیکھی اور کوئی شخص یہاں رہنے پر راضی نہیں ہوا۔ آخرکار زمان شاہ نے مجبور ہو کر سکہوں کے سردار رنجیت سنگہ کو جو اس وقت بادشاہ کے حضور میں حاضر تہا اور نہایت مطیع و منقاد تہا لاہور کا حاکم مقرر کرکے روانہ کابل ہوا اور آندہی مینہ کیطرح جہپٹا ہوا کابل کے متصل پہونچگیا۔ اس اثنا میں سلطان محمود تخت کابل پر جلوس فرما ہوچکا تہا اسنے زمان شاہ کے ادہر آنے کی خبر سنکر جو کچہہ فے الوقت کابل کا انتظام کرتے بن پڑا کیا اور نہایت شایستہ و آراستہ فوج کے ساتہ زمان شاہ کے مقابلہ کے لیئے پشاور کیطرف بڑہا درہ خیبر کے قریب دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں اور سخت معرکہ ہوا انجام کار سلطان محمود غالب آیا اور زمان شاہ اسکے ہاتہ میں قید ہوگیا چونکہ اس سے پیشتر ہمایوں شاہ جو سلطان محمود کا حقیقی بہائی تہا زمان شاہ کے حکم سے نابینا کردیا گیا تہا اسلیئے سلطان محمود نے اپنے بہائی کے عوض میں زمان شاہ کو نابینا کردیا شجاع الملک جو زمان شاہ کا برادر عینی تہا۔ اس معرکہ میں زمان شاہ کے ہمراہ ہوکر داد شجاعت دے رہا تہا جب اسنے دیکہا کہ لڑائی بگڑ گئی تو میدان سے بہاگ کر اپنے خسر کے گہر میں جو خیبر یونکا نامی سردار تہا پناہ گزیں ہوگیا اور سلطان محمود نے مظفر و منصور ہوکر ملک خراسان کے نظم و نسق اور وہاں کے سرکشوں کی تنبیہ و تادیب کے لیئے دوبارہ قندھار کیطرف مراجعت کی۔

حافظ شیر محمد خاں بامی زئی ابن اشرف الوزراء شاہ ولیخاں وزیر احمد شاہ درانی نے جو انتہا درجے کا شجاع و دلاور آدمی تہا یہ واقعہ دیکہا تو مقام خیبر میں خیبریوں و بامی زئی کی قوم کو جمع کیا اور ایک عظیم الشان فوج تیار کرکے شجاع الملک کو تخت سلطنت پر بٹہایا اور بڑی تزک و احتشام کیساتہ سلطان محمود پر فوج کشی کی بہت سی لڑائیوں اور معرکوں کے بعد آخرکار سلطان محمود مغلوب ہوا اور شجاع الملک نے اسے گرفتار کرکے چاہا کہ زمان شاہ کے عوض آنکہیں نکال کر اندہا کردے مگر زمان شاہ نے منع کردیا کہ سلطان محمود کو نابینا نہ کرو کیونکہ اسنے اپنے بہائی ہمایوں شاہ کے قصاص میں مجہے نابینا کیا ہے اور بحث معاوضہ طرفین سے تمام ہوگیا اب میں نہیں چاہتا کہ اسکا سلسلہ آگے کو بہی جاری رہے اور تمام سلاطین درانیہ کور و نابینا ہوجائیں الغرض شجاع الملک زمان شاہ کو فرمانے کی بموجب سلطان محمود کے نابینا کرنے سے دست کش ہوا اور اسکو نہایت حفاظت سے نظر بند کردیا بیان کیا جاتا ہے کہ زمان شاہ نے جس وقت ہمایوں شاہ سلطان محمود کے حقیقی بہائی کو گرفتار کیا تو اسکی دونوں آنکہیں حلقہ آنکہہ سے باہر نکال لی تہیں سلطان محمود نے بہی اگرچہ بہائی کے قصاص میں زمان شاہ کو اندہا کردیا تہا مگر اتنی رعایت

پھر یہی کی کہ صرف سیسے کی سلائی آگ میں لال کرکے آنکھوں میں پھیری جسکی وجہ سے زمان شاہ کی بینائی تو بالکل معطل و بیکار ہوگئی مگر آنکھیں بدستور قائم رہیں یہی وجہ تھی کہ گو اسکی آنکھوں میں بصارت مطلق نہ تھی مگر لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ زماں شاہ کی آنکھیں بالکل صحیح اور قائم ہیں ÷

الغرض شجاع الملک نے چار سال اور چند مہینے بالاستقلال بادشاہی کی لیکن اسکے بعد جب وہ ملک کشمیر کی تسخیر کے لئے اٹھا اور عطاء اللہ خاں اور فتح خاں وزیر کے فرزند سے جو اس زمانہ میں کشمیر کا صوبدار تھا لڑا تو وہ سخت معرکہ کے بعد سیر غالب آیا شجاع الملک کی فوج شکست کھا کر بھاگی اور وہ خود قلعہ کشمیر میں نظربند ہوگیا۔ سلطان محمود نے فوراً قید سے رہائی پا کر اپنا زور بڑھایا اور کابل و قندھار میں اپنا عملہ و خلہ پورے طور پر کرلیا ہرات کی حکومت حاجی فیروز الدین کو جو اس کا حقیقی بھائی تھا عطا ہوئی اور تمام خراسان اپنے زیر حکومت لاکر قندھار میں قیام پذیر ہوا۔ جو قدیم سے سلاطین درانیہ کا مستقر الحکومت اور دار الخلافہ چلا آتا تھا۔ تھوڑا عرصہ گذرنے کے بعد سلطان محمود کے فرزند شہزادہ کامران نے جو قندھار میں باپ کے ساتھ تھا بار بار خدمت شاہی میں عرض کرنا شروع کیا کہ شہر ہرات حاجی فیروز الدین کی ماتحتی سے نکالکر میرے حوالہ کردیا جائے۔ لیکن سلطان محمود اسکی یہ درخواست محبت کے کانوں سے نہیں سنتا تھا اور ہمیشہ ٹالدیا کرتا تھا کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اکثر قبائل شاہی ہرات میں موجود ہیں جو حاجی فیروز الدین سے صرف زبانی ساز باز رکھتے ہیں بلکہ دل سے موافق ہیں اور اس صورت میں بغیر جنگ کئے اور فیروز الدین کے بدون مغلوب کئے ہرات کو اپنے قبضہ میں لانا محال ہی نہیں بلکہ محض ناممکن ہے بایں لحاظ وہ شہزادہ کامران کی درخواست پر چنداں توجہ نہیں کرتا تھا اور جب کبھی زیادہ زور دیکر کہا جاتا تو دنوں اور گھنٹوں اسپر غور و تامل کیا کرتا تھا یہانتک کہ فتح خاں جو اب وزیر سلطنت کے معزز و ممتاز لقب سے پکارا جاتا تھا صوبہ کشمیر وغیرہ ممالک مفتوحہ کا انتظام کرکے قندھار میں پہونچا اور سلطان محمود کے حضور میں حاضر ہوا تو اسنے شہزادہ کامران کی خواہش و درخواست کا اظہار کیا وزیر سلطنت نے عرض کیا کہ بغیر فیروز الدین کے مغلوب کئے ہرات پر قبضہ کرنا مشکل ہے اور فیروز الدین کے مغلوب کرنے اور باشندگان ہرات سے جنگ کرنے میں جسقدر دقتیں پیش آنے والی ہیں انکا صحیح اندازہ آپ کرسکتے ہیں اگر مرضی مبارک ہو تو میں حکمت عملی سے قلعہ ہرات کے خالی کرانے کی کوشش کرسکتا ہوں امید ہے کہ کامیاب ہونگا اور بغیر جنگ و جدل آپکا مطلب نکل آئیگا سلطان محمود نے فتح خاں کی اس رائے کو بہت پسند کیا اور اجازت دی کہ جسطرح بن پڑے اس مہم کا سرانجام دینا چاہیئے اور بہت جلد دینا چاہیئے چنانچہ فتح خاں نے ازراہ مکر و فریب سلطان محمود سے بغاوت ظاہر کی اور بطریق جنگ زرگری نواح قندھار میں بادشاہ کے مقابلہ میں صف آرا ہوا متواتر دس پندرہ روز تک طرفین سے مصنوعی جنگ ہوتی رہی اور جانبین سے توپ و تفنگ سر ہوتی رہیں یہانتک کہ قریب و بعید کے سب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ فتح خاں وزیر سلطان محمود سے باغی ہوگیا اور قندھار کے میدان میں سخت معرکہ آرا ہوا جب یہ جعلی خبر جو سراسر فتنہ و فساد سے لبریز تھی تمام اطراف و جوانب میں منتشر ہوگئی تو فتح خاں دفعتہً فوج شاہی کے مقابلہ سے بھاگا۔ اور

پناہ لینے کے لئے شہر ہرات کی جانب متوجہ ہوا +

شہزادہ فیروزالدین کو قرائن سے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ فتح خاں وزیر مجھے دہوکا اور فریب دیکر قلعہ اور شہر ہرات کو لینا چاہتا ہے چنانچہ اسنے یہ خبر سنکر کہ وزیر السلطنت مع فوج عظیم ہرات کی طرف بڑھا چلا آتا ہے اپنے تمام لشکر کو مسلح ہونیکا حکم دیا اور شہر کے باہر ایک کھلے میدان میں صف آرا ہو کر آمادہ جنگ ہو گیا فتح خاں نے اپنی فوج کے تین حصے کیے ایک حصہ تو اپنے بھائی دوست محمد خاں کی سرکردگی میں دیگر شہرات کی تسخیر کے لئے روانہ کیا اور دوسرا حصہ دوسرے بھائی کی تعیناتی میں مقرر کر کے قلعہ ہرات کی طرف بھیجا جو شہزادہ فیروزالدین کے مقابلہ میں بیرون شہر اتر پڑا۔ دوست محمد خاں جو انتہا درجہ کا دلیر اور سفاک شخص تھا بڑی تیزی اور عجلت کے ساتھ خاص شہر ہرات پر حملہ آور ہوا اور تھوڑی سی لڑائی کے بعد اس فوج پر غالب آ گیا جو حفاظت شہر پر تعینات تھی شہر کے فتح ہوتے ہی دوست محمد خاں کے ہمراہیوں نے غارتگری کا ہاتھ کھولا اور عام لوگوں کے مال و اسباب کی تاراجی کی علاوہ حرمسرائے شاہی کا سارا مال و اسباب جو وہاں موجود تھا بڑی بیرحمی کے ساتھ لوٹ کھسوٹ لیا اور سب سے زیادہ بیرحمی یہ کی گئی کہ شہزادہ کامران کی بہن کا ازار بند جو دو لاکھ روپے کی قیمت رکھتا تھا اس شلوار میں سے جبراً کھینچ لیا گیا جو اسکے جسم کو چھپائے ہوئے تھا +

قلعہ اور شہر میں غارتگری و تاراجی کا بازار گرم تھا کہ دفعتہً فتح علیخاں قاچار والی ایران فیروزالدین کی کمک کیلئے تین لاکھ جرار فوج لیکر آ پہونچا یہ موقع فتح خاں وزیر کے لئے نہایت نازک اور اندیشناک تھا کیونکہ اسکے پاس وہ تین لاکھ ایرانی فوج کے مقابلہ کیلئے لشکر نہ تھا اور جو تھا اسکے دو حصے پہلے ہی سے شہر و قلعہ کی حفاظت میں مصروف تھے صرف ایک حصہ تھا جو ایرانی فوج کے مقابلہ میں صف آرا تھا لیکن وہ رے شجاعت کہ اسنے صرف اسی حصہ کو ترتیب دیکر ایرانی لشکر پر حملہ کیا اور اس سختی اور تیزی کے ساتھ کیا کہ پہلے ہی حملے میں علم برداروں کی صف تک پہونچ گیا اور لشکر کی صفیں کی صفیں الٹ دیں فتح خاں وزیر اور اسکے ساتھ حاجی خاں کاکر نے اس معرکہ پر جو کارنمایاں کیے ہیں اور بیمثال شجاعت کے جوہر دکھائے ہیں اوسے بہت عرصہ تک زمانہ بھول نہیں سکتا اور رات دن کا اختلاف زمانہ کا انقلاب تاریخی صفحات پر سے مٹا نہیں سکتا غرضکہ بہادر اور نامور شہسوار فتح خاں نے قاچار والی ایران کو شکست دی اور مشہد مقدس تک جنگ کرتا ہوا فوج کا تعاقب کیا فتح علیخاں قاچار وہاں سے پلٹ کر ایران پہونچا اور انتہا درجے کی رسوائی و ناکامی کے ساتھ پہونچا شہزادہ کامران نے حرمسرائے شاہی کے مال و اسباب غارت کیے جانے خاصکر اپنے ہمشیرہ کے ازار بند اور وہ بھی اس عریانی اور بیحرمتی کے ساتھ تاراج ہونے کی خبر سنی تو غصہ سے پیچ و تاب میں آ گیا اور خود شہر ہرات میں پہونچکر جو اس وقت خالی اور تاراج کیا ہوا پڑا تھا یہیں کر رہتا تھا بندوبست کیا فتح خاں وزیر کو بھی دوست محمد خاں کی یہ گستاخی و بے ادبی جو عصمت سرائے شاہی کی نسبت اس سے ظہور میں آئی نہایت ناگوار اور شاق گزری اسنے فوراً اپنے بھائی کو تہدید و تخویف سے بھرا ہوا ایک خط لکھا تھا جسکا مضمون یہ تھا کہ "تو نے یہ ایک ایسی بیجا حرکت کی ہے جسکی وجہ سے مجھے اور میرے ساتھ میرے تمام خاندان کو بدنام اور روسیاہ کیا ہے اور میرے بے لوث دامن پر ایسا بدنما اور ناپاک دھبا لگایا ہے جسے میں قیامت تک تمہاری تدبیروں کی تیز چھریوں سے بھی نہیں کھرچ سکتا۔ اگر میں شاہ ایران اور حاجی فیروزالدین کی مہم سے زندہ و سلامت واپس آیا تو اس گستاخی اور سوء ادبی کی پاداش میں ضرور تیری جان لونگا"۔ دوست محمد خاں اس

مضمون پر مطلع ہوتے ہی ہرات سے بھاگ کھڑا ہوا اور کشمیر کو پناہ کی جگہ خیال کرکے وہاں مخفی ہو گیا۔ مگر صوبدار کشمیر نے فتح خاں
کے ایما سے اسے گرفتار کر لیا اور عرصہ تک نہایت احتیاط و حفاظت کے ساتھ ایک مکان میں بند رکھا۔

فتح خاں وزیر السلطنت فوج ایران پر فتحیاب ہو کر اور شہزادہ فیروز الدین کی فوج کو شکست دیکر شاداں و فرحاں ہرات میں آیا
اور دوسرے روز شہزادہ کامران کے حضور میں حاضر ہو کر فتح کی نذر گذرانی۔ شہزادہ کامران ہرات کے عموماً باشندوں کی طعن و تشنیع خاص کر
اپنی ہمشیرہ کی بیعزتی اور دیگر بیگمات حرم سرا شاہی کی بے عصمتی پہلے ہی سے خار کھائے بیٹھا تھا اور اس کا گمان تھا کہ فتح خاں وزیر کے اشارہ سے
اسکا بھائی اس ناشائستہ اور بیجا حرکات کا مرتکب ہوا ہے اور اسکی کئے سے بموجب عمل بادشاہی میں نازنگری کی گئی ہے چنانچہ دو
جب فتح خاں شہزادہ کامران کے حضور میں سلام کرنے کو پہونچا تو اسنے فوراً حکمت عملی سے قید کر لیا اور نہایت بیرحمی اور سنگدلی سے
اسکی آنکھیں نکلوا ڈالیں دوسرے روز ہوا تو فتح خاں کو مع اسکے اہل و عیال کے قندھار روانہ کر دیا گیا اور ساتھ ہی تمام واقعہ سلطان محمود
کے گوش گزار کیا گیا بادشاہ نے یہ واقعہ معلوم کرکے نہایت افسوس کیا اور انتہائے قلق و اضطراب میں شہزادہ کامران کو حد زیادہ ملامت کی
اور لکھ بھیجا کہ فتح خاں جیسے بہادر اور شجاع اور نمک حلال وزیر کو جو تونے بیگناہ بے قصور اندھا کر دیا ہے اس کی سزا میں اگر میں تجھے
نابینا کر دوں تو مناسب ہوگا بہتر یہ ہے کہ اسکے بعد تو مجھے اپنا منہ نہ دکھا ورنہ میں اسکا قصاص لینے کو ہمہ وقت تیار ہوں۔
اسکے بعد جب فتح خاں حضور شاہی میں حاضر ہوتا بادشاہ اسکی تسلی و دلجوئی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتا اور بار بار درخواست کرتا کہ بدستور
سابق منصب وزارت بحال و برقرار رہے چنانچہ ایکدن کا ذکر ہے کہ فتح خاں معمولاً دربار میں حاضر ہوا بادشاہ نے اسکی بہت
تشفی کی اور عہدہ وزارت سے سرفراز کرنا چاہا۔ مگر فتح خاں نے اس بار گراں کے اٹھانے سے انکار کیا اور نہایت لجاجت سے عرض کیا
کہ حضور والا! اب میں اس حبہ کا متحمل نہیں ہو سکتا کیونکہ نابینا اور اندھا آدمی سلطنت کے مہمات کو کسی طرح انجام نہیں دے سکتا مجھے
اس خدمت سے معاف فرما کر اپنے دعاگوؤں کے سلسلہ میں داخل فرمائیں البتہ میرے بھائیوں میں سے جس کو لائق اور قابل تصور
فرمائیں اس معزز منصب سے ممتاز فرمائیں اور اس صورت میں اسکا منصب وزارت سے سرفراز ہونا گویا میرا ہی سرفراز ہونا ہے۔

الغرض امیر دوست محمد اور اسکے بھائیوں کے عناد و عداوت کا سلسلہ جو خاندان درانیہ کے ساتھ قائم ہوا اسکی دو وجہیں تھیں
ایک زمان شاہ کا اسکی باپ سردار پایندہ خاں کو بیگناہ قتل کرنا دوسرا اسکے بہادر اور شجاع بھائی فتح خاں کو بغیر کسی جرم کے نابینا کرنا جو
شہزادہ کامران کی جہالت و ناتجربہ کاری سے وقوع میں آیا یہی دو بڑی وجہیں تھیں جنکے سبب سے فتح خاں کے سترہ بھائی سلاطین
درانیہ کی خاندان سے برہم ہو کر اسکے تباہ و برباد کرنے میں کوشاں ہوئے چنانچہ فتح خاں کے نابینا ہونے کے بعد سب نے بیٹھکر باہم مشورہ
کیا کہ شجاع الملک سے سلطنت چھین لیجائے اور بجائے اسکے میر واعظ کو جو صحیح النسب سید ہے اور بڑا جاہ و جلال اور رعب و داب کا
آدمی ہے ملک خراسان میں بادشاہ بنایا جائے اور زمانہ زندگی تک ہمیں اسکا معین و مددگار رہنا چاہیئے
تاکہ خاندان درانیہ میں سے کوئی شخص بادشاہ ہونے نہ پائے۔

شجاع الملک جو اس زمانہ میں کشمیر سے رہائی پاکر پشاور میں سلطنت کرتا تھا فتح خاں کے بھائیوں کی اس مصلحت سے آگاہ ہو کر

کابل میں چلا گیا اور سید واعظ کو بے قصور نہایت بیرحمی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ محترم سید کے سینہ پر جب ظالم شجاع الملک
نے نہایت عاجزانہ اور ملتمسانہ لہجے میں کہا کہ شجاع الملک مجھے قتل نہ کر کیونکہ میں محض بے قصور ہوں اور اگر تجھے یہ خیال گزرا
حشمت مند ہوں تو سن لے میں ہرگز اسکا آرزومند اور متمنی نہیں ہوں لیکن باوجود اسکے اگر تو ناحق ناروا میرے خون سے
اپنا خنجر رنگین کریگا اور مظلوم و بیگناہ پر بیرحمی کریگا تو سن لے اور غور سے سن لے کہ تیری اور تیرے ساتھ تمام درانیوں کی سلطنت و
حکومت تباہ و برباد ہو جائیگی۔ بزرگ سید کی یہ تقریر اگرچہ نہایت موثر اور نتیجہ بخش تھی مگر شجاع الملک پر اسکا اثر کچھ بھی نہیں ہوا
نے فوراً مظلوم سید کو خون میں نہلا دیا مگر مظلوم کی آہ بے اثر نہیں گئی اور جیسا اسنے فرمایا تھا عنقریب ظہور میں آیا۔
بزرگ سید کی شہادت کی خبر سنکر خاص شہر کابل اور اسکے نواح کے باشندے اور افاغنہ جو محترم شہید کے معتقد تھے دفعتہً شجاع الملک سے
بگڑ بیٹھے اور سارے ملک میں عام شورش پیدا ہو گئی یہانتک کہ شجاع الملک کو کابل میں ٹھیرنا بن نہ پڑا اور بھاگ کر اُس وقت کابل سے نکلکر لاہور پہونچا
یہاں رنجیت سنگھ نے جو تمام ملک پنجاب پر قابض تھا شجاع الملک کا بڑی جوش مسرت کے ساتھ استقبال کیا اور نہایت عزت و احترام کیساتھ
شہر میں لیجا کر ایک آراستہ و پیراستہ مکان میں اُتارا اور انتہا درجے کی تعظیم و توقیر سے پیش آیا اکثر اوقات خود اسکے پاس حاضر ہوتا
اور ضروری مصارف کیلئے لاکھ دو لاکھ روپیہ مہینے میں بھجدیتا ابھی شجاع الملک کو دو تین ہی مہینے گزرے تھے کہ اسکے
دیوان و مختار نے کہ وہ دونوں ہندو تھے شجاع الملک سے ناخوش ہو کر رنجیت سنگھ سے سازش کرلی اور شجاع الملک کے
راز کو فاش کر کے عرض کیا کہ تم جو یہ زر کثیر شجاع الملک کو دیتے ہو محض بے سود اور بالکل بے نتیجہ ہے وہ کچھ ایسا محتاج نہیں ہے
علاوہ کثیر التعداد جواہر کے جو اسکی پاس ہیں موجود ایک بڑا خزانہ کوہ نور رکھتا ہے جسکی قیمت اسوقت کسی سے لگ نہیں سکتی اسکا یہاں پر رہنا
ہمارے لیئے سخت مضر ہے کیونکہ اُسے ہمیشہ ملک پنجاب کی تسخیر کا داعیہ ہے اور وہ کھلم کھلا کہتا ہے کہ میرے بھائی زمان شاہ
نے اپنی طرف سے رنجیت سنگھ کو لاہور کا حاکم مقرر کیا ہے میں جب چاہونگا حکومت پنجاب اپنے قبضے میں کرلونگا چنانچہ آجکل
وہ اسی فکر میں ہے اور فوج افاغنہ کو برابر بھرتی کر رہا ہے تاکہ سامان جنگ مہیا ہو تو سارا ملک پنجاب تمسے چھین کر اپنے قبضے میں کرلے
رنجیت سنگھ جو نہایت لالچی اور طامع شخص تھا اُن دونوں مفسد نمکحرام ہندوؤں کی جھوٹی سچی باتوں میں آگیا اور برخلاف
وضعداری شجاع الملک کو قید کرلیا۔ قید میں اسقدر سختی اور شدت برتی کہ جبراً اور قہراً اسکے تمام جواہرات مع کوہ نور کے
چھین لیئے اور طرح طرح کی جگر خراش تکلیفیں اور جانگزا مصیبتیں پہونچانی شروع کیں۔ الغرض ایک عرصہ تک بیچارہ
شجاع الملک رنجیت سنگھ کی قید اور شدید قید میں بُری طرح زندگی بسر کرتا رہا حتے کہ اسکے ہمراہی افغانوں نے بڑی مشکلوں اور
دقتوں سے اُسے قید سے چھڑایا کہ دور سے نقب لگا کر اسکی خوابگاہ تک پہونچ گئے اور زمین کے اندر ہی اندر سے بھگا کر باہر
نکال لائے۔ شجاع الملک رنجیت سنگھ کی قید سے رہائی پاکر کوہستان کی دشوار گزار راہیں طے کرتا ہوا افتان
و خیزان لودھیانہ میں آیا اس زمانہ میں یہاں سرکار کمپنی انگریزی کی فوجیں پڑی ہوئی تھیں شجاع الملک نے
اُن سے پناہ کی درخواست کی اور انہوں نے نہایت امن و اطمینان سے اُسے اپنی پناہ میں لیا اور نہ صرف

پناہ میں لے لیا بلکہ ایک مدت تک اسکے رتبے اور شان کے لائق حفاظت و نگرانی کرتے رہے ÷

جسوقت فتح علیخان قاچار بادشاہ ایران کے نامور فرزند محمد شاہ بادشاہ نے ہرات پر یورش کی جو شہزادہ

قندہاری تو انگریزی گورنمنٹ بہادر نے بموجب درخواست شجاع الملک کے اُسے ہرات کی تسخیر کے

قندھار کی جانب افواج عظیم کے ساتھ روانہ کیا اور جب سرداران انگریز بہادر کابل و قندھار میں پہنچے تو شجاع

کو تخت خراسان پر اسوجہ سے بٹھایا کہ یہ اسکا موروثی ملک تہا لیکن یہ تخت نشینی برائے نام تہی یعنے اگرچہ تخت حکومت

پر شجاع الملک جلوہ فرما تہا لیکن تمام کام اور عملے گورنمنٹ انگریزی کے ہاتھ میں تہے۔ اس میں شک نہیں

شجاع الملک کے حقمیں صورت بہی نہایت اطمینان بخش اور تسلی دہ تہی مگر اسکی ضعف طالعی او ناساعدت بخت سا

کی طرح ہر وقت اسکے ساتھ تہی جسنے اُسے اس حالت میں بہی چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ یعنے باوجودیکہ انگریزی

گورنمنٹ اسکی نہایت خیرخواہ تہی اور اعانت و امداد میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی تہی مگر پہر بہی کابل

و قندھار کے افغانوں نے شورش کرکے شجاع الملک اور اسکے وزیر مسٹر مکناٹن صاحب کو قتل کرڈالا اسوجہ سے

سرکار انگریزی نے اس ملک سے دست کشی کرکے اپنی تمام فوج کو حدود افغانستان سے اُٹھالیا اور ہندوستان

کی طرف مراجعت کی ÷

سردار پاینده خاں بارک زئی کے فرزندوں کے نام جنکا ذکر اوپر گذر چکا ہے ذیل میں درج ہوتے ہیں ÷

تیمور قلیخاں۔ نواب اسد خاں۔ فتح خاں وزیر سلطان محمود جسے شہزادہ کامران نے نابینا کردیا تہا۔

محمد عظیم خاں صوبہ دار کشمیر۔ یہ چاروں حقیقی بہائی تہے اور ایک ہی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے

تہے۔ نواب عبد الصمد خاں جسے سید احمد نے قتل کیا۔ امیر محمد خاں۔ امیر دوست خاں۔ یہ

۱۲۶۴ ہجری تک زندہ رہا اور آخر عمر تک رئیس کابل رہا۔ یہ تینوں بہائی ایک بطن سے پیدا ہوئے

تہے۔ کہن دل خاں۔ مہر دل خاں۔ جبار خاں اسنے امیر دوست محمد خاں اپنے سوتیلے بہائی

کے قبائل کو کابل میں قید کرادیا تہا۔ یہ تینوں ایک ماں کے بطن سے تہے۔ شیر دل خاں

پیر دل خاں۔ رحم دل خاں۔ یہ ایک بطن سے تہے یار محمد خاں۔ سلطان محمد خاں یہ دونوں

رنجیت سنگہ کے ملازم و رفیق تہے اور اخیر تک والی لاہور کے نوکر رہے۔ پیر محمد خاں

سید محمد خاں یہ دونوں ایک بطن سے تہے ÷

تمت بالخیر

کتبہ

احقر العباد حامد میرزا

الفاروق ۔ یعنے سوانح عمری حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤلفہ شمس العلما
مولانا مولوی شبلی نعمانی قیمت فی جلد عہ

الہارون ۔ یعنے سوانح عمری خلیفہ
ہارون الرشید اعظم مع نقشہ سلطنت
عباسیہ و دار الخلافہ بغداد ۔ ۔ ۔ ۸؍

عجیب و غریب ناول

کیفر کردار ۔ یہ ناول انتہا درجہ حیرت
انگیز اور عبرتناک ہے اور مزہ یہ کہ کمال
ظرافت اور شریفانہ مذاق کا اعلیٰ نمونہ
غرض یہ ناول خود اپنی نظیر ہے ۔ قیمت عہ

اسلم اور حبیبہ ۔ یاس و حرمان کا فوٹو شاہانہ
طبائع کی کشمکش اگر کوئی دیکھنا چاہے
تو اس ناول سے پوری کیفیت معلوم
ہوتی ہے ۔ اس میں جسقدر درد ہے
اسیقدر مایوسی کے بعد امید وصل کا سبز
باغ بھی دکھایا گیا ہے ۔ قیمت فی جلد ۱۲

ہیسٹر کی کنی ۔ معروف اصل سے
خطا نہیں کم اصل سے وفا نہیں ایسا البیلا
اور مکمل ناول ہے ۔ اردو زبان کا پارس
ڈاسفہ کی جان ایک ہندوستانی ریاست کا
حالی تاریخ کا مختصر حصہ ہے تین ہشتری قیمت
زیادہ اور حلاوہ ۔ کامل مصنفہ مولوی
محمد عبد الحلیم شرر ۔ اس سے بڑھکر شرر کی
تصانیف میں کوئی ناول نہیں ہے
قیمت ہر دو حصہ فی جلد ۔۔۔۔۔ عہ

ہر دلعزیز ۔ رشیدا اور دلبر کے عشق کی پردرد
کہانی اور مصیبتناک سودا و نامرادی سے
پردہ نہ کرنیکی بدیہی خرابیاں دکھائی
گئی ہیں ۔ قیمت فی جلد ۔۔۔۔ ۸؍

ناخواندہ مہمان ۔ اس سے زیادہ
پر مذاق اور بہتر ناول کوئی نہیں چھپا قیمت عہ

مریم ۔ ایک باعصمت خاتون کی سرگذشت
اس کے عجیب و غریب حالات دہلی کا
سچا واقعہ قیمت فی جلد ۔۔۔۔۔ عہ

خوبی قسمت ۔ یہ ناول بھی ایک
عجیب و غریب ہے جو خاص دیکھنے ہی سے
تعلق رکھتا ہے ۔ اسکو ملک نے امید سے
بہت زیادہ پسند کیا ہے ۔ قیمت فی جلد عہ

نشتر ۔ ایک نہایت سچے فارسی زبان
کے قصہ کا ترجمہ ہے بہت ہی پر اثر
اور نہایت ہی فصیح ہے جو ازبس قابل
دید ہے ۔ قیمت فی جلد ۔۔۔۔۔ عہ

شعلہ جوالہ ۔ اتفاق کا قابل قدر
شعبہ یا غیرت کے نام سے جاہلانہ جوش
کا معیار ہے یکطرفہ خواہش دلی اور
واقعی الفتوں کا دلکش مرقع ہے ۔ اور
کاہش کا بے بہا گنجینہ اور اپنی پسند پر
شادی ہونیکا نہایت ضروری اور اہم مسئلہ قیمت ۸؍

مقدس نازنین یا یوپ انگیز نہایت
عجیب و غریب ہے مصنفہ شرر قیمت ۸؍

ایام عرب ۔ کامل ۔ جاہلیت عرب کے
معنی خیز حالات دلچسپ اور سراپا عبرت
واقعات اُس سادی سرزمین کی سرگذشت
جس پر بعد کو اسلام کی داغ بیل پڑی
قابل دید ہے ۔ قیمت فی جلد ۔۔۔ عہ

فردوس بریں نہایت ہی حیرت انگیز
ناول ہے جیتے جی ملاء اعلیٰ کا سفر ۔ اور
جنت الفردوس کی سیر اور لطف یہ کہ
بالکل تاریخی مضامین ۔ فرقہ قرامطہ و
باطنیہ کی تاریخ وغیرہ ۔ قیمت فی جلد عہ

فلورا فلورنڈا ۔ نہایت دلکش اور دلپذیر
اثر کرنے والا ناول ۔ اسپین کے عیسائیوں
کا مجنونانہ تعصب اور اسلامی خلافت
کی معدلت پروری قیمت ۱۲